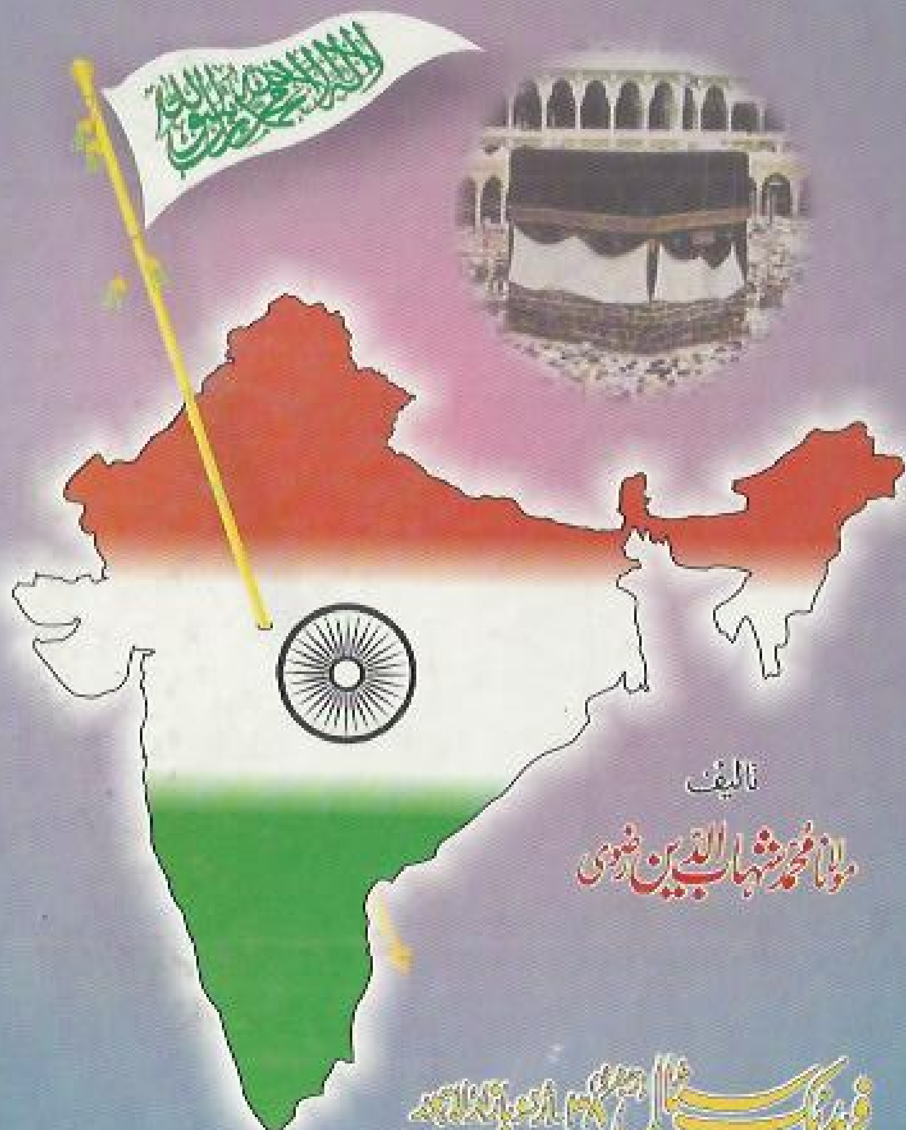
تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ



تالیف

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

تاریخ جماعتِ رضائے مصطفیٰ

اس جماعت کے سنہرے کارناموں کی تاریخ جس نے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے دین وایمان کا تحفظ کیا اور شدھی تحریک کے آگے سد سکندری ثابت ہوئی اور مسلمانوں کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔

تالیف

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

(بریلی شریف)

ناشر

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ
تصنیف	:	علامہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی
نظر ثانی	:	علامہ مولانا محمد احمد مصباحی
مطبع	:	رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
تعداد	:	گیارہ سو
الطبع الاول	:	شعبان ۱۴۲۱ھ / نومبر ۲۰۰۰ء
قیمت	:	[illegible] روپے

ناشر

فرید بک سٹال، 38- اُردو بازار، لاہور، پاکستان

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای میل نمبر faridbooks@hotmail.com

تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ

نذرِ عقیدت

جانشین حضور مفتیِ اعظم فقیہِ اسلام حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ

محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

کے نام

جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے حقیقی وارث و جانشین ہیں

محمد شہاب الدین رضوی

اشاریات

تقدیم

از علامہ محمد احمد مصباحی رکن المجمع الاسلامی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

۷ر ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو جماعت رضائے مصطفی کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کا دینی، علمی اور عملی فیضان ایک عرصۂ دراز تک سرزمین ہند پر ابر کرم بن کر برستا رہا۔ اس کی تاریخ کا بڑا ہی رقت انگیز اور عظیم الشان باب شدھی تحریک کا انسداد ہے۔ اگر اس کی خدمات کے خانے میں صرف یہی ایک کارنامہ ہوتا تو وہی اسے بقائے دوام بخشنے کے لیے کافی تھا۔

بعض سرگرم مشرکین ہند نے یہ منصوبہ بنایا کہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے۔ اس کے لیے انھوں نے سب سے پہلے ان علاقوں کا انتخاب کیا جہاں مسلمان دینی احکام سے بالعموم نابلد اور ہندوانہ مراسم کے پابند تھے۔ ماضی قریب میں ان کے آباو اجداد نے اسلام قبول کیا مگر تعلیم کی کمی اور ماحول کی ناسازگاری کی وجہ سے وہ نہ تو پورے طور پر شریعت اسلامیہ کے احکام واعمال سے آشنا ہو سکے نہ ہی ہندوانہ عادات واطوار کو مکمل طور پر ترک کر سکے۔ ان کی نسل کو یہ دعوت دی گئی کہ تمہارے باپ دادا کا پرانا دھرم ہندو تھا، تم اسلام میں داخل ہو کر ملیچھ اور ناپاک ہو گئے اب پھر اپنے پرانے دھرم میں لوٹ کر شدھ اور پاک وصاف ہو جاؤ۔ بہت سی آبادیوں پر یہ جادو چل گیا اور لوگ ارتداد کا شکار ہو گئے۔ شدھی تحریک کو اپنی ابتدائی کامیابی دیکھ کر بڑا حوصلہ ملا اور اس کے جوان ایک آبادی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کا رُخ کرنے لگے اور بڑھتے گئے۔

اس بلاخیز طوفان کے مقابلہ میں اُترنے والی کوئی مستقل تنظیم نظر نہ آتی تھی، قومی لیڈر، دینی رہنما، علماء، خطباء اور اہل قلم سب کے پاؤں میں زنجیریں اور لبوں پر مُہر سکوت پڑی ہوئی تھی۔ عوام میں بیشتر کا خیال یہ تھا کہ وہ یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے کہ کوئی مسلمان بھی ہندو ہو سکتا ہے

—— جماعت رضائے مصطفیٰ کے معظم سرپرست مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قدس سرہٗ اس صورتِ حال پر تڑپ اُٹھے۔ دل و دماغ کا سکون اٹھ گیا۔ راحت و آرام غارت ہو گیا۔ مردانہ وار آگے بڑھے اور چند موقر علماء و عمائد کو لے کر میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ سب سے پہلے ان بستیوں کا رُخ کیا جو ارتداد کے ہلاکت خیز پنجوں کی گرفت میں آ چکی تھیں۔ لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دی، توبہ کرائی اور پھر اسلام میں داخل کیا۔ اس کے بعد اُن آبادیوں کا رُخ کیا جو شدھی تحریک کا نشانہ بننے والی تھیں، جہاں ہندو رائفلوں، بندوقوں، سپاہیوں اور ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ہو کر جاتے اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کرتے۔ ایسے علاقوں میں جنگ کا بھی خطرہ ہوتا اور وہاں قدم رکھنا بڑا مشکل تھا —— جماعت رضائے مصطفیٰ کے پاس حربی آلات اور جنگی ساز و سامان نہ تھے، مگر ایمان کی طاقت و قوت تھی اس لیے ایسے خطرناک مواقع پر بھی اس نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور حق کا غلبہ ہوتا رہا۔ (تفصیل کتاب میں ملاحظہ کریں)۔

یہ جماعتِ مبارکہ کا ایک میدانِ عمل تھا۔ دوسری طرف آریوں کی جانب سے گمراہ کن اخبارات اور پمفلٹ شائع ہوتے جن میں اسلام پر اعتراضات ہوتے ان کا جواب بھی جماعت نے اپنے ذمہ لیا اور قلمی محاذ پر بھی اہلِ باطل کو شکست دی۔

اس طرح کے بہت سے دینی و ملی امور جماعت سے وابستہ تھے جنھیں سر انجام دینے کے لیے جماعت نے ذیلی کمیٹیاں بھی تشکیل دے رکھی تھیں۔ وسائل اور سرمایہ کی ہمیشہ قلت رہی مگر چند باحوصلہ اور مخیّر مسلمانوں کے ذریعہ کام ہوتا رہا۔

جماعت کے کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور موجودہ نسل میں حرکت و عمل کی گرمی اور ایمان و ایقان کی تازگی و توانائی بخشنے کے لیے ان کی اشاعت بہت ہی حوصلہ بخش، نتیجہ خیز اور مفید ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پچاس سالہ نسل کی اکثریت جماعت کے کارناموں کی تفصیل سے نابلد ہے۔ عزیز گرامی جناب شہاب الدین رضوی نے اس سلسلہ میں "امام احمد رضا کانفرنس" منعقدہ لکھنؤ ۱۴۱۳ھ کے سیمینار کے لیے ایک مختصر مقالہ لکھا جو میں نے بغور پڑھا۔ پھر عزیز موصوف کو خط لکھا کہ اس موضوع پر آپ تفصیل سے لکھیں۔ انھوں نے پرانے ذخیرے

تلاش کیے، خاص طور سے جماعت کی رودادیں حاصل کیں اور ان کی روشنی میں یہ تاریخ مرتب کی۔ جس پر وہ ہم سب کی طرف سے فراخ تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ایک عربی شاعر علی بن جہم کے قول (وذکر الفتی بالخیر عمر مجدد۔ جواں مرد کا ذکرِ خیر اس کے لیے ایک حیاتِ نو کی حیثیت رکھتا ہے) کے تحت میں کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے اس تذکرے سے جماعت کو ایک نئی زندگی اور حیاتِ تازہ بخش دی ہے۔ اور موجودہ نسل کے لیے عبرت و بصیرت اور حرکت و عمل کا نیا درس فراہم کر دیا ہے —— ایک عبرت انگیز تاریخ جو داستانِ پارینہ بن چکی تھی آج پھر اپنی نئی تاب و تواں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہے۔

میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے ادوارِ حیات میں بڑی زرّیں خدمات انجام دی ہیں مگر ہماری غفلت شعاری اور حرماں نصیبی یہ رہی ہے کہ ہم نے بروقت ان کی تاریخ لکھنے کا اہتمام نہ کیا اور اگر کچھ تاریخ لکھی گئی تو اس کی باضابطہ تدوین اور بار بار اشاعت و تجدید کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ جس کے باعث بے شمار کارنامے یا تو فضائے بسیط کی امانت بن کر رہ گئے یا ہنگامی اخبارات و رسائل کی زینت بنے۔ پھر بوسیدہ اوراق اور مقفل الماریوں میں ان کا دم گھٹ کر رہ گیا —— اب بھی ہماری پرانی روش میں کوئی خاص تبدیلی نہیں اور موجودہ اکابر کے ساتھ بھی تقریباً وہی سلوک جاری ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ رہ چکا ہے۔

ہم میں سے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے اپنی بساط بھر کوشش کرے اور جو کچھ مل سکتا ہے اسے منظرِ عام پر لائے۔ غفلتوں کا ماتم، کوتاہیوں پر حسرت، ایک دوسرے کی شکایت اور اپنے لیے اظہارِ برات ہمارے درد کا مداوا نہیں بن سکتا۔ ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر آدمی میں بہت کچھ صلاحیت موجود ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم میں بہت سے افراد "شہاب الدین" بنیں، اپنے وقت، محنت اور صلاحیت کا صحیح استعمال کریں، ایثار و اخلاص سے کام لیں اور اپنے ساتھ اپنے اسلاف، اپنی قوم اور اپنی نسل کے لیے بہت کچھ کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ اس طرح ہر میدان کا خلا پُر ہو سکتا ہے اور کام بہت آگے بڑھ سکتا ہے۔ ربِ کریم ہمیں توفیقِ خیر

سے نوازے ۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان، والصلاۃ والسلام علی حبیبہ
سید الاکمال وعلیٰ آلہ وصحبہ ما تعاقب الملوان ۔

محمد احمد مصباحی
رکن المجمع الاسلامی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۴ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۹۵ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تعارف

مصنف اور تصنیف

از :- محمد نوشاد عالم چشتی نظامی

سُنے گا کون تیری چاک دامانی کا افسانہ
یہاں سب اپنے اپنے پیرہن کی بات کرتے ہیں

"تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" تمام تر نشیب و فراز اور مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی "خوبیاں" اور خامیاں تو بعد مطالعہ کے ناقدین و قارئین ہی بتائیں گے، لیکن میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ مصنف و تصنیف کے تعلق سے ضرور کچھ نہ کچھ سپرد قلم کر دوں تاکہ قارئین و ناقدین کو مصنف کی جدوجہد، لگن و محنت اور تحقیق و جستجو کا اندازہ ہو سکے۔ یہ ان کا مطالبہ نہیں بلکہ میرے دل کی آواز ہے۔ کیا اخلاقیات کا یہی تقاضا ہے کہ جو ہمیں ہماری جماعت کی جدوجہد، فخریہ کارناموں کی تاریخ مبسوط و مربوط انداز میں دے اس کے متعلق ہم اپنے قلم کی دو بوند سیاہی بھی صرف نہیں کر سکیں۔

مصنف ایک نظر میں

نام : محمد شہاب الدین رضوی

ولدیت : محمد امین ابن الحاج محمد نذیر رضوی

تاریخ ولادت: ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء/ ۱۳۹۴ھ

جائے پیدائش: موضع رشید پور، پوسٹ قیصر گنج ضلع بہرائچ یوپی بھارت

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم درجہ پنجم تک ہندی میں مقامی گاؤں ہی میں حاصل کی۔ قرآن پاک ناظرہ قیصر گنج کی جامع مسجد میں پڑھا۔ اپنے عم محترم مولانا محمد بشارت علی رضوی کی سرپرستی میں ۱۰ شعبان ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۶ء کو رام پور کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاسلامیۃ واقع محلہ گنج قدیم میں داخلہ لیا۔ آمدنامہ، فارسی کی پہلی سے لے کر جماعت خامسہ تک کی تعلیم یہیں سے حاصل کی [1] بعدہٗ بریلی شریف آ گئے اور یہاں پر شیخ الحدیث حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب و مولانا مفتی محمد اعظم نوری ٹانڈوی کی سرپرستی میں دیگر اسباق کی تکمیل کی اور ۱۹۹۵ء/ ۱۴۱۵ھ میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی سے فراغت حاصل کی۔

اساتذہ: ۱۔ مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب سے اصول الشاشی، موطا امام محمد مشکوٰۃ المصابیح۔

۲۔ مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی سے مرقات، ہدایہ، نحو میر کافیہ وغیرہ۔

۳۔ مولانا محمد نجف علی قادری (رام پور)

۴۔ مولانا محمد فاروق رضا رضوی (رام پور)

۵۔ مولانا شکیل احمد رضوی (رام پور)

مؤخر الذکر تینوں حضرات سے مصنف نے صرف، نحو، فقہ اور حدیث میں اکتساب فیض کیا ہے۔

۶۔ مشہور مورخ ڈاکٹر سید لطیف حسین بریلوی (ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی)۔

مختلف تعلیمی اسناد

۱۔ منشی۔ ۱۹۸۸ء الہ آباد بورڈ

۲۔ کامل۔ ۱۹۸۹ء 〃 〃

۳۔ ادیب۔ ۱۹۹۰ء جامعہ اردو علی گڑھ

[1] مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، از شہاب الدین مولانا، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، ناشر رضا اکیڈمی بمبئی بھارت ص ۹

۴۔ ادیب ماہر ۱۹۹۱ء جامعہ اردو علی گڑھ

۵۔ ادیب کامل ۱۹۹۲ء 〃 〃 〃

بیعت وارادت

۲۵ صفر ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء میں عرس رضوی بریلی کے موقع پر اپنے عم محترم کی معیت میں جانشین مفتی اعظم علیہ الرحمۃ علامہ اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت وارادت حاصل کی نیز سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور اقلیدس کے چند اسباق پڑھ کر شرف تلمذ بھی حاصل کیا۔ [1]

شادی:

۸ جون ۱۹۹۴ء کو حافظ محمد صابر بقائی ڈکرنیل گنج ضلع گونڈہ کی صاحبزادی ناہید اختر سے نکاح ہوا۔ اور ایک بچی زیبا ناہید یادگار ہے۔

موجودہ مصروفیت: مصنف بریلی شریف میں رہ کر جہاں ایک طرف دیگر علوم وفنون کے حصول میں مصروف ہیں وہیں پہ آپ نے اپنے ذمہ ماہنامہ سُنّی دنیا کی ادارت بھی لے رکھی ہے۔ قارئین سُنّی دنیا اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کی ادارت میں ماہنامہ سُنّی دنیا کی اشاعت وترسیل میں تسلسل آیا جسے آپ نے ابھی تک برقرار رکھا ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ کے قارئین میں اضافہ بھی ہوا ہے۔ ملک وبیرون ملک کے مختلف گوشوں میں اس رسالہ کو متعارف کرانے میں آپ کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ علاوہ ازیں معیاری مضامین کے لیے ملک وبیرون ملک کے ذی علم وصاحب تحقیق حضرات سے خصوصی رابطہ کر کے رسالہ کے معیار کو بلند کرنے کا سہرا بھی انھیں کے سر بندھتا ہے۔

ماہنامہ سنی دنیا کے ایڈیٹر ہونے کے علاوہ آپ جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کے پرسنل سکریٹری اور پریس سکریٹری کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ رضا اکیڈمی بمبئی کی رکنیت بھی آپ کو حاصل ہے۔ مجلہ سالنامہ یادگار رضا کے چیف ایڈیٹر بھی آپ ہیں، جو ہر سال عرس رضوی کے موقع پر امام احمد رضا پر خصوصی سپلیمنٹ ہوتا ہے۔

مشغلہ: شعور سنبھالنے کے بعد دوران طالب علمی میں ہی آپ نے کھیل کود اور دیگر لہو ولعب سے بچ کر لکھنے پڑھنے میں اپنے آپ کو مصروف رکھا، چنانچہ مولانا محمد اسحاق رضوی مصنف کے

[1] ایضاً ص ۹

متعلق لکھتے ہیں:

(محمد شہاب الدین رضوی نے) ۱۹۸۸ء میں "اَوّلیاتِ" نامی کتاب تالیف کی،
۱۹۸۸ء ہی سے مضامین لکھنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوا۔ سب سے پہلا مضمون ماہنامہ
اعلیٰ حضرت بریلی میں چھپا۔ بعدہٗ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی میں مضامین دینے لگے۔ [1]

اسحاق رضوی ان کی ایک کتاب مفتی اعظم اور ان کے خلفاء میں .... لکھتے ہیں:

"مولانا شہاب الدین رضوی کو درس نظامی میں داخل ہوتے ہی تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہو چکا تھا۔ ابھی جماعت خامسہ کے متعلم ہیں۔ جس وقت انھوں نے اس کتاب کا خاکہ تیار کیا تھا اُس وقت وہ جماعت ثالثہ میں پڑھ کر رابعہ میں قدم رکھ رہے تھے۔" [2]

مذکورہ بالا کتاب کے حوالے سے مصنف کے متعلق ان کے ایک استاد مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"مولوی شہاب الدین ازہری بہرائچی سلمہٗ نے پوری جاں فشانی، لگن اور جہد مسلسل سے حضرت مفتی اعظم کے خلفاء پر امید سے زیادہ مطبوعہ اور مخطوطہ مواد نہ صرف فراہم کیا بلکہ مرتب بھی کر لیا۔ اس جمع و ترتیب میں انھیں کن تکالیف و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس کا اندازہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو تحقیق و تصنیف کا کام کر چکا ہو۔" [3]

لکھنا لکھانا، مطالعہ، تلاش و جستجو، نقد و نظر اور معیاری اسلوب، تحقیقی فطرت مصنف کے حیاتِ زیست کے خاصہ ہیں۔ عمر کی ۲۲ ویں بہار تک پہنچتے پہنچتے مضامین اور تصانیف و تالیفات کے میدان میں آپ کی کارکردگی نہایت عمدہ ہے، ذیل میں اس کا خاکہ ملاحظہ کریں۔

مضامین: آپ کے مضامین کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، جو ملک و بیرون ملک کے مجلات و اخبارات

---

[1] مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، از شہاب الدین مولانا، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، ناشر رضا اکیڈمی بمبئی۔ بحوالہ ص ۹

[2] ایضاً ص ۱۰

[3] ایضاً ص ۱۰۶

میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً:

سالنامہ معارف رضا کراچی، ہفت روزہ مسلم ٹائمز بمبئی، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ہفت روزہ نئی دنیا و نئی زمین دہلی، روزنامہ عوام دہلی، روزنامہ دینک جاگرن بریلی وغیرہ۔

تالیفات و تصانیف:

۱۔ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء جلد اوّل، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۱ء
۲۔ " " دوسری جلد، غیر مطبوعہ
۳۔ دنیا اسلام کی تلاش میں، مطبوعہ حرا فاؤنڈیشن بریلی ۱۹۹۳ء
۴۔ شمع فروزاں، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۲ء
۵۔ امام احمد رضا فضل حسن صابری کی نظر میں، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء
۶۔ تذکرہ برہان ملت، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۴ء
۷۔ مولانا حسنین رضا اور ان کی صحافتی خدمات، غیر مطبوعہ
۸۔ مولانا نقی علی خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۹۹۵ء
۹۔ امام احمد رضا کے خطوط (تین جلدیں) غیر مطبوعہ
۱۰۔ امام احمد رضا اور مسئلہ اذان ثانی، غیر مطبوعہ
۱۱۔ مولانا عبد القادر بدایونی، غیر مطبوعہ
۱۲۔ جہان اختر (سوانح حیات مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری)

مذکورہ تصانیف کے علاوہ اور متعدد کتب کے مسودے زیر تصنیف ہیں۔

تقریر و خطابت

عام طور سے تحریری کام کے لیے یکسوئی اور فارغ البالی چاہیے تاکہ دل جمعی کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام ہو سکے۔ لیکن باوجود ان تمام مصروفیات کے مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے علامہ اختر رضا ازہری صاحب کے ساتھ بہت سے پروگراموں میں بغرض تبلیغ اسلام منبر رسالت پر رونق افروز ہو کر جوہر خطابت بھی دکھائے ہیں۔ جب بھی بریلی سے بہرائچ جانا ہوا تو فوراً قرب و جوار کے عوام اہل سنت و جماعت نے کوئی نہ کوئی جلسہ یا میلاد شریف کا پروگرام ضرور رکھ دیا اور اپنے

خلوص بھرے اصرار پر تقریر کرنے کے لیے آپ کو راضی بھی کر لیا کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں مبارکپور، عربی یونیورسٹی یعنی جامعہ اشرفیہ میں شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب کی خدمات کے اعتراف میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں دیگر مقررین کے علاوہ مولانا رضوی نے بھی اظہار خیال فرمایا۔ الحمد للہ آپ نے اتنی نپی تلی گفتگو کی، کہ سامعین کے علاوہ خود شارح بخاری صاحب مدظلہ العالی نے بھی جھوم جھوم کر داد تحسین سے نوازا اور بعد میں اپنی شرح کا مکمل سیٹ بطور انعام کے عنایت کیا۔ مفتی صاحب کے صاحبزادے نے راقم کو بھی شرکت کی پُرخلوص دعوت دی تھی مگر "سہو یا سفر" کی "عنایت" سے میں اشرفیہ تاخیر سے پہنچا لیکن عرس حافظ ملت میں شمولیت کی برکت سے الحمد للہ محروم نہیں رہا۔ شہاب الدین رضوی پر مفتی صاحب کے الطاف واکرام کی بارش دیدنی تھی۔

کچھ اس کتاب کے متعلق

"تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" میں مولانا شہاب الدین رضوی نے ایک نہایت کامیاب مورخ کا کردار ادا کیا ہے۔ تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ کے تمام ارتقائی پہلوؤں پر بتدریج روشنی ڈالی ہے۔ تاریخ نویسی کے بنیادی لوازمات، مبادیات، تاریخ نگاری، غرض وغایت اور اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مکمل و مدلل غیر جانبدارانہ گفتگو کی ہے۔

کچھ لوگ "تاریخ بناتے" ہیں یعنی تاریخ ساز شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ "تاریخ لکھتے" ہیں یعنی تاریخی حقائق کو اپنے صحیح پس منظر میں بیان کرنے کے لیے انصاف کا دامن نہیں چھوڑتے اور "اپنے پرائے" کا "امتیاز" نہ کرتے ہوئے "دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی" کر دکھاتے ہیں لیکن کچھ لوگ نہ تو تاریخ بناتے ہیں اور نہ تاریخ لکھتے ہیں بلکہ اپنے ممدوح کے دامن پر "تقدس" کا خول ڈالنے کے لیے "تاریخ گڑھتے" ہیں۔ برصغیر ہند وپاک میں "واصفان تاریخ" کی صف میں شامل جناب غلام رسول مہر کا نام بھی سرفہرست ہے۔ محترم شاہ حسین صاحب گردیزی اپنے تجربات کی روشنی میں لکھتے ہیں:

"تاریخ اسلام میں بے شمار لوگ ایسے گزرے ہیں جو تحریف فی التاریخ کے ناطے پہچانے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے بہت سے پاکباز نفوس قدسیہ کے کردار کو مسخ کیا اور کئی ننگ اسلام کو قدسی صفات بنا کر پیش کر دیا لیکن مثل مشہور ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" آخر

حق ان ہی کی زبان سے نکل آیا۔"

جناب غلام رسول مہر کا شمار بھی "واصفان تاریخ" میں ہوتا ہے۔ انھوں نے بڑی دور اندیشی اور کمال ہوشیاری سے سید احمد بریلوی کو مصلح اور ان کی "مسلم کش" تحریک کو "تحریک اصلاح المسلمین" بنا دیا۔ جناب مہر کی تاریخ میں یہ فکری آمیزش ایک افسوسناک امر ہے اور ان کی زندگی کا "سیاہ باب" ہے کہ حقیقت کو افسانہ اور افسانہ کو حقیقت کا روپ دے دیا۔ [1]

مشہور مورخ جناب راجا غلام محمد (صدر ادارہ ابطال باطل۔ لاہور، پاکستان) مہر صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ اب تاریخ نہیں لکھی جاتی گڑھی جاتی ہے ——
یوں مہر صاحب ایک تاریخ ساز شخصیت کہلانے کے بجا طور پر حقدار ہیں۔ [2]

مہر صاحب کے متعلق محترم محمد عبد القیوم جلوال تناولی کا تاثر بھی ان لفظوں میں ملاحظہ کریں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"مشہور مورخ جناب غلام رسول مہر نے تحریک بالاکوٹ کا جائزہ لیتے ہوئے نہ معلوم کس مصلحت کے تحت "تاریخ تناولیاں" ایسے قدیم ماخذ کو یکسر نظر انداز کر دیا —— غالباً یہ کتاب ان کی خود ساختہ کہانی کے مطابق نہ تھی۔" [3]

مذکورہ بالا سارے مورخین مہر صاحب سے کیوں نالاں ہیں؟ جاننے کی ضرورت ہے۔ جواباً عرض یہ ہے کہ مہر صاحب کے نزدیک تاریخ نگاری کی بنیادی مبادیات "اظہار حقیقت" نہیں بلکہ "اظہار عقیدت ومحبت" ہے —— جو تاریخ رقم کرنے کے تاریخی اصول کے قطعاً منافی ہے —— تاریخ نگاری کے باب میں مہر صاحب نے اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

---

[1] حقائق تحریک بالاکوٹ۔ از شاہ حسین گردیزی۔ مولانا۔ اشاعت دوئم ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔ ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور پاکستان، ص ۱۰۰۔

[2] امتیاز حق از راجا غلام محمد۔ مورخ۔ اشاعت دوئم ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔ ناشر مکتبہ قادریہ لاہور پاکستان، ص ۱۳۲

[3] تاریخ تناولیاں۔ از سید مراد علی۔ مورخ۔ اشاعت دوئم ۱۹۷۵ء۔ ناشر مکتبہ قادریہ لاہور پاکستان، ص ۲ تقدیم

"میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں، اگرچہ وہ بعض مبالغہ بیانات اور توجیہات سے عین مطابق نہ ہو۔" [1]

کتمانِ حق کے اس سلسلے میں مہر صاحب کے علاوہ پروفیسر محمد ایوب قادری جیسے افاضل کا اسم گرامی بھی "خاصی شہرت" کا حامل ہے۔ [2]

ایک بار امرتسر مجھے کافی تفصیل سے دیکھنے اور گھومنے کا اتفاق ہوا (یوں تو جانا آنا کئی بار ہوا تھا لیکن فرصت کے لمحات میسر نہ آتے تھے) سکھوں کا معبد خاص (Golden Temple) یعنی "سنہری مندر" بالخصوص دیکھنے گیا۔ صدر دروازہ سے ہو کر تمام چہار اطراف کو دیکھتے ہوئے اُس تالاب تک گیا جس کے ایک کنارے کے اندر تک خاص "عبادت خانہ" ہے۔ اندر گیا، نہایت عزت و احترام کے ساتھ مجھے بٹھایا گیا۔ کچھ دیر تک ہونے والے تمام رسومات کا نظارہ کیا پھر باہر آگیا۔ نکلتے وقت میں نے ایک سکھ سے پوچھا کیوں جناب کوئی اور بھی چیز دیکھنے لائق ہے؟ انھوں نے کہا مین گیٹ پر جاتے وقت آپ کے داہنی جانب دوسرے محلے پر میوزیم ہے، ضرور دیکھ لیں۔ اوپر جانے کا راستہ گیٹ سے نزدیک ہے۔ میں جب میوزیم دیکھنے کے لیے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت سارے ملک و بیرونِ ملک کے لوگ اندر ہیں۔ کالے، گورے، سفید سب کے سب بڑے انہماک سے میوزیم دیکھ رہے ہیں۔ تمام اشیاء اپنی اہمیت کے اعتبار سے مناسب مقام یا جگہ پر آویزاں ہیں یا رکھی ہوئی ہیں جن میں پوسٹر، قد آدم تصاویر، آثار و تبرک اور مختلف سکھ گروؤں کے مطالعہ میں رہنے والی کتابیں وغیرہ شامل تھیں۔ کچھ تصاویر اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق بنائی گئی تھیں جن میں ان کے گروؤں اور ان کے لڑکوں پر ظلم کرتے، قتل کرتے دکھایا گیا تھا ــــــ میں اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اورنگ زیب کے متعلق یہ خود ساختہ ظلم کی کہانی اور اس پر مبنی تصویری منظر کشی غلط، تاریخی اعتبار سے ناقابلِ التفات ہیں جن میں حقیقت کی ذرہ برابر بھی رمق نہیں ہے۔ مگر مصور نے "ظالم و مظلوم" کی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے

---

[1] افاداتِ مہر، مرتبہ شیر بہادر خاں، ڈاکٹر۔ ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور پاکستان، ص ۲۳۱

[2] امتیازِ حق۔ ناشر پروفیسر سید سبط حسن فاضل زیدی۔ ص ۱۹۵

جس چابکدستی سے منظر کشی تھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر شاید ہی کوئی دل دادہ سکے میں سوچتا رہ گیا کہ "ماضی" کی خود ساختہ معلومات کو "مستقبل" کے ہر ایک فرد تک پہنچانے کے لیے کتنا حسین و پائیدار انتظام کیا گیا ہے۔ اسی خیال و فکر کی ادھیڑبن میں جب کچھ اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ کسی عمارت کے ملبے کے ڈھیر سے منتخب شدہ بہت سارے پتھر، پلاسٹر کے ٹکڑے، اینٹ اور سنگِ مرمر کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں کو بہت قرینے سے میز و اسٹینڈ پر سجا کر رکھا گیا ہے اور ان کے نیچے تمام تفصیلی معلومات بزبان انگریزی، گورمکھی اور غالباً ہندی میں بھی تحریر تھیں۔ پڑھنے سے پتہ چلا کہ سابق وزیر اعظم ہند آنجہانی اندرا گاندھی نے جو فوجی آپریشن (آپریشن بلیو اسٹار) جنرل ویدیہ کی سربراہی میں گولڈن ٹیمپل میں کرایا تھا، اس کی یاد ہمیشہ "ناظرین" کے دلوں میں قائم رکھنے کے لیے اُن ٹکڑوں کو میوزیم کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ یہ بے زبان پتھر جو بظاہر کچھ نہ کہتے ہوئے بھی اپنی ہیئت و حالات سے بے زبان ہونے کے باوجود بھی بہت کچھ کہہ رہے تھے یعنی ؏ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے معلوماتی تحریروں میں وزیر اعظم کے اس فعل کی مذمت نہایت سخت لفظوں میں کرتے ہوئے اس طرح کے اقدام کو نہایت ظالمانہ و جابرانہ قرار دیا گیا تھا ــــــ میں ایک لمحہ کے لیے رک کر سوچتے ہوئے بے اختیار سکھ دانشوروں کی دانش مندی، ان کی وسیع النظری اور بصیرت کو داد دینے لگا کہ انھوں نے مستقبل میں پیدا ہونے والی سکھ قوم کا رشتہ، ماضی میں رونما ہونے والے حالات واقعات سے کیسے جوڑ دیا ہے ــــــ واقعتاً ان لوگوں نے نہ صرف "تاریخ" کی اہمیت کو سمجھا ہے بلکہ اپنے اس اقدام سے دوسرے لوگوں کو تاریخ کی اہمیت سمجھنے کے لیے دعوتِ فکر بھی دی ہے ــــــ حقیقتہً دانشورانِ ملت کے نزدیک جو قوم لمحہ بہ لمحہ اپنے اسلاف اور اپنے ماضی کی تاریخ سے وابستہ اور آشنا نہ ہو اُسے روئے زمین پر "زندہ" رہنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ؎

لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

یہی وجہ ہے کہ قومِ مسلم اپنے ماضی کی تاریخ سے کٹ کر اور اپنی دیرینہ روایات کو چھوڑ کر حیران و یاس کے درمیان "تلاشِ منزل" کے لیے دربدر، صحرا بہ صحرا، کو بہ کو ماری ماری

پھرتی نظر آرہی ہے۔ حجاز مقدس سے لیکر اسپین وغرناطہ تک اور سمرقند وبخارا سے لے کر برصغیر ہندوپاک کے چپہ چپہ تک ہر جگہ مسلمان قوم ذلیل ومظلوم ہی نظر آرہی ہے۔ کل "جو ہمارے توسط سے" تہذیب کا دامن پکڑ کر مہذب طریقہ سے چلنا سیکھا اور ترقی کے عروج پر پہنچا" وہ آج ہمیں دہشت گرد، وحشی اور غیر مہذب قرار دے رہا ہے ——— ایسا کیوں ؟ کیا "فہد وقت" اور "سلطان جابر" اس کا جواب دے سکتے ہیں؟ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہم نے اپنے ذہنوں سے اپنی تواریخ کی بھولی بسری یادوں کو بھی یک لخت جھٹک کے باہر نکال دیا تو اقوام عالم نے ہماری روایات تو کجا اپنے اوپر کیے گئے ہمارے احسانات کو بھی یاد رکھنا گوارہ نہ کیا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے یوں ہی نہیں کہا ؎

اپنی حالت پہ نہ کر اقوام عالم کا قیاس
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

یہ تلخ حقائق ہیں

مؤلف کتاب محترم جناب مولانا شہاب الدین رضوی نے اپنی اس خوبصورت تحریر کے توسط سے ہمیں ایک ایسا مستند تاریخی دستاویز دیا ہے جس میں بحیثیت مجموعی ہماری جدو جہد کا نقطۂ عروج بھی ہے اور ہماری سیاسی بصیرت کا کمال بھی، اس میں کہیں جلال بھی ہے اور کہیں جمال بھی، متحرک ہونے کے بنیادی وجوہات بھی ہیں اور اسباب زوال بھی۔ ان تمام بنیادی نکات کو اجاگر کرنے کے لیے ملک کی اکثر مشہور ومعروف لائبریریوں کا دورہ کیا۔ خاص کر ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور کی قدیم وضخیم ۲۵ فائلوں کا مطالعہ کیا، جو رام پور رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ یکسوئی اور تسلسل کے ساتھ ان فائلوں کا مطالعہ نہایت وقت طلب اور پریشان کن ہونے کے باوجود انھوں نے صرف ۶ ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل کر لیا۔ نتیجۃً آنکھ کی بینائی متاثر ہو گئی اور اسی عمر میں خیر سے چشمہ بھی لگانے لگے۔

بہر حال مصنف نے دن رات محنت کر کے تمام مواد حاصل کیا۔ کچھ حضرات کے ذاتی کتب خانوں سے بھی مصنف نے استفادہ کیا ہے جس میں بعض حضرات نے ازحد بخیلی کا مظاہرہ کیا، جن میں سے کچھ ایک کا تذکرہ مصنف نے کر دیا ہے۔ بعض حضرات بڑے پُرخلوص انداز میں تصنیف تالیف کا مطالبہ کرتے

ہیں بلکہ عنوان تک بھی متعین کر دیتے ہیں لیکن دامے درمے تو کجا علمی واخلاقی معاونت کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ راقم کے ساتھ بھی ایسا ہی اکثر ہوتا ہے اور مصنف کے ساتھ بھی یہی ہوا جس کی وجہ سے کتاب کافی تاخیر سے آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔ کچھ لوگ اس لیے بھی معاونت سے کتراتے ہیں کہ مارکیٹ میں ہماری پذیرائی پر اثر پڑے گا۔ طبیعت تو یہ چاہتی ہے کہ ایک ایک "صاحبان جبہ ودستار" کے حاملین کا نام لے کر ذکر کیا جائے مگر ع

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

ابھی تک تو ہم نے حقیقت کو اشارے اور کنائے میں بیان کیا ہے تاکہ "اصحاب حل وعقد" ہم جیسے چھوٹے قلم کاروں کے ان مسائل پر ہمدردانہ غور وفکر کرتے ہوئے آپسی تعاون کا کوئی مناسب حل ڈھونڈ نکالیں، ورنہ آئندہ ایک ایک صاحب کا ذکر نام بنام کیا جائے گا، جو ہماری مجبوری اور وقت کی اشد ضرورت ہوگی۔ تاکہ عوام اہل سنت ان جیسے حضرات سے بخوبی واقف ہوں۔ اور کسی کا یہ شکوہ گلہ نہ رہے کہ ہماری جماعت میں لکھنے لکھانے والے حضرات بہت کم ہیں، حق بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں بفضل تعالیٰ تصنیفی وتالیفی ذوق رکھنے والے حضرات کثیر تعداد میں لیکن چند سرکردہ اور قدآور شخصیتوں کے سایہ میں دب کر رہ گئے ہیں۔ ان لوگوں سے نجات حاصل کرنا جماعت کی بقا کے لیے اشد ضروری ہے ؎

کچھ سمجھ کر میں ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

اپنی ایک کتاب کی تکمیل کے لیے پنجاب پبلک لائبریری لاہور (پاکستان) سے استفادہ کا موقع ملا۔ دریں اثناء مجھے روزنامہ پیسہ اخبار لاہور کے ۱۹۲۱ء کی فائل کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ چند چیزیں ایسی مطالعہ میں آئیں جن کا ذکر ضروری ہے تاکہ تاریخ کا ریکارڈ درست رہنے کے ساتھ قارئین بھی باخبر رہیں۔ اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں در آئی تمام غیر شرعی حرکات وسکنات کی سخت مخالفت میں پیش پیش تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کو نیچا دکھانے کے لیے خلافت کمیٹی کے اراکین نے بریلی میں ۱۲ تا ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ تا ۲۴ مارچ میں تحریک خلافت وترک موالات کی حمایت میں ایک جلسہ منعقد

کیا۔[1] جس میں ابوالکلام آزاد اور ان کے حواریین نے فاضل بریلوی کو خطابت کی دعوت دی۔[2] لیکن فاضل بریلوی علیل تھے، اس لیے سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفہ فاضل بریلوی، صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے حمایت اہل سنت میں اپنا موقف نہایت شاندار انداز میں مدلل و مکمل بیان فرمایا جس سے خلافت کمیٹی کا جلسہ بریلی میں بری طرح ناکام رہا جس کی پوری تفصیل "تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" کے علاوہ "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" مرتبہ جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مگر برا ہو اندھی عقیدت اور مشربی زعم و تعصب کا کہ خلافت کمیٹی والوں نے شکست سے دوچار ہونے کے باوجود اپنی شکست کا کھلے دل سے اعتراف نہیں کیا، حقائق کے برخلاف بریلی سے دور لاہور کے روزنامہ پیسہ اخبار میں اپنی فتح کا اعلان چھپوایا انکشاف حقائق پر جماعت رضائے مصطفیٰ نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے اصل حقیقت سے عوام الناس کو باخبر کرنے کے لیے روزنامہ پیسہ اخبار میں اپنا مراسلہ شائع کرایا چند سرخیاں ملاحظہ کریں:

۱۔ ایک غلط الزام کی تردید[3] (جماعت رضائے مصطفیٰ)

۲۔ مولانا سلیمان اشرف بھی حامی ترک موالات ہیں[4] (خلافت کمیٹی)

۳۔ مولانا سلیمان اشرف پر بہتان عظیم[5] (جماعت رضائے مصطفیٰ)

۴۔ مولانا سلیمان اشرف نے سر تسلیم خم نہیں کیا[6] (" ")

---

[1] اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر۔ ارشاد عالم چشتی۔ اشاعت اول ۱۹۹۳ء۔ ناشر رضا اکیڈمی لاہور۔ ص ۲۰۳۔۲۰۴

[2] ایضاً " " " " ص ۲۰۴

[3] پیسہ اخبار۔ روزنامہ۔ لاہور۔ ۲۹ مارچ ۱۹۲۱ء ص ۳، کالم ۲، ۱

[4] " " " ۱۳ اپریل ۱۹۲۱ء ص ۵، " ۳

[5] " " " ۲۲ اپریل ۱۹۲۱ء ص ۱۲، " ۱۰

[6] " " " " " ۱۹۲۱ء ص ۱۲، " ۳، ۴

۵۔ جماعت انصار الاسلام[1] (جماعت رضائے مصطفیٰ)

۶۔ بریلی خلافت فنڈ کا حساب ندارد[2] (")

ایک پاکستانی محقق نے اپنے ایک مقالے میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی کارکردگی کا جائزہ شدھی تحریک کے پس منظر میں لیا ہے۔ انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ فتنۂ ارتداد کی مؤثر روک تھام کے لیے جماعت رضائے مصطفیٰ نے سب سے پہلے اپنا وفد متاثر علاقہ میں روانہ کیا۔ لیکن اسی کے ساتھ تفصیلی روداد بتانے سے اظہار معذرت کیا ہے جس کا سبب انھوں نے عدم علم بتایا ہے[3] مخالفین کی بہتان طرازیوں کے ازالہ کے لیے اور محققین کی واقفیت کے لیے "تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" کی مدلل و مکمل دستاویزی شہادتوں کے ساتھ منظر عام پر آنا اندازہ کریں کہ وقت کی کتنی اہم ضرورت ہے جسے مزید عوام کو گمراہی سے بچایا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی قائم کردہ کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، اہل سنت و جماعت کی فراموش کردہ ایک عظیم الشان تحریک ہے۔ آج تک ہمارے ماہرین رضویات و دانشوران ملت اسلامیہ اور ذمہ داران قوم و مسلک نے اس کی تاریخ سازی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بھلا ہو مولانا شہاب الدین رضوی کا جنھوں نے ایک ضخیم تاریخ مرتب کر کے دنیائے اہل سنت پر احسان عظیم فرمایا۔ مولانا کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ رضویات کے گم نام گوشوں کو اجاگر کیا جائے۔ اور اسلاف کے وہ کارنامے جو دھول کے دبیز پردوں میں دبے پڑے ہیں ان کو نمایاں کیا جائے۔ میں مولانا رضوی کو اتنی کم عمری میں عظیم تصنیف پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں

---

[1] پیسہ اخبار۔ روزنامہ۔ لاہور۔ ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء ص ۳، کالم ۲

[2] " " " ۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء ص ۳، کالم ۳

[3]

اور امید رکھتا ہوں کہ مستقبل میں بھی اسی طرح سے اپنے قلمی فیضان کو جاری رکھتے ہوئے بیش بہا اور انمول جواہرات سے ملت اسلامیہ ہند کو نوازتے رہیں گے۔

آثار بتاتے ہیں سحر ہو کے رہے گی

مولانا شہاب الدین رضوی کے اس اہم بالشان کارنامہ کے تعارف کا اختتام اس دعائیہ شعر پر کر رہا ہوں ؎

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے — ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

حرف آغاز

برصغیر ہندو پاک میں اہل سنت وجماعت کی اکثریت ہے۔ اور باقی اقلیتی طبقہ میں شیعہ، بوہرہ، خوجہ، قادیانی، ندوی، دیوبندی، غیر مقلد اور جماعت اسلامی وغیرہ آتے ہیں۔ یہ فیصل شدہ بات ہے کہ جس ملک میں جو افراد اکثریت میں ہوں، تو قیادت کی عنان انہی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مگر ہندوستان میں مسلمانوں کا اکثریتی طبقہ قیادت کے حقوق سے محروم ہے، اور اقلیتی طبقہ مسلمانوں کا قائد و رہبر بنا ہوا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ ——— کبھی علماء اہل سنت نے اس بات پر غور کیا؟ ہرگز نہیں ——— تقسیم ہند سے قبل متحدہ ہندوستان کی عنانِ قیادت اہل سنت کے پاس تھی، ان کا ایک پلیٹ فارم تھا، اور نمائندہ جماعت بھی یعنی کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ——— مگر ۱۹۴۷ء کے بعد اہل سنت کی قیادت نے آپسی چپقلش کا شکار ہو کر اپنی اہمیت و افادیت کو کھو دیا ——— وقت اب بھی موجود ہے، غلطیوں کی اصلاح ممکن ہے۔ ماضی کے شاندار کارنامے، علماء اہل سنت کی بے باکانہ حق گوئی، ملی و قومی خدمات کو دوبارہ نظروں کے سامنے لا کر پھر سے ملک و ملت کی تعمیر، اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی جا سکتی ہے ——— اگر خلوص دل سے کوششیں کی جائیں تو۔

اہل سنت کے قد آور ادیب مولانا یٰسین اختر مصباحی نے سُنّی قیادت پر تبصرہ کرتے ہوئے خود احتسابی کی دعوت دی ہے، اور ان سے تیکھے سوال طلب کیے ہیں۔ رقم طراز ہیں:

یہاں غیروں کا تو گلہ شکوہ ہی بے کار ہے، کہ ان کا جو وطیرہ ہے اس پر وہ عمل کرتے ہی رہیں گے۔ البتہ احتساب خود اپنا کرنا چاہیے، کہ اپنی خدمات اور کثرت تعداد کے باوجود ہم سے یہ بے توجہی، اور ہماری یہ ناقدری کیوں ہے؟ ـــــ عنداللہ ہمیں اپنے کاموں کا جو اجر ملے گا اس کا ہمیں جو کچھ کرنا چاہیے اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ حالات جوں کے توں باقی رہیں گے، اور مخالفین کی ظاہری بالادستی ہمارے اوپر اسی طرح قائم رہے گی۔ جیسے پچیس فی صد ووٹ کے ساتھ چالیس سال (چند سال کا استثنا) سے کانگریس پارٹی ۵۶ فی صد ووٹ پانے والی اپوزیشن پارٹیوں پر حاوی اور مسلط ہوتی چلی آرہی تھی۔ اور اپنی اصلاح کے لیے بلا تکلف اس حقیقت کا اعتراف کرلینا چاہیے کہ ہمارے اندر جماعتی شعور، اور تنظیمی صلاحیت کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے۔ اور اس ایک کمی نے ہمارے وزن اور قدر کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ [1]

بس اک قدم اٹھا تھا غلط راہ شوق میں ــــ منزل تمام عمر ہمیں ڈھونڈتی رہی
پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی ــــ کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

حقائق کا اعتراف زندہ قوموں کی علامت ہے ـــــ تقسیم ہند کے بعد اس میں کوئی شک نہیں، کہ اہل سنت وجماعت ہمیشہ دفاع کی پوزیشن میں رہی، تعمیر وترقی اور پیش قدمی کی طرف کوئی جد وجہد نہ کرسکے۔ اور ہماری تمام صلاحیتیں، ملت کا عظیم سرمایہ بے سود دفاعی محاذ پر صرف ہوتا رہا۔ اگر یہی قوت پیش قدمی اور ارتقا کی جانب لگادی جاتی تو کروڑوں مسلمانوں کے ہزاروں مسائل کا علاج ممکن ہوجاتا ـــــ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور غیر معیاری امور میں مصروف کار رہے۔ حق یہ ہے کہ علماء وقائدین اہل سنت کسی سازش کا شکار ہوگئے ـــــ علامہ ارشد القادری نے اہل سنت کے کل ہند تنظیمی جماعتوں

---

[1] ماہنامہ حجاز دہلی: ص ۴، بابت فروری ۱۹۹۰ء/ ۱۳۱۰ھ

کے سربراہوں کے نام ایک دردانگیز مکتوب میں اپنی کثرت کے باوجود بکھراؤ کی حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے جھنجھوڑا ہے:

کیا اب بھی وہ مسعود ارجمند گھڑی نہیں آئی ہے، کہ ایک ہی منزل کے دو مسافر، ایک ہی ایوان دولت کے دو نیاز مند، اور ایک ہی چراغ حرم کے دو وارفتہ جگر پروانے مشترک مقصد کی والہانہ شیفتگی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوجائیں اور باطل پرستوں کی مغرور دنیا کو اس بات کا یقین دلادیں، کہ ہزاروں حلقوں، سیکڑوں خانوادوں، اور بے شمار تنظیمی اداروں میں بکھرے ہوئے کئی کروڑ سنی وقت کی پکار پر سرشار دیوانوں کی ایک ایسی صف بھی وجود میں لاسکتے ہیں جس کے دونوں کنارے جنوب وشمال کی آخری حدوں سے جا ملیں۔ [1]

اہل سنت وجماعت کے قائدین کی فکر انگیز تحریروں وتقریروں سے کیا فائدہ پہنچا؟ ـــــ اور کیا تحریکی شعور بیدار ہوا، یا تنظیمی ڈھانچہ درست ہوگیا؟ ـــــ ان سوالات کے جوابات اہل دانش کی آنکھوں کے سامنے گشت کررہے ہیں ؎

اندر سے اصولوں کی طرح ٹوٹے ہوئے لوگ ــــ بک جائیں تو دیکھو، نہ تعجب کی نظر سے
اب کوئی خوشبو نہ مانگے پھول سب مرجھا گئے ــــ راکھ بھر دی ہے کسی نے زیست کے گلدان میں

ہندوستان کی دارالسلطنت دہلی، بریلی اور دیوبند کی مسافت کے اعتبار سے قریب برابر ہے ـــــ دہلی ہر محاذ کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور آج کے دور میں اور بھی زیادہ اہم ہوگیا ہے۔ دیوبند نے جس طرح دہلی کو اپنا مرکز بنایا، بریلی نے ماضی میں بھی اس طرف دھیان نہیں دیا ـــــ مگر آج اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اہل سنت وجماعت نے اس کی اہمیت کو سمجھا، اور اپنا مرکز بنانے کی تگ ودو میں مصروف ہے ـــــ اہل سنت کے نڈر صحافی یوسف تاتاری ماضی کے حالات کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

آج بارہ سال سے مسلم علماء اہل سنت وجماعت کی خاموش زبانی نے مسلمانان

---

[1] ماہنامہ نوری کرن بریلی: ص ۳۸، بابت دسمبر ۱۹۶۱ء/ ۱۳۸۱ھ

اہلِ دہلی کی، اور کتنی پیاس و پیاس بڑھا دی ہے، کہ وہ جہاں کہیں دور سے دور کسی سنی عالم کی آمد کی خبر پاتے ہیں، کس طرح دوڑے ہوئے جاتے ہیں، کہ جس طرح محفل میں شمع روشن ہو، اور پروانے فدا ہونے آجاتے ہیں اور ہر طرف سے اس مردِ مجاہد کو گھیر لیتے ہیں...... مگر وہ کچھ دنوں میں دعوتِ حق کے لیے انکار کر دیتا ہے، اگر یہی حالت رہی تو مسلمانان ہند نہ صرف ہیں اخ کر دیں گے، بلکہ یہ تیری غلامی کا بھی طوق آتار پھینکیں گے، اور ہماری بارہ سالہ محنت اس طرح سے برباد ہو جائے گی جیسے گدھے کے سر سے سینگ جاتے رہتے۔[1]

اہلِ سنت و جماعت کے اکابرین، جنھوں نے ملتِ اسلامیہ کے لیے بے شمار خدمات انجام دیں، مگر ہم ان کے روشن کارناموں کو صفحۂ قرطاس پر سپردِ قلم نہ کر سکے ـــــــ اور وہ لوگ جنھوں نے "انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوایا" ان کی تاریخ و تذکرے کئی مجلدات میں تصنیف ہوئے اور ان کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ـــــــ ماضی کے اوراق الٹ کر دیکھیے، قدیم ریکارڈ اہلِ سنت اکابرینِ ملت کے کارناموں سے پُر ہے۔ مگر ایک زمانہ گزر گیا، تاریخ سازی کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی ـــــــ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، محدثِ اعظم محمد میاں کچھوچھوی، امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، مفتیِ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی، مبلغِ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا قطب الدین برہمچاری، مولانا ہدایت رسول رامپوری وغیرہ کو جو مقام و منصب ملنا چاہیے تھا وہ نہ مل سکا، ان کی بیش بہا خدمات دبیز پردوں میں دب کر رہ گئیں۔

وہ لوگ کیا ہوئے، وہ زمانہ کدھر گیا

ان علمائے کرام نے ہر محاذ پر اہلِ سنت کی نمائندگی کی، میدانِ عمل ہو یا جہاد، مذہب ہو یا سیاست ـــــــ انھوں نے اسلام اور بانیِ اسلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] ہفت روزہ سنی الجمعیۃ دہلی: ص ۲، بابت ۲۲ محرم ۱۳۸۱ھ / ۶ جولائی ۱۹۶۱ء

علیہ وسلم کی خاطر جان و مال کو قربان کر دیا۔ آج ان کی بے پایاں قربانیوں کو فراموش کر دیا گیا، عوام تو عوام اکثر علما بھی بے خبر ہیں۔ مذکورہ علمائے کرام نے وہابیت کی آندھی و طوفان میں بھی تحریکیں زندہ رکھیں، طوفان کے تھپیڑوں کے کلیجہ کو چیر دیا، اور ان کے قدم کبھی متزلزل نہ ہوئے، ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے مردانہ وار مقابلہ کر کے باطل کشتی کو غرقاب کر دیا۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمدی اس کے بدن سے نکال دو (ڈاکٹر اقبال)

آج کے مادی دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ عصرِ حاضر کے تمام تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے افراط و تفریط سے بچ کر لٹریچر پیش کیا جائے ـــــــ جماعت اہلِ سنت میں قلم کاروں اور ادیبوں کی کمی نہیں ہے، مگر وہ ذہنی الجھنوں اور معاشی فکر میں مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے سکون و اطمینان درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے ـــــــ موجودہ تنظیموں و جماعتوں (اگر ہیں تو؟) کو چاہیے کہ ایسے تمام افراد کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے کر، بہتر افراد کی تشکیل کریں۔ ورنہ اغیار نے ہر محاذ پر کامیابی کے بعد لٹریچر پر چھاپ بڑھا دی ہے، اور گرفت مضبوط کر دی ہے۔ اردو، عربی کے علاوہ انگریزی، ہندی اور علاقائی زبانوں میں اپنا لٹریچر شائع کر رہے ہیں ـــــــ یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ ترمیم و تنسیخ کی پوری منظم سازش رچی گئی، جیسا کہ جناب نوشاد عالم چشتی انکشاف کرتے ہیں:

> آج کل یوں بھی ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں تحریف و خیانت، اور کتر بیونت کا کام بڑے خاموش انداز میں جاری ہے۔ تاریخ کو بدلنے اور اس کو مسخ کرنے کا کام ایک بڑے منظم انداز میں شروع کر دیا گیا ہے، تاکہ یہ پاکباز نفوس اپنے بزرگوں کی ان کرتوتوں پر پردہ ڈال سکیں، جن سے ماضی میں مسلمانوں کو سخت نقصان دینی، جانی، مالی تمام اقسام کا پہنچا ہے۔ کاش محققین اس پر بھرپور توجہ دیتے۔[1]

---

[1] نوشاد عالم چشتی، ادیب: اتہامات عبد الرزاق ملیح آبادی، ص ۱۱۳، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۴ء

افکار سے ہشیار کہ یہ وقت کی موجیں
پیغام بدل دیتی ہیں، انداز بدل کر

جماعت رضائے مصطفیٰ کے بانی اور سرپرست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عظیم خدمات آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ انھوں نے باطل مذہبیت کا رد بلیغ فرمایا ——— اور جب مخالفین سے کچھ نہ بن سکا تو انھوں نے کردار کشی کی تحریک چلائی، اور یہ الزام لگایا کہ امام احمد رضا انگریز نواز تھے، اور ان کی تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ بھی انگریز نواز ہے۔ ——— یہ ایک ایسا سفید جھوٹ اس صدی میں بولا گیا جس کی نظیر پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے ——— وہابی علماء کی یہ چال بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو انھوں نے گورنمنٹ سطح کی کاروائی کی، اور حکومت وقت کا سہارا لیا ——— حکومتی پیمانہ پر جاری شدہ سی آئی ڈی کی رپورٹ تمام اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کی گئی۔ اور وہابی خیمہ نے اس رپورٹ کو مزید ہوا دی ——— چونکہ وہ اپنی تحریک میں بزعم خویش کامیاب ہو گئے تھے ———

سی آئی ڈی کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

جماعت رضائے مصطفیٰ ۱۹۱۰ء میں بریلی میں قائم یہ انگریز نواز، اور کانگریس دشمن تھی، اس کے بانی مولانا احمد رضا خاں تھے، اس وقت ان کے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا خاں اس کے صدر ہیں۔ اس کی برانچیں مولانا حامد علی صاحب نے رائے پور، جبل پور، سلطان پور اور پیلی بھیت میں ۱۹۰۰ء میں قائم کیں۔ پارٹی (جماعت رضائے مصطفیٰ) اس وقت اسمبلی میں وقف بل اور قاضی بل کی مخالفت کر رہی ہے۔ [۱]

[۱] انڈین ایکسپریس، ٹائمز آف انڈیا، بابت ۲۱ جولائی ۱۹۹۱ء

الف: جماعت رضائے مصطفیٰ کے قیام کی تاریخ بالکل غلط ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے ۱۹۲۰ء میں اس کو قائم کیا تھا، اور خالصتاً مذہبی تحریک تھی، تاہم مذہبی تناظر میں سیاست کو مدنظر رکھتی تھی۔

ب: وقف بل اور قاضی بل کی مخالفت جماعت رضائے مصطفیٰ نے بڑی شدومد کے ساتھ کی، اور اس میں یہ تحریک کامیاب بھی ہوئی۔ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور میں شائع شدہ جماعت کا نقطۂ نظر ملاحظہ کر سکتے ہیں جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی آخر کتاب میں موجود ہے۔

مذکورہ سی آئی ڈی رپورٹ کو بار بار پڑھیں، اور غور کریں کہ جس کا بانی انگریزی ملکہ کا ٹکٹ جب ڈاک پر لگاتا تھا تو بنظر توہین اس کا سر نیچے کر دیا کرتا تھا [۱] ——— ایسی صورت میں کوئی بھی غیر جانبدار محقق و دانشور اس بات کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوگا کہ وہ اور ان کی تنظیم انگریز نواز تھی ——— جبکہ ان کے مخالفین انگریز نوازی اور شمس العلماء جیسے خطابات کے حصول میں مشہور زمانہ ہیں۔ [۲]

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھیے

جماعت رضائے مصطفیٰ کی مقبولیت اور عالمگیر شہرت مخالفین کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی ——— اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اس تحریک کو دم زدن میں ختم کر دیا جائے۔ اور اگر اس کو دفنانے میں وقت لگا تو ہم خود دفن کر دیئے جائیں گے ——— بالآخر انھوں نے حکومت کا سہارا لیا اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔ ——— بریلی شریف کی معروف شخصیت مرزا عبدالوحید بیگ رضوی نے اپنا رد عمل اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

ملک کے ذمہ دار اور سرکاری اداروں میں بھی فرقہ پرستی کا پودا عظیم الشان درخت بن رہا ہے، اور برابر اس پودے کی آبیاری ہو رہی ہے۔ اس امر کا ثبوت محکمۂ خفیہ کی وہ رپورٹ ہے، جس میں آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کو فرقہ پرست بتایا گیا ہے، اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ لغو بہتانات اور الزامات دل کھول کر لگائے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ جماعت ملک کے بہترین قائدین، مفکرین اور مدبرین کی امارت اور نظامت میں ملک و قوم وملت کی خدمت میں سرگرم ہے۔ ان جماعتوں کے قائدین وہ لوگ ہیں جو انسانیت کے محسن اعظم

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر: گناہ بے گناہی، ص ۳۳، المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۹۹۳ء
[۲] عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: شیشے کے گھر، ص ۱۲۸، رضا اکیڈمی لاہور

رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے صحیح اور سچے جانشین ہیں ۔ اور جن کا اصولی فرقہ پرست متعصب اور تنگ نظر ہونا ناممکن ہی نہیں، بلکہ محال ہے، مگر برا ہو فرقہ پرستی کا کہ ان اصولی جماعتوں میں بھی فرقہ پرستی کے کیڑے نظر آنے لگے ۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی، اور ان کی تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ کو بدنام کرنے اور سرگرمیوں کو ماند کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے ــــــ مگر حق ہمیشہ بلند رہا ہے اور تا قیامت انشاء اللہ تعالیٰ بلند و بالا رہے گا ؎

کیا بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

۱۹۸۹ء میں راقم نے رام پور رضا لائبریری رام پور، صولت پبلک لائبریری رام پور میں موجود قدیم اخبارات و رسائل کی فائلیں دیکھنا شروع کیں ۔ ان میں ہفت روزہ دبدبۂ سکندری کافی اہمیت کا حامل ہے ۔ اخبار کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ جگہ جگہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی رپورٹیں، مراسلے اور احتجاجی کارروائیاں نظر سے گزریں، معاً ذہن میں یہ خیال گزرا کہ خدا نے فرصت دی تو جماعت رضائے مصطفیٰ کی تاریخ ضرور مرتب کروں گا ــــــ بالآخر تقریباً چھ ماہ کی مدت میں روزانہ شب و روز کی محنت شاقہ پر ۲۵ سال کی ۲۵ جلدیں مکمل دیکھیں، اور ساتھ ہی اس کا ایک اشاریہ بھی مرتب کر دیا ۔ یہ یاد رہے کہ یہ کام استاد گرامی مولانا مفتی شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور کی ایماء پر کیا تھا ۔

راقم السطور کے مرتب کردہ اشاریہ کی بنیاد پر دبدبۂ سکندری کی فوٹو اسٹیٹ کرائی گئی، بعدہٗ موصوف کے حکم پر اشاریہ اور پوری کاپیاں موصوف ہی کو سپرد کر دی گئیں، جس کی کوئی کاپی احقر کے پاس نہ رہ سکی ۔ مگر راقم کے دل میں روز بروز جذبہ پروان چڑھتا رہا کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی تاریخ ضرور بالضرور مرتب ہونا چاہیے ۔ اس احساس کو تقویت اس وقت مل گئی جب

---

[1] ہفت روزہ سنی الجمعیۃ دہلی: ص ۳، بابت ۴ر اگست ۱۹۶۱ء

راقم مولانا عبد المصطفیٰ ردولوی کے منعقدہ امام احمد رضا سیمینار لکھنؤ (۱۹۹۲ء) میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ حاضر ہوا، اور ساتھ ہی ساتھ صرف مطالعہ اور معلومات کی بنیاد پر جماعت رضائے مصطفیٰ کا سرسری جائزہ بھی لکھ کر لے گیا تھا ۔ دوران سیمینار مولانا یٰسین اختر مصباحی نے مقالہ ملاحظہ فرمایا ۔ موصوف مقالہ کے اوراق الٹ رہے تھے اور احقر کے لیے دعا کر رہے تھے ۔ ایک سرسری نظر کے بعد باقاعدہ اس کی تاریخ لکھنے کی طرف توجہ دلائی، اور مزید تاریخی دستاویزات اور حوالہ جات کی نشاندہی بھی فرمائی ۔ مقالہ کی ایک کاپی ناظم سیمینار کو سپرد کر دی گئی، جبکہ راقم السطور کو سیمینار کی نشست میں مقالہ پڑھنے کا موقع نہیں دیا گیا ۔ سیمینار میں مشمولہ تمام مقالات کو مولانا عطا محمد رضوی اترولوی نے مجموعہ کی شکل میں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ اور مقالات پر نظر ثانی کے لیے مولانا محمد احمد مصباحی کی خدمات حاصل کی گئیں ۔ باوجود کوشش مولانا اترولوی اپنے منصوبہ میں ناکام رہے ۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ مولانا محمد احمد مصباحی کا مکتوب گرامی موصول ہوا، جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی تاریخ لکھنے کے لیے تمہارا انتخاب ہوا ہے ــــــ دوسری جانب صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بھی اس کی افادیت و اہمیت کی طرف توجہ دلائی ــــــ جبکہ مولانا یٰسین اختر مصباحی کا برابر اصرار او حکم تھا کہ یہ کام بہت جلد شروع کر دو ۔ راقم السطور ماہنامہ سنی دنیا بریلی کی مصروفیات کی وجہ سے ٹال دیتا تھا، مگر مولانا مصباحی کا حکم سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا اور احقر کو حکم کی بجا آوری کے لیے سر خم کرنا پڑا ۔ ابتداءً استاد گرامی سے رابطہ قائم کیا، مگر سوئے اتفاق کردہ بے سود ہی رہا، بالآخر احقر نے رضا لائبریری رام پور میں دوبارہ محنت کر کے بمشکل تمام مواد جمع کیا ۔

"تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" کی ترتیب و تدوین کا کام عین بابری مسجد کی شہادت کے دوسرے دن یعنی ۷ر دسمبر ۱۹۹۲ء سے شروع ہوا ۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے بانی و سرپرست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے روضۂ انوار میں بیٹھ کر کتاب کا آغاز کیا ــــــ

یہ تاریخ ایسے بھیانک وقت میں لکھی گئی جب ہندوستان فرقہ وارانہ آگ کی لپیٹوں میں تھا،

اور یہ قوم مسلم کے لیے مقتل بنا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے تقدس وعظمت کی پامالی، ماں بہنوں کی عصمتوں سے کھلواڑ کیا جا رہا تھا —— تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ لکھتے وقت قلب وجگر کانپ رہے تھے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں دواں تھا۔ ریڈیو اخبارات کی خبریں آئے دن ایک پر تشدد اور خوفناک صورت حال سے دوچار کر دیتی تھیں، مگر سوائے کفِ افسوس کے اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ ؎

میرے ذوقِ جنوں پہ پہرہ ہے
دل شکستہ ہے زخم گہرا ہے
ہم سے زینت ملی ہے مقتل کو
دار کو بڑھ کے ہم نے چوما ہے
(انجانا چشتی)

زیر نظر کتاب کی تالیف کے دوران راقم السطور نے ملک کی شہرت یافتہ لائبریریوں کا دورہ کیا، اور وہاں پر رہ کر مواد کی فراہمی میں منہمک رہا۔ مثلاً دار المصنفین اعظم گڑھ، برہانیہ کالج لائبریری ممبئی، لائبریری انجمن اسلامیہ ممبئی، پبلک لائبریری دہلی، جامعہ ملیہ لائبریری دہلی، شبلی کتب خانہ ندوۃ العلما، لکھنؤ، لائبریری جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مولانا ابو الکلام آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ذاتی کتب خانہ محب الحق بن مفتی شریف الحق امجدی گھوسی، شمس العلوم لائبریری بدایوں، پیلی بھیت، مراد آباد، رام پور، آگرہ، کلکتہ وغیرہ کی مختلف چھوٹی بڑی لائبریریوں سے استفادہ کیا —— کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں زیادہ تر مواد جناب مرتضیٰ علی رضوی بانس منڈی بریلی نے فراہم کیا، چونکہ آپ کے والد ماجد شیخ مشتاق علی رضوی مرحوم جماعت رضائے مصطفیٰ کے رکن رکین تھے، جس کی وجہ سے موصوف کے یہاں خاطر خواہ ذخیرہ موجود ہے۔ راقم السطور موصوف کی اس علم دوستی اور فراخدلی کا ممنون ہے۔

تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ کی تکمیل مختصر سی مدت تقریباً ۱۰ ماہ میں ہو گئی تھی، مگر دوسرا اہم مسئلہ نظر ثانی کا درپیش تھا، مولانا یٰسین اختر مصباحی کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انھوں نے مولانا محمد احمد مصباحی کی طرف رجوع کرنے کے لیے فرمایا —— الغرض مؤخر الذکر کو جیسے تیسے راضی کر لیا، مولانا بے انتہا مصروف شخصیت ہیں، جس کی وجہ سے نظر ثانی میں

کافی تاخیر ہوئی، مگر مولانا عبد المبین نعمانی قادری کی بار بار یاد دہانیاں اپنا اثر کر گئیں اور موصوف نے نظر ثانی فرما دی۔ احقر بصمیم قلب مشکور وممنون ہے۔

احقر کی تحقیق وتلاش کا نچوڑ "تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" آپ کے سامنے ہے۔ جہاں علمائے کرام ودانشورانِ ملت نے راقم کا علمی تعاون فرمایا، وہیں رضا اکیڈمی کے سرگرم اراکین نے اشاعت کا بار اٹھا کر ایک اہم ملی وقومی خدمت سرانجام دی —— رضا اکیڈمی ممبئی کے سربراہ اور بانی مولانا الحاج محمد سعید نوری نے ہمیشہ راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے نیز تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ کی اشاعت کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین وکرم فرما حضرات کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آخر میں رضویات کے ماہرین اور محققین کی خدمت میں التماس ہے کہ کہیں بھی کوئی فروگذاشت نظر سے گزرے تو ضرور مطلع کرنے کی زحمت فرمائیں۔ احقر اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے اس کا اندازہ تو محققین اہل علم ہی لگا سکتے ہیں ؎

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ لے جائیگا

۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — احقر محمد شہاب الدین رضوی غفرلہ
۲۵ جون ۱۹۹۵ء — ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف
موضع شیدا پور پوسٹ قیصر گنج ضلع بہرائچ (یو پی) — فون: 472166



دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ کے سامنے کا منظر (آگرہ)

جماعت رضائے مصطفےٰ

اغراض ومقاصد اور شعبہ جات کا تعارف

اغراض ومقاصد

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے اغراض ومقاصد حسب ذیل تھے۔

(۱) ــــ حتی الوسع مخالفین کے حملوں کی تقریراً وتحریراً ہر طرح مدافعت کرنا۔ اور ان کے افتراؤں بہتانوں کی جن سے وہ سادہ لوح مسلمانوں کو علماء اہل سنت سے بدعقیدہ کرتے ہیں۔ پردہ دری کرنا۔

(۲) ــــ وہ مضامین وکتب جو سنت وجماعت، اور اعداء دین کے حملوں کی مدافعت میں ہوں۔ بالخصوص حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف قدسیہ شائع کرنا۔

(۳) ــــ تمام اہل سنت خصوصاً حلقہ بگوشان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں باہم اتفاق واتحاد اور محبت وودادقائم کرنا۔ (۱)

شرائط داخلہ

(۱) ــــ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا رکن وہی ہوگا جو مستقیم متصلب سنی صحیح العقیدہ ہو۔

(۲) ــــ جو رکن ہوگا اسے صلاح وسعادت تہذیب ومتانت کی صورت بنناہوگا۔

(۳) ــــ جو چندہ ماہانہ اپنی عالی ہمت سے مقرر فرمائے گا، وہ ماہ بماہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲)

مجلسِ شورہ

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے اغراض ومقاصد اور شرائط داخلہ جان لینے

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ/ ص ۲۳، ۲۴

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۴

کے بعد اب ارکان مجلس شوریٰ کے اسماء گرامی پیش کئے جا رہے ہیں۔ جماعت کے منصوبہ کو تیار کرنے، اور خطوط متعین کرنے میں مجلس شوریٰ کا اہم رول ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ میں وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو صائب الرائے سمجھا جاتا ہو۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد سے کھیلنا نہ چاہتے ہوں، بلکہ ان کی فلاح و بہبود پر ہر وقت نظر رکھتے ہوں۔ جماعت کے اصولوں کے خلاف ان کا کوئی قدم نہ اٹھے۔

(۱) ـــــ مولانا ہدایت یار خاں نوری رضوی
(۲) ـــــ جناب محمد شفیع الدین خاں رضوی
(۳) ـــــ سید ضمیر الحسن رضوی الجیلانی
(۴) ـــــ مولانا سید ایوب علی رضوی
(۵) ـــــ مولانا محمد جمیل الرحمن قادری رضوی
(۶) ـــــ مولانا نواب وحید احمد خاں رضوی ایڈوکیٹ
(۷) ـــــ نواب حمید یار خاں رضوی
(۸) ـــــ نواب سعید احمد خاں رضوی
(۹) ـــــ جناب فدا یار خاں رضوی
(۱۰) ـــــ جناب بابو فیاض حسین رضوی (۱)
(۱۱) ـــــ جناب سید قناعت علی رضوی (۲)

مذکورہ شخصیات میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت کے خاص معتقدوں میں سے تھے۔ شہر بریلی میں چار نہایت دولت مند اور معزز شہر جن کو نواب کہا جاتا تھا اور وہ اپنے اثرات شہر پر اچھے خاصے رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کے خاص

---

(۱) ایوب علی رضوی، سید، مولانا، روداد جماعت رضائے مصطفےٰ سال اول ۱۳۳۹ھ ص ۴۴
(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۵۴

مریدوں میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے تعلق خاطر ہونے کی وجہ سے، اور ان کے شہر پر اچھے اثرات ہونے کی وجہ سے جماعت رضائے مصطفےٰ کے لئے ان کی نمائندگی حاصل کی گئی۔[۱] شہر کے معزز خاندان اور شخصیات جب جماعت میں شامل ہوئے تو ان کے زیر اثر ممبر شپ قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔

اسماء گرامی عہدیداران

(۱) مولانا منشی نواب ہدایت یار خاں نوری رضوی ـــــ صدر و خازن
(۲) محمد شفیع الدین رضوی ـــــ نائب صدر
(۳) سید ضمیر الحسن رضوی الجیلانی ـــــ ناظم جماعت
(۴) مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی ـــــ نائب ناظم
(۵) مداح الحبیب مولانا محمد جمیل الرحمن خاں قادری رضوی ـــــ واعظ و مبلغ جماعت
(۶) مناظر اعظم مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رضوی ـــــ مناظر جماعت
(۷) سید قناعت علی رضوی ـــــ امین دفتر جماعت
(۸) حمید یار خاں رضوی ـــــ افسر عاملین جماعت
(۹) نواب منشی فدا یار خاں رضوی ـــــ نائب افسر عاملین جماعت
(۱۰) مولانا نواب وحید احمد خاں رضوی ایڈوکیٹ ـــــ ناظر جماعت

---

(۱) بروایت مولانا شاہ شوکت حسن قادری رضوی، مقیم کراچی، داماد خاص مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا بریلوی آپ کو مفتی اعظم ہند سے بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور کئی بار زیارت حرمین شریفین سے شرفیاب ہوئے، راقم سے نہایت درجہ محبت فرماتے ہیں۔ انکی گفتگو میں تعلیمی اور تعمیری پہلو زیادہ نمایاں رہتا ہے۔ جب کبھی بزرگوں کے واقعات سنانے لگتے ہیں تو بڑے اہتمام و ادب کے دائرہ میں سناتے ہیں اور بعض اوقات تو یہ دیکھا گیا کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت سناتے سناتے غشی طاری ہو گئی اور بے ساختہ آنسو بہنے لگے، رمضان المبارک کے پورے مہینہ میں پوری رات عبادات و ریاضات میں گزارتے ہیں۔ بڑے متقی، پرہیزگار، اور صوفی منش انسان

(۱۱) منشی شوکت علی رضوی ———— نائب ناظر جماعت

(۱۲) منشی منظور حسین رضوی ———— محصل جماعت

(۱۳) جناب محمد بخش ———— چپراسی دفتر جماعت[1]

اسمائے گرامی عہدیداران جماعت عاملین

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبہ "عاملین" کا اضافہ دوسرے سال یعنی ۱۳۴۰ھ میں ہوا، چونکہ سال اول ۱۳۳۹ھ کی روداد میں اس شعبہ کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

(۱) منشی حمید یار خاں قادری رضوی ———— افسر اعلیٰ

(۲) نواب نور یار خاں قادری رضوی ———— نائب افسر اعلیٰ

(۳) جناب حشمت اللہ قادری رضوی ———— امیر کپتان

(۴) سید فدا علی رضوی قادری ———— رئیس کپتان

(۵) شیخ حمید اللہ قادری رضوی ———— کپتان

(۶) پچاس حضرات مریدین اعلیٰ حضرت ———— عاملین جماعت[2]

سرپرست خاص

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے بانی سرپرست اعلیٰ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ تھے، وہ جب تک حیات رہے، اس مرکزی محمدی فوج اسلامی کی سرپرستی فرماتے رہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے انتقال کے بعد حجۃ الاسلام مولانا مفتی

ان. قد لا، چہرہ نورانی، داڑھی بالکل سفید اور خوبصورت، بال سنت رسول کی حد تک، لباس میں کرتا پائجامہ اور شیروانی اور گلے میں ایک پیلا رومال ہمیشہ پڑا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ___ مولانا شاہ شوکت حسن صاحب رضوی مدظلہ کا سایہ تادیر قائم رکھے

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ، ص ۲۵

(۲) 〃 〃 〃 〃 سال دوم ۱۳۴۰ھ، ص ۲۶

حامد رضا بریلوی نے جماعت مبارکہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔ وہ جب تک حیات رہے، اس کے بال و پر سنوارنے اور ترقی کی منزلوں تک پہنچانے میں لگے رہے۔ آپ کے بعد تاجدار اہل سنت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے سرپرستی وقیادت فرمائی، حضور مفتی اعظم کے دور میں جماعت رضائے مصطفےٰ کو سخت ترمراحل کا سامنا کرنا پڑا۔

سرپرست عمومی

مندرجہ ذیل شخصیات، علماء کرام اور مشائخ عظام نے حتی الوسع جماعت کی سرپرستی قبول کرتے ہوئے تعاون کا ہاتھ بڑھائے رکھا۔

(۱) حضرت مولانا شاہ سید اسماعیل حسن میاں برکاتی، سجادہ نشین سرکار مارہرہ مطہرہ

(۲) تاج العلماء مولانا سید محمد میاں قادری، سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ

(۳) مولانا مفتی شاہ عبد الاسلام محمد عبد السلام رضوی جبل پوری

(۴) صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی۔

(۵) صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

(۶) ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین رضوی بہاری

(۷) صدر العلماء مولانا رحیم الٰہی منگلوری

(۸) حضرت مولانا محمود جان رضوی جام جودھ پوری

(۹) استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی

(۱۰) برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری۔

(۱۱) حضرت مولانا امام الدین کوٹلی لوہاران پنجاب

(۱۲) حضرت مولانا سید محمد آصف رضوی قادری کانپوری

(۱۳) مولانا محمد عرفان علی رضوی بیسلپوری

(۱۴) مولانا قاضی ابو الکمال محمد شہید الدین مرادآبادی

(۱۵) صدر الواعظین مولانا سید غلام محی الدین راندیری

(۱۶) قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد القادری مہاجر مدنی

(۱۷) مولانا مولوی ابوذر سنبھلی

(۱۸) مولانا قاضی محمد قاسم سیالکوٹی

(۱۹) مولانا غلام رسول بھاولپوری، کراچی

(۲۰) مولانا احمد حسین خاں رامپوری، مقیم اجمیر مقدس

(۲۱) مولانا سید محمد حسن عرب عرف مولوی پنجابی، مقیم جے پور

(۲۲) مولانا غلام چشتی، چندوسی ضلع مراد آباد

(۲۳) مولانا احمد حسن خاں نجیب آبادی.

(۲۴) حاجی مفتی جلال الدین لاہوری ــــ (۱)

مذکورہ بالا حضرات میں وہ شخصیات بھی ہیں، جو اپنے عہد کے جید عالم، فقیہ النفس مفتی، نکتہ رس مدبر، اثر انگیز مناظر و واعظ اور سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔

مخصوص عمائدین جماعت

مندرجہ ذیل حضرات وہ اراکین و عمائدین جماعت رضائے مصطفےٰ ہیں، جن کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے اہم ستون تھے۔ ان حضرات نے ایثار اور خلوص کے ساتھ ہر وقت جماعت کا تعاون کیا۔ کبھی کبھی مالی بحران کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا کہ اب جماعت دم توڑنے لگی مگر ان ہی باحوصلہ اور مخیر لوگوں کے تعاون مالی سے جماعت دوبارہ زندہ ہو جاتی تھی۔ جماعت مبارکہ کے یہ مخصوص عمائدین تھے۔

(۱) عبد الستار اسماعیل رضوی کاٹھیا واڑی، مقیم رنگون

(۲) شیخ امام علی رضوی بمبئی

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ، ص ۲۵، ۲۶۔

(۳) حاجی عبد الجبار، جے پور

(۴) حاجی ابو یوسف رضوی بمبئی

(۵) عثمان عبد الغنی، ساکن رنگون

(۶) آدم جی یعقوب، ساکن رنگون

(۷) مولانا پیر فدا حسین شاہ خلف الرشید امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری

(۸) مولانا چودھری عبد الحمید خاں، رئیس اعظم سہاور

(۹) ہاشم جمعہ، ساکن سردار گڑھ کاٹھیاواڑ

(۱۰) ابوبکر طیب جام جوت پوری

(۱۱) سلیمان شکرانی جام جوت پوری.

(۱۲) حاجی موسیٰ سلیمان، جام جوت پوری

(۱۳) حاجی عبد الشکور جال گونڈل کاٹھیاواڑ

(۱۴) محمد یوسف اسحاق، گونڈلوی

(۱۵) علی محمد بن حاجی محمد اسحاق جام جوت پوری

(۱۶) سلیمان عبد اللطیف، کاٹھیاواڑ

(۱۷) ہاشم جمال، گونڈل

(۱۸) آدم احمد، جام جوت پور ــــ (۱)

مندرجہ ذیل نام دوسرے سال کے اضافہ میں آئے

(۱۹) مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی (محدث اعظم ہند)

(۲۰) شیخ معز الدین، رئیس اعظم ابراہیم پور ضلع بھاگلپور

(۲۱) شیخ منشی محمد شریف عالم، رئیس ابراہیم پور ضلع بھاگلپور

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ/ ص ۲۶، ۲۷

(۲۲) محمد عبد الہادی وارد حال رانچی
(۲۳) محمد عبد العزیز، فتحپور ضلع بھاگلپور
(۲۴) شیخ نذیر حسین اکبرپور، ضلع بھاگلپور
(۲۵) شیخ ابو الحسن
(۲۶) شیخ احمد حسین بلاری ضلع مرادآباد
(۲۷) ابو الفضل جان محمد رضوی، ہوڑہ
(۲۸) عبد الحکیم ساکن ہوڑہ
(۲۹) عبد الکریم باری پدا (ریاست میور بھنج) ——— (۱)

ذیل کے نام چوتھے سال یعنی ۱۳۴۱ھ میں زیادہ ہوئے

(۳۰) سلیمان شکرانی، جام جوت پوری
(۳۱) حاجی عیسیٰ خاں محمد قاضی رضوی دھوراجی
(۳۲) کھتری احمد ابن عیسیٰ کاٹھیاواڑی وارد حال بمبئی
(۳۳) حاجی عبد الرحمٰن مارواڑی مقیم کلکتہ
(۳۴) مولانا عبد العزیز خاں کلکتہ
(۳۵) مولانا احمد خاں رضوی کلکتہ
(۳۶) شیخ امام علی رضوی مالک ہوٹل اسکریم بمبئی
(۳۷) حاجی عبد الغفور بمبئی
(۳۸) حاجی عبد الجبار رضوی جے پور
(۳۹) نظام الدین فیض منصور تی
(۴۰) خان بہادر محمد اصغر علی خاں، رئیس شہر کہنہ بریلی۔

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی: سال دوم ۱۳۴۰ھ/ص ۳۷، ۳۸

(۴۱) سلیمان عبد اللطیف رضوی کاٹھیاواڑی، مقیم کولمبو (سلون)
(۴۲) تصدق حسین قادری رضوی وارد حال کوہ ڈلہوزی
(۴۳) مولانا ابو رشید محمد عبد العزیز لاہور
(۴۴) منشی عبد الہادی آوارا ضلع مان بھوم
(۴۵) حاجی یوسف علی خاں نجیب آبادی
(۴۶) مولانا احمد حسن خاں رضوی نجیب آبادی
(۴۷) نبیہ احمد خاں رضوی ہیڈ سرویر منھاٹڈ ——— (۱)

ضروری وضاحت

راقم السطور کے پیش نظر ماخذ میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی روداد سال سوم موجود نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس روداد میں اور بھی اسماء ہوں۔ اور عملہ مجلس شورہ، اراکین، سرپرست اور عمائدین میں کمی بیشی بھی بعید از قیاس نہیں۔ اس لئے حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا شخصیات ہی اس میں شامل ہیں —— دوسری بات یہ ہے کہ سال چہارم کی روداد ہمارے سامنے ہے مگر اس کے بعد کی رودادیں تلاش بسیار کے باوجود فراہم نہ ہو سکیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ بعد کی رودادوں سے یہ پتا چل سکتا تھا کہ کہاں تک عملہ میں اضافہ ہوا؟؟ وغیرہ وغیرہ۔

شعبہ جات

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی میں کئی شعبے تھے۔ ابتداً صرف اشاعت کتب کا شعبہ تھا۔ مگر دو سال کے بعد اور کئی شعبے قائم ہو گئے، اور ہر شعبہ کا ایک عملہ متعین کر دیا گیا۔

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ ص، ۴۸ تا ۵۰

تاکہ ہر شعبہ کا کام اپنے اپنے وقت پر بآسانی ہوتا ہے۔ اور کام کی رفتار تیز تر ہوتی رہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے درج ذیل شعبے تھے۔

(۱) ——— شعبۂ اشاعت کتب ؛

(۲) ——— شعبۂ تبلیغ وارشاد ؛

(۳) ——— شعبۂ صحافت ؛

(۴) ——— شعبۂ سیاست ؛

(۵) ——— شعبۂ دارالافتاء ؛

شعبۂ اشاعت کتب

جیسا کہ آپ نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے اغراض ومقاصد کا مطالعہ کیا ہے کہ جماعت کا ایک اہم مقصد ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و دیگر علماء اہلسنت کی کتابوں کو شائع کرنا ——— "شعبۂ اشاعت کتب" کی خدمات اچھی خاصی ہیں۔ اس شعبہ کے تحت تقریباً ۵۰۰ سو کتابیں شائع ہوئیں۔ اور وقتاً فوقتاً پوسٹر و اشتہارات بھی شائع ہوتے رہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصانیف کی تبییض بھی بہت دشوار تھی۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو آپ کے قلم و تحریر اور خط کو خوب پہچانتا ہو۔ اس کام کے لئے حافظ یقین الدین بریلوی کو متعین کیا گیا ——— اور صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصانیف کو شائع کرنے کی غرض سے مولانا حسنین رضا بریلوی نے محلہ سوداگران بریلی میں حسنی پریس اپنے والد استاذ زمن مولانا حسن بریلوی کے نام سے قائم کیا۔ کتابت کے بعد تصحیح کا مرحلہ ہوتا ہے۔ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کو ہی یہ ذمہ داری بھی سونپی گئی کہ وہ طباعت کا کام انجام دلانے کے ساتھ ساتھ پروف ریڈنگ کا بھی کام کریں گے ——— مولانا حسنین رضا بریلوی نے حسنی پریس سے کثیر تعداد میں کتابیں شائع کیں۔ مولانا اعجاز ولی خاں بریلوی نے بھی اشاعت کتب میں حصہ لیا۔ اور جماعت

کا بھی بار اپنے سروں پر لیا۔ پوسٹر وغیرہ انہیں کے اہتمام سے شائع ہوتے۔ "شعبۂ اشاعت کتب" کی تفصیل آئندہ کے صفحات پر ملاحظہ کریں۔

شعبۂ تبلیغ وارشاد

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا دوسرا اہم شعبہ "تبلیغ وارشاد" تھا۔ اس شعبہ کے ذریعہ دیگر شہروں اور دیہات میں علماء ومقررین روانہ کئے جاتے تھے۔ اور باطل فرقوں کے رد کے لئے مناظر بھی بھیجے جاتے تھے۔ ائمہ مساجد کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ رمضان کے مہینہ میں حفاظ کی تقرری بھی ہوتی تھی۔ "شعبۂ تبلیغ وارشاد" میں خصوصیت کے ساتھ یہ لوگ شامل تھے۔

(۱) مناظر اعظم ہند مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی

(۲) ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری

(۳) شیر بیشۂ اہل سنت مولانا ہدایت رسول نوری رامپوری۔

(۴) مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خاں رضوی بریلوی

(۵) مولانا قطب الدین برہمچاری معروف پردیسی مولانا

شعبۂ تبلیغ وارشاد کی جدوجہد سے نہ جانے کتنے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، وہابی اور غیر مقلد افراد نے توبہ کی۔ اور اہل سنت سواد اعظم میں داخل ہوئے۔

شعبۂ صحافت

جماعت رضائے مصطفےٰ کا تیسرا شعبہ "صحافت" تھا۔ اس شعبہ کے ذریعہ ہندوستان بھر میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے کارناموں اور سرگرمیوں کو نشر کیا جاتا تھا۔ اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے خلاف لکھے گئے مراسلوں، مضامین اور خبروں کا رد لکھا جاتا تھا۔ جماعت کے حامی کئی ایسے اخبار تھے جو اس کی سرگرمیوں کو سراہتے تھے۔ اور اپنے

موقر اخبار میں نمایاں جگہ دیتے تھے مثلاً ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ہمدم لکھنؤ اور ہلکھنڈ گزٹ بریلی، روزنامہ سیاست لاہور، روزنامہ روزانہ اخبار بریلی، اور اس وقت کچھ ایسے مجلات بھی تھے جو ماہ بماہ نکلتے تھے وہ بھی جماعت کی سرگرمیوں کو چھاپنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جیسے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، ماہنامہ آفتاب اسلام احمد آباد، ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد وغیرہ۔

کچھ دنوں کے بعد جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنا ایک ترجمان بنام "ماہنامہ یادگار رضا بریلی" جاری کیا، جو کافی عرصہ تک جماعت کی خدمات اور نظریات سے عوام کو آگاہ کرتا رہا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی صحافتی میدان میں خدمات، اور تعاقبات کی تفصیل دوسرے مقام پر مناسب جگہ پر دیدی گئی ہے۔ "شعبۂ صحافت" میں ادیب شہیر مولانا ابرار حسن حامدی صدیقی تلہری، مولانا سید حبیب احمد مدنی محسنی، مولانا نواب حمید احمد خاں بریلوی ایم، اے، ایل، جی، اور مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مولانا محمد احمد خاں شاہجہانپوری، اور مولانا مفتی محمد علی حامدی آنولوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

شعبۂ سیاست

اس شعبہ کے ذریعہ ہندستان میں اٹھنے والی نئی نئی تحریکات کا تعاقب ہوتا تھا۔ اور یہ تعاقب ایسی تحریکات کا کیا جاتا تھا، جو سیاست کے نام پر مذہب میں داخل ہو کر اسلام کی بیخ کنی کرتی تھیں۔ اس شعبہ نے ہندستان کی سیاست کے میدان میں قدم نہیں رکھا، ہاں یہ ضرور ہے کہ سیاسی تحریکات کا بالغ رد کیا۔ مثلاً خلافت کمیٹی تحریک ترک موالات، تحریک گاؤکشی، ہندو مسلم اتحاد، اور تحریک آزادی وغیرہ۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ سیاسی اکھاڑے میں آکر اپنا

پرچم لہرایا جائے۔ بلکہ یہ نظریہ تھا کہ سیاست کے ذریعہ اسلام پر حملہ نہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کا استحصال نہ ہو، وہ کام انجام پذیر ہو جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے سودمند ہے ــــــ جماعت رضائے مصطفےٰ نے جن سیاسی لیڈروں کا رد کیا ان میں مسٹر گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مسٹر محمد علی جناح اور مولانا عبدالماجد بدایونی قابل ذکر ہیں۔

ہندستانی سیاست پر مذکورہ لیڈر چھائے ہوئے تھے، ان کا ذکر نا گویا کہ شیر کے منہ میں پنجہ ڈالنا ہے۔ مگر جماعت رضائے مصطفےٰ کے "شعبۂ سیاست" نے اس کی پرواہ کبھی بھی نہ کی۔ اور اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ہمیشہ انجام دیا۔

شعبۂ دارالافتاء

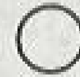
بریلی کی شان افتاء عرصۂ دراز سے معروف تھی یہاں پر مولانا رضا علی خاں (جد امجد امام احمد رضا) کے دور سے آج تک فتویٰ نویسی کی خدمت چلی آرہی ہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کا یہ چوتھا شعبہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس رضوی دارالافتاء سے برصغیر ہی نہیں بلکہ دیگر براعظموں تک فتاوی جایا کرتے تھے۔ ایک عام شخص سے لیکر اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تک شریعت کے معاملے میں رضوی دارالافتاء کے دروازے کھٹکھٹاتا تھا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس شعبۂ افتاء میں ماہر مفتیان کرام کی تقرری کی تھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شاگردوں میں مفتی نواب مرزا بریلوی، مولانا مفتی سلطان احمد خاں بریلوی، مفتی محمد رضا خاں بریلوی، مفتی عبدالرشید بہاری، مولینا ابرار حسن صدیقی تلہری، مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مفتی محمد علی حامدی، فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے تھے ــــــ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبۂ رضوی دارالافتاء کے فتاوی "چشمۂ دارالافتاء بریلی" کے نام سے مستقل ایک

زمانہ تک ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور میں چھپتے رہے۔ (۱) ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں بھی فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔ ان فتاوی پر اکثر اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی تصدیق ہوا کرتی تھی۔

بعض اخبارات میں یہ دیکھنے کو ملا کہ قارئین اخبار ایک عام سوال شائع کرا دیتے اور جواب کے لئے عام مفتیان کرام کو اجازت ہوتی، مگر کوئی مفتی قلم نہ اٹھاتا بالآخر وہ قاری لکھتا کہ "جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے مفتیان کرام سے امید ہے کہ وہ شافی وکافی جواب عنایت کریں گے۔"

جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ رضوی دارالافتاء سے جاری شدہ فتاوی کی تعداد لاکھوں کے قریب ہوگی۔ سب محفوظ نہ رہ سکے، ہاں جو فتاوی اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے وہ آج بھی محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ سارا ذخیرہ جلد از جلد منظر عام پر آجائے اور عامۂ مسلمین اس سے استفادہ کرسکیں۔ (آمین)



---

(۱) چشمۂ دارالافتاء بریلی تاریخی نام ہے اس عنوان سے چھپے ہوئے فتاویٰ راقم کے پاس محفوظ ہیں۔ اگر ان کو ترتیب دیا جائے تو ایک ہزار صفحات کی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ کوئی عالم اس طرح متوجہ ہوں۔ اور اس پر کام کر کے ان فتاویٰ کو ذخیرۂ کتب میں محفوظ کر دیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

جماعت رضائے مصطفےٰ

دستور العمل

ایک غلطی کی تصحیح

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے جماعتی نظم کے لئے اپنے احباب کے مشوروں سے کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں رکھی تھی ـــــ قیام جماعت کی تاریخ کے بارے مورخین کا اختلاف ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی) اپنے ایک مضمون بعنوان "امام احمد رضا ایک نظر میں"، ۱۹۱۱ء/۱۳۳۶ھ بتاتے ہیں[1] اور امام احمد رضا بریلوی کے دیگر سوانح نگار ۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ھ مانتے ہیں[2] جبکہ راقم السطور کی تلاش و تحقیق دونوں مذکورہ سنین کو غلط ثابت کرتی ہے ـــــ ثبوت کے لئے چند نظیریں پیش ہیں۔

(۱) ـــــ جماعت رضائے مصطفےٰ کی جانب سے پہلی شائع شدہ روداد راقم السطور کے پیش نظر ہے۔ یہ روداد مطبع حسنی پریس واقع محلہ سوداگران بریلی، با ہتمام مولانا حسنین رضا بن مولانا حسن بریلوی شائع ہوئی۔ بحیثیت مرتب مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی کا اسم گرامی تحریر ہے۔ جو جماعت مبارکہ کے نائب ناظم تھے۔ اس روداد کے صفحہ اوّل پر "روداد سال اوّل ۱۹۲۰ء/۱۳۳۹ھ" نمایاں طور پر درج ہے۔ "روداد سال اوّل" کا عکس آخری صفحات میں ملاحظہ بھی کر سکتے ہیں۔

(۲) ـــــ امام احمد رضا بریلوی علالت کے زمانے میں بھوالی ضلع نینی تال تشریف لگئے وہاں پر جماعت مبارکہ کی تمام کاروئیاں مسلسل پہنچتی رہیں اس سال کی عید کا ایسا حسین موقع تھا کہ ایک ہی دن یعنی یوم عید کو اہل سنت و جماعت کی تین عیدیں ہوئیں۔ (۱) عید الفطر (۲) مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ پر جلسہ تہنیت (۳) بریلی میں نماز عیدین میں خلافتی لیڈروں کی امامت میں ناکامی ـــــ امام احمد رضا بریلوی نے ان تینوں عیدوں پر جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثناء مرقوم ہے۔ اور امام احمد رضا

---

(۱) منظور حسین جیلانی: مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء شمولہ مضمون ڈاکٹر مسعود احمد

(۲) [illegible]

بریلوی نے ۲ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو صبح کے وقت یہ خط تحریر فرمایا تھا۔ اس مکتوب کا عکس کتاب کے آخر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مذکورہ داخلی شہادتوں کے بعد اس تاریخی غلطی کی تصحیح ضروری ہے میرا ہرگز یہ مطمح نظر نہیں کہ محققین کی تحقیق کو یکسر نظر انداز کر دوں، اور بے جا تنقید کا نشانہ بناؤں ان محررہ سطور کا مقصد ہے کہ اصلاح ہو جائے۔ چونکہ تحقیق کے دروازے وا ہیں تاہم تذکرہ نگار قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے کسی بھی حیثیت سے جماعت رضائے مصطفٰے کا تعارف کرایا۔ اور اس کے کارناموں کو اجاگر کر کے ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا۔

نشاۃ ثانیہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفٰے کئی انقلابی و ہنگامی دور سے گزری، متعدد بار سیاسی و قانونی ڈھانچہ تبدیل ہوا۔ اور ہر بار اس نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ کہ جماعت کی سرگرمیوں کو برق رفتاری سے تیز تر کر دینا ہے۔ اور ایسے اشخاص تلاش کئے جائیں کہ ان کے وجود سے جماعت مبارکہ اور امت مسلمہ کو فائدہ پہنچے۔ تاکہ مسلم قوم فلاح و بہبود کی جانب قدم جما سکے —— ۱۹۲۰ء/۱۳۳۹ھ سے ۱۹۲۶ء/۱۳۴۵ھ تک جماعت رضائے مصطفٰے نے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے جس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی ہے۔ ۱۹۲۱ء کے بعد تنظیمی ڈھانچہ کمزور ہوتا چلا گیا پھر ۱۹۶۰ء/۱۳۸۰ھ میں جماعت رضائے مصطفٰے نے دم توڑ دی —— کچھ عرصہ تک سرد مہری کا اثر رہا پھر نئے سرے سے جان ڈالنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

ابتداً جماعت رضائے مصطفٰے کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی، اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے۔ علمی —— عملی —— اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سر انجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی، پورے برصغیر میں جماعت کی شاخیں قائم ہو گئیں —— جماعت کی مرکزی حیثیت بن جانے

پر اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط میں اب تبدیلی ناگزیر ہو گئی۔

جماعت رضائے مصطفٰے کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ/۲ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا بریلوی کی سرپرستی، اور برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری کے زیر اہتمام آستانہ عالیہ سلامیہ جبل پور پر کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دوبارہ جماعت کی تاسیس ہوئی —— اور حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

۱۔ —— کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کی دائمی سرپرستی حضور مفتی اعظم بریلوی فرمائیں گے۔

۲۔ —— کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے سارے ہندوستان کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی، اور کل ہند جماعتی سنی تنظیموں کی نگراں اور جماعت ہو گی —— ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں اور جماعتیں کل ہند جماعت مبارکہ کے تحت رہیں گی۔

۳۔ —— مختلف سنی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت مبارکہ کی حیثیت ثالث اور حکم کی ہو گی۔

۴۔ —— کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کی جماعت کی تنظیم حسب ذیل ہو گی۔

(ا) ہر شہر میں دار الافتاء قائم کرنا۔

(ب) ہر شہر میں دار القضاء قائم کرنا۔

(ج) ہر جگہ مکاتیب و مدارس اسلامیہ قائم کرنا۔

(د) ہندوستان کے ہر مفتی شہر، اور قاضی کا تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے سے ہو گا۔

۵۔ —— کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کریگا۔

۶۔ —— کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے کا مرکزی دفتر بریلی ہی میں زیر نگرانی مفتی اعظم رہے گا۔

۷۔ —— ریلیف کمیٹی، مرکزی جماعت رضائے مصطفٰے بریلی کی زیر نگرانی، ترمیم د

تبدیل کے کل اختیارات سرپرست و صدر کل ہند جماعت کو حاصل رہیں گے۔

۸۔ ——— ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ ہوگی۔

۹۔ ——— ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کرے گا۔ بلکہ سرپرست و صدر کل ہند جماعت اپنے اختیارات خصوصی سے نامزد فرمایا کریں گے۔

جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے خصوصی اور انقلابی اجلاس سے قبل امام احمد رضا محدث بریلوی کے عرس کے موقع پر ۲۶ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی انتخاب عمل میں لایا گیا ——— جس میں حضور مفتی اعظم بریلوی سرپرست، مفتی برہان الحق جبل پوری کو کل ہند کا صدر، اور مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا۔

——— بعدہٗ اجلاس جبل پور میں بقیہ عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

- نائب صدر اول ——— مولانا محمد مدنی کچھوچھوی
- نائب صدر دوم ——— مفتی رفاقت حسین، احسن المدارس کانپور
- ناظم اعلیٰ ——— مولانا علی محمد دھوراجی، راج پیلا بھڑوچ
- نائب ناظم ——— عبدالصمد مجنوں جبل پوری
- نائب ناظم وخازن ——— سید حمایت رسول رضوی جامع مسجد بریلی (۱)

علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کو کل جماعت رضائے مصطفےٰ کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا ——— اس طرح حضور مفتی اعظم بریلوی کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ نے اسلامیان ہند کی مذہبی، و قومی، اسلامی ضرورت کو پورا کر دیا۔ (۲)

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی بابت نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۶، ۳۷

(۲) جلال الدین قادری، مولانا محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۴۴۰، مکتبہ قادریہ لاہور

ذیل میں جماعت رضائے مصطفےٰ کا مکمل دستور العمل پیش کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (القرآن العظیم)

سرزمین ہند پر اہلسنت وجماعت کا کوئی ایسا مکمل ادارہ موجود نہیں ہے جو ان کی کما ینبغی تنظیم قومی اور تعلیم دینی و مذہبی کے فرائض کی انجام دہی کا جس کی حیثیت خصوصاً اس زمانہ میں اشد ترضرورت ہے حقیقۃً متکفل ہو اس لئے لازم تر ہے کہ بعونہ تعالیٰ ترقی وعروج کی منزل بالا ذروہ علیا پر پہنچا ہوا کامل تنظیم اور مکمل تربیت وتعلیم کی خوبی اور حمایت و تبلیغ مذہب کی خوش اسلوبی کے لحاظ سے ایک نہایت ترقی یافتہ عالی شان ادارہ جمہوریت کی مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے جو اہلسنت وجماعت کے دائمی طور پر ہر امر میں سرچشمۂ فیض ثابت ہو جس کے قوی پر زور ہاتھوں سے اہلسنت کا انتشار اور ان کے امور کی پراگندگی دفع ہو اور بروجہ کافی اہلسنت کی اصلاح اور امور مذہبی کی ترقی ہو سکے بکرمہ تعالیٰ اسی اہم خدمت دینی وقومی اور فرض مذہبی کی انجام دہی کے عزم صمیم کے ساتھ "جماعت رضائے مصطفےٰ" وجود میں آئی ہے جس کے اغراض ومقاصد وضوابط وقواعد یہ ہیں۔

تشکیل مجلس عالیہ اور اس کے اختیارات

۱۔ اصلاح وترقی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کی دو بڑی کمیٹیاں ہوں گی۔

الف: ایک جماعت عالیہ کہلائے گی اور دوسری مجلس عاملہ کہلائے گی۔

ب: مجلس عاملہ اپنی کاروائیاں مجلس عالیہ کے سامنے رکھے گی اور اس سے منظوری لیکر اس کا نفاذ کریگی۔

۲۔ ہر صوبہ کے ممبران مجلس عالیہ صوبہ کے کسی بڑے شہر یا صوبہ کے صدر مقام میں حسب وصوابدید صوبہ کمیٹی کا مرکز بنائیں گے اور ممبران صوبہ کمیٹی اپنے صوبہ کا دورہ کرکے

ضلع وار کمیٹیاں قائم کریں گے اور ان ضلع کمیٹیوں کا صوبہ سے الحاق کریں گے اور ہر ضلع کمیٹی کو ہدایت کریں گے کہ وہ اپنے قصبات و دیہات میں دورہ کر کے کمیٹیاں قائم کرکے اور ضلع سے ان کمیٹیوں کا الحاق کر کے اور صوبہ کو اپنی سب کاروائیوں کی اطلاع دیا کرے۔

۳۔ اضلاع و قصبات و دیہات میں ہر جگہ ممبر سازی کا کام بڑے زور شور سے ہو اور اس کی آمدنی نصف ہر کمیٹی اپنے مقامی اخراجات کے لئے محفوظ کرے اور باقی نصف اپنے قریبی مرکز کو ماخذ رسید دے اور ہر مرکز نصف آمدنی اپنے مرکز کو دے۔ بڑے مرکز تک یہی سلسلہ جاری رہے۔

الف؛ ہر ضلع کام کی آسانی کے لئے حلقہ وار کمیٹیاں قائم کر سکتا ہے۔ ممبران مجلس عالیہ اپنا سالانہ چندہ مرادی سے بجلت بڑے مرکز کو بھیج کر رسید حاصل کریں۔

ب؛ صوبہ ضلع قصبات و دیہات کی کمیٹیوں کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ وہ اصلاح و ترقی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے پروگرام پر عمل پیرا ہوں گی اور ہمیشہ اسی کی تائید کریں گی۔

د؛ جماعت عالیہ کا سالانہ اجلاس بموقع عرس رضوی سال میں ایک بار لازمی ہوا کرے گا۔ اور بضرورت جماعت عالیہ اور بھی اجلاس بلائے جا سکتے ہیں اور حسب صوابدید اجلاس کا مقام بھی بدلا جا سکتا ہے۔

ج؛ اس سالانہ اجلاس جو مرکز میں ہوا کرے گا پانچ بار تک جو ممبر شریک نہ ہوگا اور نہ اپنی غیر حاضری کا کوئی تحریری معقول عذر مرکز کو بھیجے گا اس کا نام بمنظوری ممبران مجلس عالیہ ممبری سے خارج ہو سکے گا۔

ص؛ تمام ترکمیٹیاں خواہ وہ صوبائی یا ضلع وار ہوں یا قصباتی یا دیہاتی ہوں سب کو اصلاح و ترقی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنا ہوگی جس کی کاپیاں سب کے لئے مرکز مہیا کرے گا۔

۰؛ موجودہ ممبران مجلس عالیہ اس وقت تک اپنا کام بدستور کرتے رہیں گے جب تک

صوبجات کا جدید انتخاب نہ ہو اور صوبجات سے ممبران منتخب شدہ نہ آ جائیں آئندہ مجلس عالیہ کے ممبران کو صوبہ بپابندی قواعد و ضوابط خود انتخاب کر کے مرکز کو بھیجے گا۔

ن؛ اس انتخاب کے وقت بڑا مرکز مقرر کرکے صوبہ کمیٹی کو اطلاع دے گا اور صوبہ کمیٹی ضلع کمیٹیوں کو مطلع کرے گی اور ہر ضلع اپنی ماتحت کمیٹیوں کو آگاہ کرے گا۔

سوال؛ ہر صوبہ سے مجلس عالیہ کے ممبران کی تعداد کیا ہوگی؟

جواب؛ ہر صوبہ سے زیادہ سے زیادہ دس اور کم از کم دو ممبران مرکزی مجلس عالیہ میں اپنے صوبہ کی نمائندگی کریں گے۔

قواعد و ضوابط

دفعہ اول؛ یہ جماعت باقاعدہ انجمن ہوگی اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے نام سے موسوم ہوگی۔

دوم؛ انجمن ہذا کا صدر مقام بالفعل محلہ سوداگران شہر بریلی میں رہے گا۔ لیکن بشرط ضرورت و سرمایہ دیگر مقام پر بھی منتقل کیا جا سکتا ہے۔

سوم؛ انجمن ہذا کی رجسٹری حسب دفعہ ۴۔ ایکٹ ۲۱ ۱۸۶۰ء ہونا لازمی ہے۔

اغراض و مقاصد

الف؛ "تنظیم اہلسنت و تبلیغ و حمایت مذہب و ترویج علوم اہلسنت و جماعت و تدابیر ترقی فلاح و صلاح اہلسنت و حسن انتظام ادارہائے تعلیمی وغیرہ۔

ب؛ قانون نافذ الوقت (موجودہ و آئندہ) میں بغرض فوائد اہلسنت ترمیم و تنسیخ و تبدیلی کی کوشش اہلسنت و جماعت کے حقوق مذہبی و ملی و قانونی کا تحفظ و انتظام کرنا اور فوائد عوام الناس مسلمین سے متعلق صحیح مشرح حالات سے اراکین انجمن کا گورنمنٹ و ممبران پارلیمنٹ اسمبلی کو آگاہ کرنا۔

ج: علوم دینیہ و دنیویہ کی تصنیفات قدیم و جدید کا دارالکتب و دارالمطالعہ قائم کرنا اور نافع کتب و رسائل و جرائد کا حسب ضرورت نشر و اجرا کرنا اور فنون و صنائع کا ان کے ماہرین سے تعلیم دلانا۔

د: نشر و تبلیغ مذہب اہلسنت وجماعت کے وسائل کا حاصل کرنا اور ان سے کام لینا۔ اشاعت مذہب اہلسنت وجماعت دیہات و شہر میں کرنا، مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور درمیان برادران اہلسنت خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

ہ: مذہبی دارالعلوم کو ایسے شاہراہ ترقی پر چلانا کہ اس کی دینی و دنیوی مکمل تعلیم و تربیت اہلسنت وجماعت میں قرون اولیٰ کے سلف صالحین کا نمونہ پیدا کرے اور دیہات میں مدارس جاری کرانا۔

و: سنن و شعائر اسلام کے اجرا اور بدعات و سیئات کے ابطال و امحار کی سعی کرنا

ز: تحصیلات و قصبات دیگر بلاد و شہر میں (محلہ وار) سب کمیٹیاں (تحت جماعت) قائم کرنا۔

جتنی جماعتیں ہر جگہ بنیں گی وہ سب اس مرکزی جماعت کے ماتحت رہیں گی اور اس کے قواعد و ضوابط کی پابند رہیں گی اور اپنے اپنے ماحول کے اعتبار سے جو قواعد بنائیں گی اس کی مرکز کو اطلاع دیں گی۔

ح: دارالافتاء اور دارالقضاء کا قائم کرنا اور سوالات کے جوابات اور خصومات کے فیصلے حسب مذہب حنفی لکھنے اور کئے جانے کا بندوبست کرنا۔

ط: مساجد و اوقاف اہلسنت وجماعت کا انتظام کرنا اور ان کو صحیح مصارف کے لئے محفوظ کرنا۔

ی: اغراض مندرجہ بالا کے واسطے سرمایہ فراہم کرنا اور مختلف شعبہ جات قائم کرنا اور مقاصد جمعیت کی تکمیل کے لئے جیش رضا کاران مرتب کرنا اور ان کو اس کی تعلیم و تربیت دینا۔

مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے اساسیات

(اس انجمن کو سیاسیات ملکی سے کوئی تعلق نہ ہوگا)

انتخاب ممبران

دفعہ چہارم: جماعت ہذا کا رکن عام ہر وہ سنی ہو سکتا ہے جو بغرض اجرا کارہائے جماعت اور مجلس منتظمہ کے ممبران کے واسطے تین روپیہ سالانہ چندہ اور مجلس عالیہ کے ممبران بارہ روپیہ سالانہ چندہ ادا کرتا رہے گا لیکن اراکین مجلس انتظامیہ کی کثرت رائے کسی رکن کو چندہ سے مستثنیٰ بھی کر سکتی ہے۔ جملہ اراکین کے نام مع پتہ و تاریخ انتخاب ایک مستقل کتاب میں درج رہیں گے۔

دفعہ پنجم: جماعت ہذا کے اراکین دو قسم کے ہوں گے عام۔ اعزازی۔ عام وہ ہوں گے جو بموجب قواعد انجمن دفعہ ۴ درج کتاب کئے جائیں یا حسب دفعہ ۶ جلسہ عام میں منتخب کے جائیں اور درج فہرست کئے جائیں۔ اعزازی وہ ہوں گے جو اپنی قابلیت۔ فضیلت ولیاقت کی خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں ایسے صاحبان اعزازی ممبر کے درجہ میں حسب تجویز مجلس انتظامیہ شامل کئے جا سکتے ہیں۔ ہر رکن انتظامیہ کا انتخاب تین سال کے واسطے ہوگا اور جائز ہوگا کہ بعد ختم میعاد کوئی رکن دوبارہ سہ بارہ منتخب ہوتا رہے گا۔

حقوق و اختیارات ہر دو ممبران حسب ذیل ہوں گے

الف: اجلاس خاص و عام میں شرکت اور رائے دینا۔

ب: انجمن میں نئے ممبران کے داخلہ کا انتخاب کرنا یا تحریک کرنا۔

ج: عام جلسوں میں نئی تحریک پیش کرنے کے لئے انجمن کو دس یوم قبل اطلاع دینا۔

د: انجمن کے مراسلات رجسٹر کتابیں۔ حساب کتاب۔ روئداد جلسہ کارروائی وغیرہ کا دفتر میں باجازت صدر معائنہ کرنا اور رجسٹر میں اپنا معائنہ لکھنا۔

ﮦ : انتظامیہ کمیٹی کا ممبر منتخب ہونا۔

و : انجمن کے کتب خانہ سے کتابیں عاریت لینا۔

دفعہ ششم: (اس دفعہ کی عبارت کو اور زیادہ صاف کر دیا جائے گا۔) علاوہ ایسے معزز اور ذی وقار رؤساجن کو اس انجمن کے اغراض ومقاصد سے دلچسپی و ہمدردی ہو انجمن کا سرپرست (مربی) صاحب سجادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز بھی ہمیشہ ہمیشہ ہوا کرے گا۔

دفعہ ہفتم: کم از کم (۳۳) اور زائد از زائد (۱۰۰) الاکین عامہ کی ایک مجلس منتظمہ منتخب ہوگی جس کے ہر رکن کا ابتدائی انتخاب اراکین عام کے جلسہ میں اس طور پر ہوگا کہ ایک صاحب رکن کا نام اور دوسرے رکن صاحب اس کی تائید پیش کریں اور در صورت اختلاف حاضرین کی کثرت رائے فیصلہ کن ہوگی علاوہ علم و اخلاق و تہذیب اسلامی کے مذہب اہلسنت وجماعت کی صحیح اور کامل پیروی اور قومی یکجہتی و ہمدردی کا ہر رکن مجلس منتظمہ میں موجود ہونا لازم ہوگا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے قریبی اہل الرائے رشتہ داران کے واسطے باجازت صاحب سجادہ ایک نشست ہمیشہ مخصوص رہے گی۔

دفعہ ہشتم: جلسۂ انتخاب مجلس منتظمہ میں مندرجہ کتاب اراکین میں سے کم از کم سو کی حاضری لازمی ہوگی ورنہ نصاب پورا نہ ہونے پر دوسرا جلسہ طلب کیا جائے گا اس میں بلا لحاظ نصاب انتخاب جائز ہوگا۔

دفعہ نہم: ہر رکن کو کتاب کے اندراج اور جمعیت کی کارروائیوں میں شرکت سے پہلے قرطاس رکنیت پر دستخط کرنا ہوں گے۔

دفعہ دہم: رکن مجلس منتظمہ کی جگہ مندرجہ ذیل حالات میں خالی قرار دی جائے گی۔

الف: جب کوئی رکن انتقال کر جائے یا باہر چلا جائے اور بظاہر کوئی امید واپسی کی نہ ہو یا رکنیت سے انکار کر دے۔

ب: جب کوئی رکن جماعت کے معاملات میں دلچسپی نہ لے یا متواتر چار جلسوں میں بلاوجہ

معقول غیر حاضر رہے یا رقم مقررہ چندہ ماہانہ باوجود طلب وتقاضا چھ ماہ تک ادا نہ کرے تو وہ مستعفی سمجھا جائے گا۔

ج: اگر کوئی رکن خلاف مفاد جماعت کوئی فعل عمداً بغرض نقصان رسانی ادارہ ہذا کرے تو بعد سماعت جوابدہی کثرت آراء سے وہ برطرف کر دیا جائے گا۔

عہدیداران جماعت

دفعہ یازدہم: جماعت کے عہدیداران حسب ذیل ہوں گے جن کا انتخاب تین سال کے بعد اراکین مجلس انتظامیہ میں سے ہوا کرے گا۔ (۱) صدر جماعت ایک (۲) نائب الصدر ایک یا زائد (۳) ناظم عمومی ایک (۴) نائب ناظم ایک یا زائد (۵) خزانچی ایک۔ محاسب (ناظر) یعنی جملہ حسابات آمد و صرف وبقایا و موجودات کا جانچ کرنے والا۔ ایک یا ایک سے زائد۔

دفعہ دوازدہم: عہدیداران کا انتخاب اراکین کے جلسہ عام میں ہوا کریگا۔

دفعہ سیزدہم: اراکین انتظامیہ کو حق حاصل ہوگا کہ کسی عہدیدار جماعت کو بذریعہ تجویز بصورت عدم اعتماد خدمت جماعت سے علیحدہ کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ ایسی تجویز مجلس انتظامیہ کے کم از کم ایک ثلث اراکین کے دستخط سے پیش ہوئی ہو اور عہدیدار کو الزامات متعلقہ کی جوابدہی کا کافی موقع دیا جائے۔ اگر کثرت رائے جوابدہی عہدیدار حق بجانب تجویز کرے تو تجویز عدم اعتماد مسترد ہوگی ورنہ برخاست کر دیا جائے گا۔

اختیارات عہدیداران

دفعہ چہاردہم: صدر جماعت کے اختیارات حسب ذیل ہوں گے۔ (۱) جلسہ ہائے جماعت کی صدارت کرنا اور اس میں ضابطہ نظم ونسق قائم رکھنا (۲) کل جائداد موقوفہ و مملوکہ جماعت اور اس کی آمدنی و مصارف اور جملہ سرمایہ کی نگرانی رکھنا اور جماعت کو اس کے متعلق مناسب وقت مشورے دینا (۳) ناظم و نائب ناظم، خزانچی، محاسب کے

کاموں کی عام نگرانی رکھنا ان سے کسی امر متعلق کے بارے میں تحریری یا زبانی جواب طلب کرنا ان کی کسی بے ضابطگی کو جماعت کے علم میں لانا (۴) تنخواہ دار ملازمان جماعت کا تعطل و وقتی تقرر کرنا اور آئندہ کے لئے اس کی منظوری حاصل کرنا (۵) ناظم کو منظوری متذکرہ دفعہ (۲۰) دینا۔

اختیارات نائب صدر

دفعہ یازدہم: نائب صدر بصورت عدم حاضری صدران جملہ اختیارات کو کام میں لائے گا جو صدر کو حاصل ہیں لیکن جبکہ صدر بریلی میں موجود ہیں اور کسی وجہ سے حاضری جلسہ نہ ہوں تو نائب صدر کو صرف صدر نشینی جلسہ ہی کا اختیار حاصل ہوگا۔ بقیہ اختیارات صاحب صدر ہی کو حاصل رہیں گے اور جب دو نائب صدر حاضر جلسہ ہوں گے تو ہر دو میں سے ایک حسب تجویز وقت جلسہ کی صدر نشینی کر سکتا ہے۔ صاحب صدر اپنے اختیارات میں سے کچھ اختیارات نائب صدر کو تفویض کر سکتے ہیں۔

ناظم جماعت کے فرائض

دفعہ شانزدہم: (۱) دفتر کی کل ذمہ داری اور جماعت ہذا کے کل احکام و تجاویز کا نفاذ اور جماعت کی کل جائداد مملوکہ و موقوفہ کا کل انتظام و نگرانی کرنا، تمام عاملانہ امور کی انجام دہی و کل اختیارات و ذمہ داریاں جو ایک عہدیدار عامل کو انجام دینا ہوتے ہیں ان کو انجام دینا۔

(۲) جماعت کی جانب سے یا جماعت پر جو نالشیں ہوں ان کی پیروی اور جواب دہی دیگر مقدمات مندرجہ ذیل عنوان سے ہوں (جماعت رضائے مصطفےٰ بذریعہ ناظم اعلیٰ جماعت) (۳) دفتر جماعت و حسابات کو باضابطہ مرتب رکھنا اور کل مراسلات متعلق جماعت کا انتظام رکھنا۔

(۴) ملازمین جماعت کی نگرانی رکھنا اور ان کو مناسب وقت مشورے دینا اور ہدایات

کرنا اور ملازمین جماعت کے متعلق شکایات کی صدر و جماعت کو اطلاع دینا۔

(۵) جماعت نے جو رقم تخمینۂ اخراجات جن مدات پر منظور کی ہے اس کو انہیں میں صرف کرنا (۶) تخمینۂ اخراجات سالانہ مرتب کرکے جماعت کے سامنے بغرض منظوری و ترمیم پیش کرنا۔

(۷) جماعت کے سالانہ عام حالات و مصارف و آمد و حسابات متعلقہ سالانہ مرتب کرکے جماعت کے سامنے پیش کرنا۔

(۸) جلسہ ہائے جمعیۃ کا انتظام، تقرر تاریخ ارسال اطلاع و پیشی رائے تحریری ارکین اطلاع کسی رکن کی یا عہدیدار کی جگہ خالی ہونے کی پیش کرنا اور ہونے والی کارروائی کی اطلاع اراکین کو دینا بمنظوری صدر صاحب۔

(۹) رقم نزولات جس کی تعداد حسب قواعد تحتی جمعیت مقرر کرے اس کو وقت ضرورت صرف کرنا اور جلد سے جلد اس کی اطلاع برائے منظوری جماعت کو دینا۔

(۱۰) دیگر امور جو بغرض انجام دہی کار جماعت ضروری ہوں انجام دینا۔

(۱۱) یہ کہ ملازمین جماعت کو معطل کرنا یا مناسب سزا دینا علاوہ برخاستگی کے اور اس کو جلد از جلد مجلس منتظمہ میں پیش کرنا۔

فرائض نائب ناظم

دفعہ ہفدہم: بصورت عدم حاضری و معذوری ناظم نائب ناظم وہی فرائض انجام دے گا اور انہیں ذمہ داریوں کا پابند ہوگا جن کا ناظم ہوگا اور بصورت حاضری ناظم صرف ناظم کو اسکی خواہش کے مطابق مدد دے گا ناظم جماعت جو اختیارات بذریعہ تحریر و تجویز نائب ناظم کو وقتاً فوقتاً تفویض کریں۔

دفعہ ہشدہم: خزانچی کی ذمہ داریاں حسب ذیل ہوں گی۔ (۱) حساب آمد و صرف رقومات ایک مستقل کتاب میں بلا شکوک و محکوک تحریر کرنا اگر سہواً کوئی رقم غلط ہو جائے تو سرخی سے قلم زد کرکے صحیح رقم لکھکر دستخط کرنا اور بشرط ضرورت نوٹ لکھنا

ضروری ہے (۲) تیاری تخمینہ مصارف وحسابات سالانہ میں ناظم کی مدد کرنا (۳)
جماعت کے منظور کردہ طریقہ پر رقوم جماعت کو محفوظ رکھنا یا برآمد کرنا۔

ناظر کا کام

دفعہ نوزدہم: محاسب کا کام جملہ حسابات اساسی و فروعی کو پورے طور پر جانچ کرتے رہنا
اور اس کے متعلق جماعت کو اطلاع تحریری دیتے رہنا۔

دفعہ بستم: کسی ایسے معاملہ میں کہ فوراً صرف کی ضرورت ہو اور جماعت سے منظوری
لینے میں جماعت کا کثیر نفع ہاتھ سے جانے یا بڑا نقصان ہو جانے کا اندیشہ واقع
ہو تو ناظم عمومی جماعت کو اختیار حاصل ہوگا کہ صرف بمنظوری صدر جماعت ایسا
کام کرے جو حسب ضابطہ خود جمعیت کر سکتی ہے بشرطیکہ جلد از جلد صدر جماعت کو
مفصل تحریری اطلاع بہ دستخط خود جس میں وجوہ عجلت قلمبند کیے جائیں پیش
کرے اور صدر جماعت اجازت دے اور بعد حصول اجازت فوراً آئندہ جلسہ میں
پیش کرے۔

مالیات

دفعہ بست و یکم: کل جائداد ہائے مملوکہ جماعت و موقوفہ منقولہ و غیر منقولہ ان میں سے کسی
کو بھی جماعت خلاف شرع شریف و ہدایت واقف بیع و رہن و تصرف کرنے کی
مجاز نہ ہوگی بلکہ ایسے کل جائداد کی آمدنی بمطابقت مذہب حنفی اسی مصرف خاص یا
عام میں خرچ کیا کریگی جس مصرف کے واسطے وہ جائداد خرید کی گئی ہو یا وقف کی گئی ہو
دفعہ بست و دوم: کل جائداد ہائے مملوکہ و مقبوضہ جو جماعت کے تصرف میں ہو وہ جماعت
کی تحویل و انتظام و اہتمام میں رہے گی اور اس کو حسب ضابطہ ہذا انہیں اغراض
کے کام میں لایا جائے گا جن کے واسطے وہ مقرر کی گئی ہو اور کل معاملات و انتظامات
متعلقہ جائداد ہائے مذکور کے تمامی اختیارات اور کامل نگرانی جماعت ہذا ہی کو حاصل

رہیں گے اور جملہ کاغذات و دستاویزات متعلقہ جماعت ہذا کے تحویل میں رہیں گے۔
دفعہ بست و سوم: آمدنی جائداد ہائے مقبوضہ جماعت و عطیات و زرچندہ و ہر قسم رقوم محولہ
جماعت اپنی اپنی معین مدات میں یا ان مصارف میں جو وقتاً فوقتاً منظور کی جائیں بکفایت
صرف کی جائے گی اور جو رقم پس انداز ہوگی اس سے جائداد بحق جماعت خرید کی
جائے گی۔
دفعہ بست و چہارم: جماعت کل جائداد ہائے موقوفہ و مملوکہ کے جداگانہ حسابات مفصل کتابوں
میں مرتب رکھیگی اور ایسے کل کاغذات اور دستاویزات کے نقول بھی علیحدہ رکھے
گی اور ایسے اصل حسابات و دستاویزات کو محفوظ آہنی خاص صندوق میں جو گزند
آتش سے محروم رہتا ہے مقفل رکھے گی اس کتاب کی دو جلدیں ہوں گی ایک مستقل
دوسری غیر مستقل اشیا کی۔ مستقل وہ جو اشیا قائم رہتے ہیں جیسے صندوق الماری
وغیرہ غیر مستقل اشیا روزمرہ خرچ ہونے والے کاغذ وغیرہ۔
دفعہ بست و پنجم: جماعت ہذا جملہ اشیاء منقولہ کی مکمل فہرست ایک مستقل کتاب میں مرتب
رکھے گی اور ناظم اس فہرست کو اجلاس ہائے جماعت میں پیش کرتا رہے گا تا کہ اشیاء
مذکور کا اخراج وقتی طور پر ہوتا رہے۔
دفعہ بست و ششم: جو آمدنی جس غرض کے واسطے ہوگی صرف اسی مصرف میں صرف ہوگی۔
اور جو آمدنی کسی مصرف کے واسطے مخصوص نہ ہوگی حسب صوابدید جماعت صرف
ہوگی۔
دفعہ بست و ہفتم: مجلس انتظامیہ میں کم از کم آٹھ ممبران کی حاضری لازم ہوگی۔
دفعہ بست و ہشتم: مقام و وقت و تاریخ اجلاس کی اطلاع اور امور تصفیہ طلب کی فہرست جملہ
اراکین کو ایک کتاب کے ساتھ ناظم جماعت اجلاس سے پانچ روز پیشتر روانہ
کریگا اور رسید کے دستخط کتاب مذکور پر رکن سے حاصل کرے گا۔
دفعہ بست و نہم: جماعت مذکورہ ہر سال علاوہ ایک اجلاس سالانہ کے ہر ماہ میں ایک جلسہ
انتظامیہ کیا کرے گی، سالانہ جلسہ میں سالانہ تخمینہ مصارف سال گذشتہ آئندہ کے واسطے

مصدق و منظور کیا جائے گا اور پوری روداد سال تمام پیش کی جائے گی۔ جماعت کے غیر معمولی جلسہ خاص و عام بھی وقت ضرورت منعقد کئے جا سکیں گے ایسے جلسے صاحب صدر یا ممبران کی تحریک پر جن کی تعداد کم از کم ۵، ہو منعقد ہو سکیں گے کم از کم پانچ روز پیشتر ایسے جلسہ کی اطلاع کرنا ہوگی۔

دفعہ سیم: سالانہ جلسہ عام میں امور مندرجہ ذیل منعقد ہوا کریں گے۔

(۱) روداد سال تمام (۲) تخمینہ مصارف برائے آئندہ (۳) روداد انتظامیہ کمیٹی (۴) معاملات جو جماعت کے عام جلسہ میں پیش کئے جانے کے قابل ہوں۔

دفعہ سی و یکم: اگر کوئی رکن اجلاس جماعت میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہے تو اس کی تحریری اطلاع وہ ناظم کو اجلاس سے دس یوم قبل بھیجدے گا کہ وہ اس کی نقول دیگر اراکین کے پاس قبل تاریخ اجلاس روانہ کر سکے۔

دفعہ سی و دوم: اگر کوئی ضروری اور وقتی تجویز کوئی رکن عین وقت پر پیش کرنا چاہے تو اراکین حاضرین میں سے زائد از نصف موافق ہوں تو پیش کر سکتا ہے۔

دفعہ سی و سوم: تاوقتیکہ کوئی امر خاص مانع نہ ہو کل اجلاس ہائے جماعت خانقاہ عالیہ رضویہ میں یا کسی ایسے مقام پر جس کو جماعت اس کام کے واسطے مقرر کرے ہوا کریں گے۔

دفعہ سی و چہارم: اجلاس ہائے سالانہ ماہانہ جماعت کی صدارت صدر جماعت کریگا اور اپنی عدم حاضری میں نائب کو وہ اس کے لئے نامزد کرے گا ورنہ اتفاق رائے نائبان نائب کی صدر نشینی عمل میں آئے گی اور جلسہ اپنی کاروائی شروع کرے گا۔

دفعہ سی و پنجم: ہر اجلاس کی کاروائی مع اسمائے حاضرین کتاب کاروائی اجلاس میں درج کی جائے گی بحالت کسی غلطی کے اس کی تصحیح آئندہ اجلاس میں ہو سکتی ہے مگر اس تصدیق و دستخط صدر کے قبل بھی کسی عاملانہ تجویز یا حکم پر عمل درآمد ہو سکے گا۔

دفعہ سی و ششم: جملہ معاملات کثرت رائے پر طے ہوں گے جس میں بحالت مساوات آرا صدر نشیں کی دوبارہ رائے لی جائے گی جو فیصلہ کن ہوگی۔

متفرقات

دفعہ سی و ہفتم: بغرض تکمیل اغراض و مقاصد مختلفہ جماعت کو اختیار کلی حاصل ہوگا کہ اپنی ماتحت مختلف جماعتیں ترتیب دیکر اور ان کے عہدیداران قائم کر کے کار متعلقہ ان کو تفویض کرے اور بصورت ضرورت ان کی تجاویز کو ترمیم یا منسوخ یا بحال قائم رکھے اور یہ بھی اختیار حاصل ہوگا کہ وضع یا ترمیم یا تنسیخ ضابطہ ہذا یا قواعد ذیلی کرے مگر ضابطہ ہذا کی ترمیم و تنسیخ اس وقت عمل میں آئے گی جب اس کے ممبران موجودہ کی دو ثلث تعداد ترمیم کی حامی ہو اور ہر ایسے جلسہ میں زائد از نصف اراکین مندرجہ کتاب کی حاضری لازمی ہوگی ترمیمات مجوزہ تاریخ اجلاس سے دو ہفتہ پیشتر اراکین کے پاس بغرض غور بھیجی جائیں گی۔

دفعہ سی و ہشتم: جماعت کو اختیار حاصل ہوگا کہ اغراض جماعت کو پورا کرنے کے واسطے نیز اراکین کے انتخاب و انعقاد اجلاس و اختیارات عہدیداران و ترتیب دفتر ناظم و حسابات خزانچی و تقرری و برطرفی و ترقی و تنزل ملازمین و نیز بغرض انتظام و نگرانی و صرف آمدنی جائداد وغیرہ و حصول آمدنی جدید قواعد ذیلی بماتحتی ضابطہ ہذا مرتب کرے۔

دفعہ سی و نہم: جو معاملات جماعت سے متعلق ہوں ان کی بابت ہر ممبر صدر جماعت سے سوال کر سکتا ہے جو تحریری ہونا چاہئے اور تاریخ انعقاد جلسہ سے ایک ہفتہ قبل بھیجنا چاہئے۔

دفعہ چہلم: یہ کہ اگر کوئی شخص ایسا ممبر ہو گیا ہو جس کے متعلق بدعقیدگی وغیرہ کی علامات ہو تو اس کی علیحدگی کا صدر کو اختیار ہوگا۔ (۱)

---

(۱) مرکزی آل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا دستور العمل ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء کو مرتب کیا گیا۔ مگر کئی سال بعد طباعت کی منزل۔ گزر سکا۔ مذکورہ دستور العمل جناب اقبال احمد صاحب نوری سیلانی پڑ شہر بریلی کی عنایت سے دستیاب ہوا۔ راقم السطور اقبال نوری کا ممنون ہے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ

خدمات اور مشکلات

تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ کا مقصد

۱۹۲۰ء میں ہندوستان مخالفین اسلام کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ اسلام اور اہل اسلام کو نیست و نابود کرنے والی تحریکیں بڑے زور و شور سے چل رہی تھیں۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی بھی تنظیمیں تھیں، ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک نہ ہو۔ مسلم قیادت کے حامی اور داعی علماء اور لیڈروں کی کمی نہ تھی۔ جیسے آج مسلم قیادت کا فقدان ہے، ایسی ہی صورت اس زمانہ میں تھی۔ اور جو مسلم قائدین تھے تو وہ ہندوؤں کے فرماں بردار تھے، انھیں اسلام اور مسلمانوں سے کوئی ہمدردی و تعلق نہ تھا۔ تنظیموں کی لاشیں اپنے سربراہوں کے کندھوں پر چل رہی تھیں، اور کچھ تنظیمیں سسک سسک کر دم توڑ چکی تھیں، مطلق العنانی دیکھ کر مخالفین اسلام نے حملے اور تیز کر دیئے، اور مسلم علماء انگریز سامراج کے ایجنٹ بن بیٹھے، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے نام پر مسلمانوں سے پیسہ وصول کیا جاتا تھا، پھر وہی پیسہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا۔

ایسی کس مپرسی کے دور میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی شخصیت کو رہا نہ گیا چونکہ وہ خود بھی احیاء سنت کی تحریک تھے، قرآن و سنت اور سلف صالحین کے طریقوں پر سختی سے قائم تھے اور مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے، اسلام پر مر مٹنے کے لیے تیار رہتے تھے، ایسے مسلم لیڈروں کے سخت مخالف تھے جو مسلمان ہو کر غیروں کے ہاتھوں میں بکے ہوئے ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ۔ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اس پر آشوب دور کی ایک جھلک ان الفاظ میں پڑھیے جس نے امام احمد رضا قدس سرہٗ کو جماعت رضائے مصطفیٰ کی تاسیس پر مجبور کر دیا تھا حضرت سید ایوب علی رضوی نائب ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی رقم طراز ہیں:

آہ! اسلام! ــــــ وہ اسلام کہ کن نوبتوں تکلیفوں کی برداشت سے مصطفیٰ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا باغ لگایا، اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے مقدس خونوں سے اسے سینچا ——— آج کن کن مصائب میں مبتلا ہے، آج اس میں باغبانوں کا لباس پہن کر ایسے لوگ داخل ہو گئے ہیں، جو باغ اسلام کے پھولوں کو پاؤں تلے مسلنا چاہتے ہیں ——— اس کے غنچوں کو پامال کرنا ان کی دلی تمنا ہے ——— اس کے خوش نما نونہالانِ چمن سرو و شمشاد کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکنا ان کی دلی خواہش ——— کیا ایسے وقت میں مسلمانوں پر فرض نہیں کہ ان بیخ کنانانِ اسلام کی بیخ کنی میں جان توڑ کوشش کریں ——— ہائے! اسلام اس وقت فریادی ہے، وہ فریاد کر رہا ہے ——— ہائے! اس کی فریاد کو سننے والے دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں ——— بحمد اللہ تعالیٰ اس زمانہ پر فتن میں اہلِ سنت نے اس فریاد کو سنا اور اس کی حمایت کے لیے جماعتِ مبارکہ رضائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء قائم کی، اہلِ جماعت نے حمایتِ اسلام میں نمایاں حصہ لیا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد و نصرت سے جو اس مقدس جماعت کے مقابل آیا منہ کے بل اوندھا گرا۔ [۱]

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے اغراض و مقاصد کا ذکر ایک خاص مقام پر کر دیا گیا ہے، مگر یہاں پر جماعتِ مبارکہ کے مقصدِ اول کو دوبارہ لکھنا بہتر ہوگا ——— جماعت رضائے مصطفیٰ کا مقصدِ اول یہ ہے:

——— حتی الوسع مخالفین کے حملوں کی تحریراً و تقریراً ہر طرح مدافعت کرنا ——— اور ان کے افتراؤں اور بہتانوں کی جن سے سادہ لوح مسلمانوں کو علماءِ اہلِ سنت سے بدعقیدہ کرتے ہیں، ان کی پردہ دری کرنا۔ [۲]

یہ کتنا صاف و ستھرا مقصد ہے، اور کتنا عمدہ و اعلیٰ ہے، جس سے کوئی شخص منحرف نہیں ہو سکتا،

---

[۱] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال اول ۱۳۳۹ھ، ص ۳۱، ۳۲۔ م حسنی پریس بریلی

[۲] 〃 〃 〃 〃 ، ص ۳۳

جو مذہب کا درد رکھتا ہو، اسلام کی محبت اور ایمان کا ایک شمّہ بھی باقی ہو ——— ایسے ہی مقاصدِ عالیہ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کو مختصر مدت میں بامِ عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اکثر مسلمانوں کی حمایت جماعت رضائے مصطفیٰ کو حاصل تھی، مسلمان جوش و خروش سے اس کی ممبری قبول کر رہے تھے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کو صدمہ

اس تحریک کے بانی اور سرپرست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ تھے، جماعت رضائے مصطفیٰ کو قائم ہوئے دو سال کا بھی عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ اپنے بانی و مربی اور سرپرست سے محروم ہو گئی۔ امام احمد رضا کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا ——— جماعت کے لیے یہ صدمہ بہت ہی عظیم تھا، وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ تحریک اپنے پیروں پر کھڑی بھی نہ ہو سکی تھی۔ اس عظیم سانحہ کو "آپ اپنی کہانی خود جماعت کی زبانی" روداد سال دوم میں تفصیل سے لکھا گیا ہے جو اختصار کے ساتھ حسبِ ذیل ہے:

حضرات کرام اہلِ سنت! ——— میں ایک نوخیز جماعت ہوں، مجھے اس خاکدانِ عالم میں قدم رکھے پورے دو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ میرے سر سے میرے سرپرست کا مقدس سایہ بلند ہو اٹھ گیا ——— کون سرپرست؟ وہ جن سے دین کو نصرت ملی، اسلام کو قوت پہنچی، ہاں اور ہاں وہ جن کے دم قدم سے اہلِ سنت آج اہلِ سنت ہیں۔ وہ جس نے سنت کی حمایت اور اہلِ فتن کے فتنوں کی نکایت کی، ہاں ہاں وہ جس کے نیزۂ قلم کے حضور ہر مخالف کا سر جھکا۔ کون تھا جو اس کے سامنے آسکا؟ ——— جس کی ہیبت نے عالم پر سکہ بٹھا لیا، جس کی صولت نے دنیا بھر کو گھیر لیا، وہ کون؟ ——— وہ اللہ کا ولی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا عاشق، حضور کا نائب صادق، جس کا فیض ہندوستان ہی میں نہ رہا، عرب تک پہنچا ——— حرمین طیبین کے اجلہ اعلام و اکابر کرام نے جس سے شرفِ بیعت حاصل کیا، جسے استاذ مانا، یکتا امام مانا، اپنا سردار کہا،

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت، مجددِ دین وملت عظیم البرکت جلیل المنزلت سمو المکانۃ والمکان مولائی وملجائی معاذی وملاذی مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادخلہ دار الجنان۔

اتنی کم سنی میں یہ حادثۂ جانکاہ پیش آنا سخت مصیبتِ عظمیٰ ہے اور وہ بھی ایسے نازک وقت جبکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر چہار طرف سے اس پر کالی کالی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ شدید مخالفت کی تیز و تند ہوائیں اسے جڑ سے ہلا رہی ہیں، خود اسلام کے نام لیوا اسے جڑ سے کھود رہے ہیں۔ اس کے پھولوں، اس کی کلیوں، اس کے نونہالوں کو پامال کر رہے ہیں، ایسی حالت میں یہ واقعہ فاجعہ ہونا کیا کچھ داہیہ کبریٰ ہے۔ مجھ نوشگفتہ غنچے کے ملیامیٹ کرنے کے لیے ایک ہی تیز جھونکا کافی تھا، میرا وجود کب کا معدوم ہوگیا ہوتا ——— مگر قربان جائیے اس حافظِ حقیقی اور دینِ متین کے حامی کے، کہ وہ انبیاء اور ان کے صدقے سے اولیاء وعلماء کو قبور میں زندہ رکھتا ہے۔ [1]

پھر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی سرپرستی امام احمد رضا کے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں اور مفتی اعظم تاجدارِ اہلِ سنت مولانا مصطفیٰ رضا نوری نے قبول فرمائی، اور تا حینِ حیات دونوں شخصیتیں اس تحریک کی سرپرستی فرماتی رہیں۔ مخالفت کا تو ایک سیلاب تھا، چونکہ امام احمد رضا تن تنہا کئی محاذوں پر لڑ رہے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہر محاذ پر کامیابی آپ کے قدم چومتی نظر آتی۔ بلا خوف لومۃ لائم کے مقابلہ کرتے رہے علمی جہاد کبھی بھی نہیں رک سکا۔ مخالفین نے دیکھا کہ اب تو وہ دنیا سے چلے گئے، میدان خالی ہے، خالی میدان سے دور کرنے کے لیے اب کوئی دوسرا سر نہیں اٹھ سکتا، اگر کسی نے سر ابھارا تو وہیں اس کا سر کچل دیا جائے گا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ اپنے بامِ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ کافی شہرہ تھا، مگر بانی وسرپرست کے انتقال سے دوچار ہونا تو

---

[1] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال دوم ۱۳۴۰ھ، ص ۳/۲

لازمی امر تھا۔ جناب سید ایوب علی رضوی لکھتے ہیں:

اگرچہ بظاہر میرے سر سے ان کا سایہ اٹھ گیا تھا، مگر درحقیقت اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے برکات وفیوض ومکارم میرے شاملِ حال رہے ——— ظاہر کا سامان یہ ہوگیا کہ ان کے صاحبزادگانِ والا شان حضرت مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ اور حضرت مولانا مولوی آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری، نیز حضور (اعلیٰ حضرت) کے تلامذہ وخلفاء، نیز علماءِ عظام نے اپنا دستِ شفقت میرے سر پر رکھا، تبھی تو حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اعداءِ دین نے بزعمِ خود خالی میدان پاکر کیا کیا ناپاک حملے، شدید زغے نہ کیے، مگر میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ کوئی دقیقہ بیخ کنی کا اٹھا نہ رکھا، مگر بفضلہ تعالیٰ جو مقابل آیا، اوندھے منہ گرا، سنبھل بھی نہ سکا، سیدھا اپنے مقر پہنچا۔ [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کے مجاہدین کی عظیم الشان کامیابی

محدثِ اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلیفہ وتلمیذ تھے۔ آپ جماعت کی پامردی واستقلال علاقۂ ارتداد میں دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے، مولانا سید محمد کچھوچھوی نے ایک تفصیلی مضمون لکھ کر مجاہدینِ اسلام اراکینِ جماعت رضائے مصطفیٰ کو خراجِ تحسین پیش کیا، اور دوسرے لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا کا مضمون من وعن پیشِ خدمت ہے:

"قدرت کے خزینۂ فضل وکرم میں جہاں جمال ورحمت کے بے بہا زر وجواہر ہیں وہیں اس کے خزانۂ بے نیازی میں جلال وہیبت کے بھی انمول موتی ہیں۔ حقیقت شناس طبیعتیں، اور حق بیں نگاہیں جمال ہو یا جلال دونوں کو ایک ہی سرکار کا عطیہ باور کرتی ہیں۔ دنیا ایسے بہادروں سے خالی نہیں ہے، جو بے نیازی

---

[1] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال دوم ۱۳۴۰ھ، ص ۴/۳

کے تیروں کو دل و جگر میں جگہ دیتے ہیں، اور مظاہر جلال و ہیبت کو بے مانگے کی دولت سمجھتے ہیں۔ اہلِ دنیا کو اس کا اقرار ہے اگر کوئی اپنے لیے رحمت کے سوا کچھ نہ طلب کرے گا، لیکن اسلامی تاریخ اور ہاں صرف اسلامی تاریخ ہی وہ ہے جس کے زریں اوراق میں ہم کو عاشقانِ بلا کی ایک طویل فہرست ملتی ہے ———— ہاں ہاں جو یہ جانتے مانتے ہیں کہ ہر چہ از دوست رسد نیکوست وہ بلاؤں کو بھی اسی شوق اور خوشی سے لیتے ہیں، جیسے ہم عطاؤں کو۔

اللہ اللہ، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو محب و محبوبِ خدا ہیں، وہ محبوب ہیں، اس لیے ان کی جنبشِ لب پر عالم کا فیصلہ رکھ دیا گیا ہے، اور ان کے جلالی تیوروں میں دنیا کا انقلاب مضمر ہے۔ وہ وہ ہیں جن کی رضا خداوندی رضا ٹھہری ہے۔ اور وہ محب ہیں اس لیے کہ جو حضور پر مصائب آئے، انھیں برداشت کرنا صرف حضور ہی کا کام تھا، بات یہ ہے کہ جس کا جتنا مرتبہ زائد ہے، اس پر اس کے مرتبے کے لائق بلا کی شدت ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ ابتلا انبیاء کرام پر، پھر اصفیا و صالحین پر، پھر اوروں پر ہوتا ہے۔ خود حدیث کا ارشاد ہے:

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلاؤہ وان کان فی دینه رقة ابتلی علی قدر دینه فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکه یمشی علی الارض وما علیه خطیئة [1]

ایک حدیث میں فرمایا:

اشد الناس بلاء فی الدنیا نبی او صفی [2]

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

[1] محمد عبد الرؤف مناوی، محدث، علامہ: فیض القدیر، ج ۱، ص ۵۱۸، م: دار المعرفۃ بیروت ۱۳۱۱ھ

[2] محمد عبد الرؤف مناوی، محدث، علامہ: فیض القدیر، ج ۱، ص ۵۲۰، م: بیروت ۱۳۱۱ھ

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الصالحون لقد کان احدهم یبتلی بالفقر حتی ما یجد الا العباد یجوبها فیلبسها و یبتلی بالقمل حتی یقتله ولاحد منهم کان اشد فرحا بالبلاء ومن احدکم بالعطاء۔ [1]

چونکہ حضور سیدِ عالم سید الانبیاء و سید المحبین ہیں، اس لیے حضور پر جو شدتِ ابتلاء ہے، وہ کسی پر نہیں۔ کیا حضور ہی وہ نہیں ہیں جنھوں نے کفارِ مکہ وغیرہا سے انواع انواع کی تکلیفیں اٹھائیں، اذیتیں پائیں، مصیبتیں برداشت فرمائیں، اقسام اقسام کے مظالم ستم اٹھائے، کبھی حضور پر پتھروں کا مینھ برسا گیا وغیرہ ———— کیا صحابۂ کرام کی جاں فروشیاں صرف حق پرستی کو جرم قرار دے کر کفار و مشرکین کی ان پر تعدیاں، بڑے بڑے جہاں، مصائب پر ان حضرات کی مسرتیں، اور خوشیاں اس بلا پسندی کے نکتۂ بدیعہ کی جلوہ آرائیاں نہیں ہیں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میدانِ کربلا میں کون سا گھرانا مع عذرات کے محصور تھا۔ لاریب کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک پُر درد آہ آسمان و زمین کی دھجیاں اڑانے اور اشقیا کی جماعت کو فنا کرنے کے لیے کافی تھی، مگر یہ بلا پسندی تھی کہ محمدی گھرانے کا سرسبز و شاداب باغ، خزانِ شقاوت کے ہاتھوں برباد ہوتا نظر آتا ہے۔ اور امام کی نگاہ تک نہیں بدلتی۔

خلافتِ صدیقیہ میں وہ دن بھی کیسا دن تھا، جبکہ بعض بے ایمان کلمہ گویوں نے ادائے زکوٰۃ سے انکار کر دیا تھا۔ اور شام و فلسطین سے ہٹ کر خود دار الخلافہ مدینہ طیبہ میدانِ جہاد ہو گیا تھا۔ دشواری یہ تھی کہ ان مرتدین کی تعزیر و تہدید پر ابھی مسلمانوں کا اتفاق نہیں ہوتا تھا، مگر صدیقیت سے مصفّٰی اور افضلیت سے مجلّٰی تلواریں نیام سے باہر ہو گئیں۔ اور آخر عزمِ مصمّم، اور حق پرستی کی قوت نے اسلامی جھنڈے کے نیچے سارے مسلمانوں کو جمع کر دیا۔ چنانچہ مجاہدین کے ایک ہی حملے نے مرتدین کو ملیا میٹ کر دیا۔ جہاں اچھوں نے ہمیشہ کفر و کفار کو کبھی اور مچھر برابر نہ سمجھا، وہاں ان کی روشن

[1] محمد عبد الرؤف مناوی، محدث، علامہ: فیض القدیر، ج ۱، ص ۵۲۰، م: بیروت ۱۳۱۱ھ

علامت یہ بھی ہے کہ جو اپنے کہلائے جاتے ہیں، وہی مارِ آستین یا غفلت شعار نکلتے ہیں، جس پر تاریخ اسلام کی ایک ایک سطر کی شہادت موجود ہے۔ اور اگر تم زندہ شہادت کے طالب ہو تو آؤ ہندوستان کی وسیع آبادی کا چکر لگاؤ، اور اس اسلامی عسکر کی تلاش کرو جس کی کفر و کفار پر شدت، اور مرتدین و مشرکین سے نفرت ضرب المثل بن گئی ہے۔ نادان ہے وہ جو اس قدر عرض کرنے پر بھی جماعت رضائے مصطفٰی بریلی کے سوا دوسری جمعیت کا توہم بھی کرے جس کا مشہور اور زبان زد سنگ خیاد کفر و مرتدین سے جہاد شدید ہے۔ جمعیتوں کو بنتے بگڑتے تو ہم روز دیکھا کرتے ہیں، اور کمیٹیوں کے نت نرالے ڈھانچے بنانا ہندوستان کا روزمرہ ہو گیا ہے، مگر چوبیس گھنٹہ کی مسافتِ حیات طے کرنے پر ان میں پراگندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اور پھر اس کے بعد طلوعِ آفتاب ان کی موت پر ہوتا ہے۔ مگر یہ جماعت رضائے مصطفٰی جس کے بازو کے زور پر زندہ ہے، شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روحانیت مقدسہ کی طاقت ہے۔ حضور ہی نے دستِ حق پرست سے اس کا بنیادی پتھر نصب فرمایا تھا، اور حضور ہی کے روبرو مجاہدوں نے کفر و ارتداد کی مخالفت کرنے کا عزم کیا تھا جس وقت جماعت رضائے مصطفٰی کی ابتدائی تنظیم ہو رہی تھی، نہ ملکانہ علاقہ ارتداد تھا، نہ ہندوستان کے کسی حصہ میں اس فتنۂ مشرکین کا بظاہر امکان تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت کی نورانی فراست آنے والے دنوں کا مشاہدہ کر رہی تھی، اور حضور کو شاید معلوم تھا کہ عنقریب سارا ہندوستان عرصۂ جہاد ہوگا۔ اور اس کے لیے اسلامی لشکر کی ترتیب لابدی ہے۔ چنانچہ حملۂ مشرکین کے لیے جماعت کا جہاد ان مرتدین ہی سے ہوتا رہا، جن کے فتنہ کا شکار ہندوستان ایک مدت سے ہو رہا تھا، اور جنھوں نے کفر بکنے کے لیے ان مسائل کو حیلہ بنا رکھا تھا، جن کی گردن کشی زمانۂ نبوت کے بعد ہی صدیقی تلوار نے کر دی تھی۔ اسی زمانہ میں جماعت مبارکہ کی کفر و کفار پر شدت کا چرچا ہونے لگا تھا، اور اعداء کی زبانوں سے بھی جماعت کی عظمت اسلامیہ کا اعتراف کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا اور ہاں مسلمانانِ ہند کے لیے امتحان

کا وہ نازک وقت آگیا، جبکہ شرک لنگوٹی پیپل کے درخت سے اتری، یا گائے کے پیٹ سے نکل پڑی، اور سماجی اساڑھے کے اٹھرے کیڑے کوڑے حشرات الارض کی طرح پھیلے، ہر طرف سے مشرکین نے غریب مسلمانوں پر دھاوا کر دیا، اور ان کے ایمان و عقیدہ پر یک وقت ایسا ڈاکہ مارا کہ صرف ملکانہ کے لاکھوں مسلمان ہمیشہ کے لیے دولت نجات سے بے مایہ کیے جانے لگے۔

یہ خبر ہندوستان میں بجلی کی طرح پھیل گئی، اور کوئی چھوٹا بڑا ایسا نہ رہا، جو اس واقعہ سے بے خبر رہا ہو، اور اس خبر نے ہندوستانی کلمہ گویوں کی مختلف تقسیمیں کر دیں۔ کوئی تو سن کر ایسا چپ رہا کہ گویا سنا ہی نہیں، یہ شرابِ غفلت کے متوالوں کا درجہ ہے۔ کسی نے سن کر کہا کہ یہ ہندو مسلم اتحاد پر حکومت کا خفیہ حملہ ہے، یہ مشرکین کے تنخواہ داروں کا درجہ ہے، کسی نے کہا کہ یہ مسلمانوں کی محض شرارت ہے، اور اگر مشرکین کی طرف سے ایسا ہوتا تو ہم ان کو مزہ چکھا دیتے، یہ ان رزولیوشن پاس کرنے والوں کا درجہ ہے، جو گھر بیٹھے بیٹھے سمندر پار کی جنگ میں خیالی سپاہی بنے ہوئے ہیں۔ اور عالم خواب میں تاج و تخت کا روزانہ الٹ پلٹ کرتے ہیں، لیکن اگر خدانخواستہ سن لیا کہ گھر کے باہر اسلام پر حملہ ہو رہا ہے، تو اپنی خیریت منانے کے سوا کچھ زبان سے نہیں نکلتا، بلکہ اگر کوئی زخم ان کے بھی اتفاقی لگ گیا تو خدا کرے جھوٹ ہو، گھبراتے جاتے اور خون پونچھتے جاتے ہیں۔

بڑا پکا مسلمان وہ ہے جو اس خبر کو سن کر بے چین ہو گیا، اور کہنے لگا کہ ہائے خلافتِ صدیقیہ کا زمانہ ختم ہو چکا ورنہ فتنۂ ارتداد کا بت توڑ کر رکھ دیا جاتا ——— افسوس کہ ان مسلمان نام رکھنے والوں کی کفر پسندی اور شرک دوستی کا بڑا برا نتیجہ ظاہر ہوا، ہیہات کہ کام کرنے والوں کا اسلامی ہند میں فقدان ہے۔ یہ بد قسمت ہندوستانیوں میں گھرے مسلمانوں کا درجہ ہے۔ بہرحال یہ سارے درجات زبانی جمع خرچ تک کے ہیں، اور میدانِ عمل کا درجہ جو اسلام کا حقیقی مقتضا ہے ہندوستان بھر میں مفقود ہے۔ چنانچہ اس خبر نے اسلامی ہند میں مایوسی کی چادر سی ڈال دی تھی،

کر دوسری اطلاع رحمتِ الٰہی کا یہ مژدہ سنا تی ہے کہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جمعیت اور عسکرِ اسلامی کا مقدمۃ الجیش، اور اسلامی علم و عمل کی اسوۂ حسنہ یعنی "جماعت رضائے مصطفٰی بریلی" نے اس خبر سے متاثر ہو کر زبانی تقلیں اور دکھاوے کی پرجوش لسّانیوں سے علیحدہ رہ کر میدانِ جہاد میں قدم رکھ دیا، اور طے کر لیا کہ ہندوستان کا یہ فتنۂ ارتداد کچل کر اسلامی جھنڈے کو بلند سے بلند تر کر دیا جائے گا۔

جس وقت یہ جماعت گھروں کو چھوڑ کر نکلی تھی، اور میدانِ جہاد کی طرف کوچ کر رہی تھی، اس وقت مدعیانِ اسلام نے اس کی خدمتِ عظیمہ کی داد میں لعن و طعن کے تیر برسائے تھے۔ اور اگر جماعت کا عزمِ مصمم اس کے لیے سپر نہ ہوتا تو شرک پسند بہادروں نے اس کی مزاحمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی ——— اب تم منکانہ کا میدانِ جنگ دیکھو، ایک طرف مشرکینِ ہند کی صف ہے، جس میں سامانِ رسد، کثرتِ افواج، تجربہ کار جنرل، ملک پر ملک، پختہ خندقیں اور پرانی سرنگیں، غرض ہر قسم کی جنگی قوت ہے۔ دوسری طرف تنہا اور ہاں بالکل "تنہا" جماعت رضائے مصطفٰی بریلی" کی صف ہے جس میں مالی ناداری، قلتِ افراد، ایسی جنگ کا پہلا سابقہ، بے سرو سامانی، مدعیانِ اسلام کی طرف سے معاندانہ رکاوٹ، اور ہر طرح کی ظاہری کمزوری ہے۔ مگر آفریں ہے جماعت رضائے مصطفٰی کی پامردی و استقلال پر، کہ خدائے قدوس پر اعتماد کر کے اسلام کے لیے سینہ سپر ہو گئی، اور حقانیت و صداقت کی خداداد قوت سے مشرکین کے بڑھتے ہوئے حوصلہ کو روک دیا یعنی اس جنگِ عظیم اور "مہا بھارت" کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ملکانہ میں صرف جماعت رضائے مصطفٰی کا اقتدار ہے۔ اور فوجِ اعدا پسپا ہو کر مفرورین کی طویل فہرست چھوڑ گئی ہے، اور بڑے بڑے مڈھ اس جماعت کا لوہا مان چکے ہیں۔

میں کہہ چکا ہوں کہ جماعت کے لیے ایسی جنگ کا پہلا سابقہ تھا، یہ بالکل ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، میدانِ جہاد کے سفر سے پہلے سپاہیوں کی خوراک کا مسئلہ ہے، مگر جماعت کے عملی جوش نے اس پر بالکل نظر نہ کی، اور فاقہ کشی پر تیار ہو کر لختِ دل و خونِ جگر کے کھانے پینے کو کافی سمجھا۔ اور واقعی ۱۳۴۱ھ کے آخر تک اس نے فاقہ کشی

کر دکھایا، اسی صبر و فاقہ کی روحانی قوت تھی جس نے دشمن کو پسپا کر دیا۔

مجھے ان ایامِ جنگ میں، جماعت کے جنگی دفتر میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے، نیز جماعت کے حسابات مطبوعہ میرے پاس موجود ہیں، اور میں نے اس کی ناقدانہ سیر کی ہے، جس کے نتیجہ میں نکتہ چین اور خونخوار خونیں آنکھیں آنسوؤں کے ساتھ واپس آئیں۔ ہم ممبرانِ جماعت سے واقفیت رکھتے ہیں اور ان کے عیش و آرام کا بارہا مشاہدہ کیا ہے، اب ہم ان کو ملکانہ میں وسیع دسترخوان کی جگہ کسی درخت کے نیچے فرشِ زمین پر بیٹھا کئی وقتوں کے بعد چنے چباتے بھی دیکھتے ہیں، تو ہماری آنکھوں سے آنسو کی جگہ خون ٹپک پڑتا ہے، لیکن فاقہ کشی کرنا، پیاس کے شدائد کو برداشت کرنا، ایک مدت کے لیے ہے، کہ جس کے بعد بشریت عاجز ہو جاتی ہے ——— مسلمانو صرف دو دن بھوکے پیاسے رہو، اور پھر سوچو کہ اسلامی فوج تقریباً دو برس تک بھوکی پیاسی لڑی، اور بتاؤ کہ تم لشکرِ اسلام کا اس سے زیادہ کیا امتحان لینا چاہتے ہو، میں اس چند گنتی کے روپوں کو ہرگز فوجی سامانِ رسد نہ کہوں گا، جس کو بین الاقوامی قانون کی بنا پر صرف کیا جاتا تو معمولی سرحدی چھیڑ چھاڑ میں صبح کا ناشتہ بلکہ صرف چائے تیار نہ ہو سکتی، اور جس کی آمد کا دروازہ چند مہینے کے بعد ایک حد تک بالکل مسدود ہو گیا۔ ابھی ۱۳۴۱ھ کا دور تھا کہ اسلامی لشکر کے لیے علاقۂ ارتداد، میدانِ ابتلا ہو گیا، مسلمانوں نے دانہ پانی گویا اس پر بند کر دیا تھا، بہادروں نے اس کے عروج سے عملِ حسنہ شروع کر دیا۔ چندہ ہضم کر کے ڈکار نہ لینے والوں نے اپنا جال بھی پھیلا دیا۔ اور شہرت پسندوں نے ایک ایک شخص کی علیحدہ علیحدہ جمعیت قائم کر کے اپنے خیالی کارناموں سے اخبار کو بھر دیا، اور اس طرح جماعت رضائے مصطفٰی بریلی جس نے مشرکینِ ہند کے دانت کھٹے کر دیئے تھے ایک عظیم ابتلا میں مبتلا ہو گئی۔

میں نے عرصہ ہوا ایک منطقی استدلال ان حملہ آوروں کا سنا تھا، یہ نئے نام کے رنگروٹ، جماعت رضائے مصطفٰی بریلی کی فاتح، اور کارکن فوج کو دبانے کے

لیے "اسلامی اتحاد" کا مغالطہ پھیلاتے رہے، اور ان کو معمولی انسانیت اس خیال پر نہ لاسکی کہ تفریق و تشتت کی بنیاد اس نے ڈالی جس نے سب سے پہلے اسلامی فوج جماعت رضائے مصطفٰی کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا پسند نہ کیا، ملکانہ کے علاقہ میں پہلا قدم جماعت رضائے مصطفٰی کا پہنچا، اور اتحادِ اسلامی کی دعوت اس کے نشانِ قدم کی پیروی کے لیے تھی، چنانچہ اشرفی جھنڈا اور حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب کی افواج نے اس شاہراہِ عمل کی تقلید میں جماعت مبارکہ کی تکثیر سواد میں حصہ لیا۔ یہ ہے اتحادِ اسلامی نہ یہ کہ کسی رئیس یا مولوی کی عزت افزائی میں مشرکین کے مقابلہ کا نام کر کے عساکرِ اسلامیہ کی پامالی کا فرض ادا کیا جائے، اور مشرکین کی کمک زری کا ثبوت دے کر اس کو "اتحادِ اسلامی" قرار دیا جائے۔

بہر حال جماعت کی مشکلات کا مقدمہ مشرکین کی مساعی، اور ان کی کثرت اور دولت نہ تھی، بلکہ مدعیانِ اسلام کے کرتوت نے اس کا افتتاح کیا تھا، جس کا نتیجہ جو ہونا چاہیے وہ ہوا، یعنی جو فوج مشرکین منہ پھیر چکی تھی، وہ پلٹ پڑی، اور ۱۳۴۲ھ میں مشرکین کا حملہ پہلے سے زیادہ زور شور سے ہوا، اور میدانِ جنگ کا نقشہ یہ ہوگیا ——

مثلاً مشرقی جانب سے مشرکین کا ٹڈی دل آرہا ہے، اور مغربی محاذ پر جماعت رضائے مصطفٰی بریلی مع اپنے شرکائے کار مجاہدین کے صف باندھے ہے۔ اور شمال و جنوب کی طرف بھی کچھ شور و غل ہے اور ان کی نگاہیں مشرکین کی طرف ہیں، اور ان کا نعرہ "دشمن کو مارو" اور "اسلامی اتحاد" ہے۔ مگر ان کے قہر و غضب کا تیر لشکرِ اسلامی ہی پر گرتا ہے۔ یہ لوگ "دشمن" اسلامی فوج کو کہتے ہیں۔ اور "اسلامی اتحاد" سے ان کا مطلب مشرک دوستی ہے۔ عساکرِ اسلامیہ ان کی زد پر ہیں، اور انھوں نے مشرک فوج کے پہنچنے سے پہلے اسلامی فوج کی تباہی کا ارادہ کیا ہے، تاکہ ان کے استاد اور دوستوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

اس نقشۂ جنگ پر نظر کیجیے، تو جماعت رضائے مصطفٰی اگر میدانِ جنگ چھوڑ دے تو ہرگز اس پر الزام نہیں آسکتا۔ ایک سال سے زیادہ ان دشواریوں کا مقابلہ کرنا اس

کو رضائے مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل کرنے کو کافی ہے۔ مگر طالبین رضائے مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند حوصلوں کو دیکھو کہ شدید محاصرۂ اعداء، اور غیر معمولی بھوک پیاس کے باوجود سربکف میدان میں کھڑے ہیں۔ اور کرب و بلا کی ایک ایک ساعت کو بے مانگے کی دولت سمجھ رہے ہیں۔ اور یہی عظیم الشان کامیابی ہے، لیکن اگر اسی نقشۂ جنگ پر قیامت قائم ہو جائے، اور مالک و مولیٰ ہر ایک کی جزا و سزا کا استحقاق الم نشرح فرمائے، تو بتاؤ وہ کون ہے جس کی گویائی گونگی ہو جائے گی اور لمبی زبان کتر لی جائے گی، تم اس کے جواب میں مشرکینِ ہند کا نام نہ لو کہ ان کے استحقاقِ عذاب کو ان کا شرک کافی سے زیادہ حجت پہلے سے موجود ہے، تم ان پُرفریب نام کے اتحادیوں کو نہ کہو، کہ جنھوں نے اپنے علم و عمل کی نیرنگیوں سے آج سے برسوں پہلے جنت اپنے اوپر حرام کر لی ہے —— ہاں جلالِ الٰہی سے ہم مسلمانوں، سُنی بھائیوں، عقائدِ حقہ والوں، سلف صالحین کے مقلدوں، اولیاء کرام کے نیازمندوں کو ڈرنا چاہیے، کہ جنت جن کی مہمانی کے لیے بنی ہے، اور وہ ایک گلاس پانی اور ایک مٹھی اناج کو اس نعمتِ الٰہیہ پر بڑھا رہے ہیں ——

بھائیو آئیے —— ایک ماتم خانہ برپا کریں، اس میں جماعت رضائے مصطفٰی کی روداد پڑھیں اور کروڑہا مسلمانانِ ہند سے جن کا نام اس میں نہ پائیں اس کا مرثیہ پڑھیں، پھر ان کا ختم منائیں جن کا نام پہلے تھا مگر اب اس لیے خارج ہوا کہ وہ ذلیل سے ذلیل مدد سے عملاً ہٹ گئے، اور پھر مسلمانانِ ہند کی قوتِ اسلام کا مرثیہ پڑھیں، اپنی بدبختی پر روئیں، اور اتنا روئیں کہ آنسو رکنے سے پہلے روح کو رخصت کر دیں، آؤ اسلام پر مٹیں، جان دے دیں، نثار ہو جائیں، خود مٹ جائیں، مگر اسلام کو مٹنے سے بچائیں، خود بھوکے پیاسے رہیں اور اسلامی لشکر جماعت رضائے مصطفٰی بریلی کو تازہ دم رکھیں، اور پھر پتھر کے بندوں کو کاٹ کر رکھ دیں، اس کے سوا اور کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ [1]

[1] روداد جماعت رضائے مصطفٰی بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۲۲ تا ۳۴

۱۳۳۹ھ میں مسئلۂ خلافت زور وشور سے چل رہا تھا، مسٹر گاندھی نے نام نہاد مسلم قائدین مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ کو ساتھ میں لے کر "تحریکِ خلافت" چلائی، جس کا مقصد ترکی سلطنتِ اسلامیہ کی حمایت بتایا گیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، ان کا ہرگز ہرگز مقصد یہ نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد مسلمانوں کے ذہنوں کو ہموار کرکے سیاسی اقتدار کو سنبھالنا اور مسلمانوں سے چندہ جمع کرنا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اس تحریک کا تعاقب کیا، اور مسلمانوں کو ان کے پچھے عزائم سے آگاہ فرمایا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے امام احمد رضا بریلوی کے افکار ونظریات کو چھاپ کر عوام کے سامنے پیش کیا، اور اس ضمن میں امام احمد رضا پر لگائے گئے الزامات کا جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے منہ توڑ جواب دیا۔

چنانچہ ایسا ہوا کہ جس نے نام نہاد خلافت تحریک کا رد کیا، تو اس کے خلاف دوسرے روپ میں پوسٹر اور اشتہار شائع کیے گئے، اور خلافت کی آڑ میں دینِ حق کے حامیوں پر حملے کیے جاتے رہے ـــــــ مراد آباد میں "کالا کافر پکا وہابی" کے عنوان سے ایک اشتہار کثیر تعداد میں شائع کیا گیا، پھر ایک رسالہ کی صورت میں "گالی نامہ" چھاپا گیا، اور مختلف اضلاع میں تقسیم کیا گیا، اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر رکیک حملے اور ان کی شان میں حد سے زیادہ سب وشتم کیا گیا ـــــــ اس اشتہار کا مختصر جواب مولانا محمد عمر نعیمی مدیر ماہنامہ سوادالاعظم مراد آباد نے اس طرح تحریر فرمایا ہے:

اعلیٰ حضرت موصوف مدظلہٗ (علیہ الرحمۃ) ملک کے وہ مایۂ فخر اور سرمایۂ ناز عالم ہیں جن کی بدولت ملک کی عزت ہے، آپ کا دارالافتاء مدت ہائے مدیدہ سے ممالک و بلدان اور عالم کے گوشہ گوشہ کا مرجع ہے۔ عرب، مصر، مراکش، طرابلس، افریقہ وغیرہا تمام ممالک سے آپ کی خدمت میں استفتاء پہنچتے ہیں، اور ہر مقام کے اہلِ علم آپ کے جودِ قلم اور فیضِ علم سے متمتع اور مستفیض ہیں۔ آپ کے تمام اوقات بفضلہٖ تعالیٰ دین کی خدمت میں صرف ہوتے ہیں .... آپ کی تحقیقاتِ انیقہ نے علومِ اسلامیہ کا احیاء فرمایا، آپ کے قلم نے دشمنانِ اسلام کی تمام مخالفِ اسلام کوششیں ملیامیٹ کردی ہیں،

انھیں میں وہابیہ بھی ہے جس کے سربستہ راز آں ممدوح نے طشت ازبام کردیئے، اور ان کا کوئی حیلہ کوئی حملہ اسلام پر چلنے نہ دیا ـــــــ اس اشتہار میں اعلیٰ حضرت کو سلطنتِ اسلامیہ کا مخالف ظاہر کیا گیا ہے، کس قدر عجیب وغریب ہے کہ دینِ اسلام کا حامی، اور شریعتِ حقہ کا ایک امام تو سلطنتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کا مخالف ہو؟ ـــــــ اور وہابیہ جن کے نزدیک ساری دنیا مشرک ہے، ہر عرس میں شریک ہونے والا .... سب مشرک وبدعتی ہیں۔ وہابیہ کے نزدیک مسلمان ہی کون ہے جس کی وہ اعانت کریں، ترک کیا اُن کے نزدیک مشرک نہیں۔ وہابیہ نے تو حرم شریف کی بے حرمتی کی، حجرِ اسود کو توڑا .... کیا یہی اپنے دل میں کعبہ کا درد رکھتے ہیں، وہ قوم جس کا پیشوا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کو صنمِ اکبر کہتا تھا، کیا حرمین طیبین کی خیر خواہ ہوسکتی ہے؟ ـــــــ مگر دنیا کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے خلافت، خلافت کہا جاتا ہے۔ [1]

اس گندے اشتہار میں یہ بھی مشہور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا گورنمنٹ کے آدمی ہیں" بعض اتنے جری ہوکر کہتے تھے کہ "ہم نے اپنی آنکھ سے انگریزی دفاتر میں حضرت کا نام درج دیکھا ہے، اور قبض الوصول میں وصول تنخواہ کے دستخط ثبت ہیں" ـــــــ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے علمی جلال، ان کی مجددانہ وفقیہانہ صلاحیت اہلِ علم کے دلوں میں گھر کرچکی تھی۔ اس شہرہ کو دیکھتے ہوئے الزامات کے ذخیرہ سے جب کچھ میسر نہ ہوا تو حربہ استعمال ہونے لگا، اور اس کو طرح طرح سے استعمال کیا۔ حالانکہ ان کی تصانیف شاہد ہیں کہ وہ انگریزوں کے سخت ترین مخالف تھے۔ [2]

---

[1] عمر نعیمی، مولانا: ماہنامہ اسوادالاعظم مراد آباد، ص ۲۲ تا ۲۴، بابت جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ، ج ۲، ش ۳۔

[2] اس سلسلہ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب "گناہِ بے گناہی" اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی تصنیف "اندھیرے سے اجالے تک" کا مطالعہ کافی ہوگا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خدام اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے ساڑھے چھ ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ اعلیٰ حضرت نے گورنمنٹ سے ایک پیسہ بھی لیا ہے، تو اس کو ساڑھے چھ ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا، لیکن آج تک کوئی یہ انعام حاصل کرنے کے لیے تیار نہ ہوا، اور حیرت یہ کہ اب تک وہی راگ گائے جاتے ہیں۔ درحقیقت علماء کو بدنام کرکے عوام کو ان کی طرف سے برگشتہ کرنا، ان کا مقصد ہے، اور اسی میں ان کی کامیابی بھی ہے۔

خلافت کمیٹی الگ الگ انداز سے امام پر الزامات لگانے لگی، اور جب اشتہار اور کتابچہ شائع ہوا، تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنا ایک بیان تحریر فرمایا، اور مسلمانوں کو اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کیا، جس کو ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ بروز یک شنبہ (واقع جلسہ مسجد بی بی جی بریلی) کو ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں پڑھ کر سنایا گیا ——— مضمون یہ ہے:

مبسلا و حامدا و مصلیا و مسلما

حضرات اہل سنت و جماعت! ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فقیر بوجہ علالت حاضر نہ ہوسکا، میری تین تحریریں کہ شائع ہوچکی ہیں۔ اور ان میں سے دو کی اشاعت کو آٹھ آٹھ برس ہوچکے، حاضر کی جاتی ہیں۔ وہ آپ حضرات کے سامنے پڑھی جائیں گی، ان کو بہ نظر غور ملاحظہ فرمایئے وہی میری رائے کی ترجمان ہیں، میں حضرات مقررین سے بھی درخواست کرتا ہوں بلکہ ان کے تمام بیان میری انھیں تحریرات کے دائرے میں رہیں، اگر انھیں اس کا لحاظ رہا بہتر، ورنہ ان تحریروں کے دائرے سے باہر جو کچھ وہ فرمائیں، وہ ان کی ذاتی رائے ہوگی، وہ فقیر کی آواز نہیں:

میں اعلان کے ساتھ کہہ چکا ہوں اور کہتا ہوں کہ سلطنت اسلام نہ سلطنت بلکہ ہر جماعت اسلام نہ جماعت، بلکہ ہر فرد اسلام کی خیرخواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کون سا مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہے گا، مگر دونوں کا لحاظ لازم ہے۔ اور ان کا ترک عقل و نقل دونوں سے خروج ——— اوّل: یہ کہ ہر فرض ہمیشہ بقدر قوت و سروا بہ استطاعت ہے، قرآن عظیم جا بجا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ وسعت سے زائد کسی کو حکم نہیں دیتا، ایسی تحریکیں کہ قدرت سے باہر ہیں، اور ان کا نتیجہ یہاں

کے مسلمانوں کی تباہی ہے، اسلام و مسلمین کی خیرخواہی نہیں صریح بدخواہی ہے۔

دوم: اسلام کی تائید کبھی اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیٹھ دے کر نہیں ہوسکتی، مشرکین سے اتحاد و وداد، ان سے استعانت و استمداد، ان سے موافقت و انقیاد، جس کی ہوا چل رہی ہے قطعاً حرام و ذبح کن اسلام ہے۔ اور اس کے سبب دین پر سخت آفت، وہابیہ دیوبندیہ کی مداخلت ہے۔ انھوں نے جوشِ بے معنی دیکھ کر موقع پایا، اس میں (مطلب کو) شریک ہو لیے، کل تک جو ان کو کافر و بد دین جانتے تھے اُن سے مل کر متحد ہوگئے، ان کی کمیٹیں، ان کی صدارتیں، ان کی تعظیمیں ہونے لگیں، اس سے سلطنت اسلامی یا اماکن مقدسہ کو فائدہ پہنچا تو معلوم نہ وہابیہ کو اس سے غرض ——— وہ تمام اہل سنت کو مشرک جانتے ہیں، سلطان اور تمام ترکوں کو کیا مسلمان جانیں گے، وہ اماکن مقدسہ کو شرکستان سمجھتے ہیں، کیا ان کی حفاظت چاہیں گے؟ یہ تو سب زعم باطل ہے۔ ہاں وہابیت کے پنجے جمتے جاتے ہیں اور یہ دین کی سخت بربادی ہے۔ آنکھ کھولو اور دوست و دشمن کی تمیز کرو، دنیوی معاملت مطابق احکام شریعت ہر کافر و غیر مرتد سے جائز ہے، اور موالات اصلاً کسی سے جائز نہیں۔ یہاں اس کا عکس ہو رہا ہے۔ آٹھ برس ہوئے جب اس جنگ کا نام و گمان بھی نہ تھا، فقیر نے فلاح مسلمین کی چار تدبیریں شائع کی تھیں۔[1] امید کہ اس پر غور فرما کر ان کے اجراء میں سعی کریں، وباللہ التوفیق والسلام ——— (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے مذکورہ بیان کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے اپنے پلیٹ فارم سے اخبارات و رسائل کے ذریعہ شائع کیا، اور امام احمد رضا کے نظریات

---

[1] امام احمد رضا کی چار تدابیر بنام تاریخی "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" چھپ چکی ہیں، ۱۳۳۱ھ میں حاجی منشی لعل محمد خاں رضوی نے کلکتہ سے شائع کیا۔ پھر ان چار تدبیروں پر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے امام احمد رضا کو معاشیات کے حوالے سے ایک مقالے کے ذریعہ متعارف کرایا، جس کا نام ہے "امام احمد رضا کے چار معاشی نکات" یہ مقالہ ہند و پاک سے شائع ہوچکا ہے۔

[2] محمد عمر نعیمی، مولانا: ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، ص ۲۶ تا ۲۸، بابت جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

سے لوگوں کو متعارف کرایا، اس سلسلے میں جماعت مبارکہ نے امام احمد رضا کے ایماء پر تحریک خلافت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔



جماعتِ رضائے مصطفےٰ

اشاعتی خدمات

اشاعت کتب کی ضرورت کیوں؟

اللہ تعالیٰ کے حبیب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دینِ اسلام اشاعت سے ہی بڑھا ہے۔ اور ہاں اشاعت ایک تو تقریری طور پر ہوتی ہے۔ لٹریچر کی اشاعت دورِ جدید میں دوامی حیثیت کی حامل ہے۔ کتابیں گھر میں ہیں۔ تو جب وقت ملا پڑھ لیا، جب کسی نے دیکھا اس نے اٹھا کر پڑھنے کی کوشش کی، اور پھر وہی کتابیں نئی نسل کے لئے سامانِ آخرت ہوتی ہیں ——

اور اہم بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے لٹریچر سے زیادہ موثر حربہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ انہی اسباب کی بنیاد پر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے دو شعبہ قائم کئے تھے۔ ایک شعبہ زبانی تقریر و تبلیغ کا دوسرا شعبہ اشاعت کتب کا —— اب جماعت رضائے مصطفےٰ کے اراکین کا جذبہ دینی دیکھئے —— لکھتے ہیں؛

پیارے مسلمانو! —— دین سیکھو، خدا و رسول کو پہچانو (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو علماء دین کی صحبت میں رہنے یا انہیں کتابیں دیکھنے سے آسکتا ہے۔ آپ اپنی ضروریات و افکار کے باعث اگر اپنے رہنمایان ملت کے پاس آنے جانے سے معذور ہیں تو دین و ملت کی معتبر مستند کتابیں اپنے پاس رکھئے، اور جو وقت خالی ہے اس میں ان کا مطالعہ کیجئے، یوں اپنی مذہبی معلومات بڑھا لیجئے۔ اور علماء ربانی کا لطف اٹھائیے —— ہم نے شائقین کی آسانی کے لئے علماء اہل سنت خصوصاً امام اہل سنت فاضل ہندوستان اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی مفید تصانیف اپنے کتب خانہ میں فراہم کر لی ہیں —— (۱)

---

(۱) اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، فہرست کتب جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی ص ۲، م قادری پریس بریلی

جماعتِ رضائے مصطفےٰ کی مالی حالت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اکثر تصانیف جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ اشاعت کتب نے طبع کرائیں۔ اہل سنت و جماعت پر رضائے مصطفےٰ کا احسان عظیم ہے۔ آج جتنی تصانیف امام احمد رضا ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب اسی جماعت کی دین ہے ـــــ (۱) کتابوں کی طباعت میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے؟ اس کام کی دشواریاں کیا ہیں یہ سب اسی کو معلوم ہے جو اس سلسلہ میں کچھ کام کر چکا ہو، کسی کتاب کو لکھنا جتنا مشکل ہے کچھ ایسا ہی طباعت کا بھی مسئلہ ہے۔

طباعت میں کئی چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً کاتبوں سے رابطہ پھر کتابت، کتابت کے بعد تصحیح، پھر پرنٹنگ، اور پھر سرکولیشن اور اس سے پہلے اخراجات، اور مالی فنڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کے دور میں ایک معمولی سا کتابچہ چھپوانے میں ہزار دو ہزار روپیہ لگ جانا کوئی بات نہیں ـــــ کتاب چھپوالی، مگر مارکیٹ میں اسکی مانگ نہیں ہے تو دھری کی دھری رہ جائے گی۔ ساری لاگت گودام کی زینت بنی رہے گی۔ اب ایسی صورت میں سیکڑوں کتابوں کی طباعت تو ایک عظیم ادارہ ہی برداشت کر سکتا ہے۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی نے مالی فنڈ کے لئے ممبران بنائے تھے، اور ان ممبران کو کتابیں مفت دی جاتی تھیں۔ جماعت رضائے مصطفےٰ پر ایک وہ وقت آیا جب مالی حالت بہت خستہ ہو چکی تھی، اور بعض احباب جماعت سے پیسہ لیکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

---

(۱) اس سلسلہ میں مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کی بھی خدمات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا وہ پہلے فرد ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کی اشاعت کی خاطر حسنی پریس قائم کیا۔ مولانا نے مشکلات میں حسنی پریس لگایا وہ خود لکھتے ہیں: "کتب کی جن دشواریوں سے مجھے سابقہ پڑا ہے، اس کا لطف کچھ میں ہی جانتا ہوں، ان وجوہ نے مجھے مجبور کر دیا کہ پرچہ (الرضا) کی غرض سے ایک پریس کی اپنے نام سے اجازت

کی تصانیف چھپوائی گئیں ـــــ ان حالات سے نپٹنے کے لئے جماعتِ رضائے مصطفےٰ نے اپنے احباب کے لئے ایک اپیل شائع کی جس کا عنوان ہے۔ "ایک آنہ فنڈ" ـــــ ملاحظہ فرمائیں:

دینی ضرورتیں بہت ہیں، اور جماعت مبارکہ کی مالی آمدنی بالکل ختم ہو چکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی مذہبی ضرورت کے وقت چندہ کے لئے ہاتھ پھیلانا ہوتا ہے۔ اور پھر بھی کام نہیں چلتا۔ لہٰذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے جو آسان اور سہل صورت تجویز ہوئی وہ یہ ہے کہ جماعت مبارکہ کی جانب سے ایک آنہ فنڈ قائم کر دیا جائے۔ اور ایک آنہ ماہوار کے بکثرت ممبر بنائے جائیں۔ ایک آنہ ماہوار کسی شخص پر گراں نہ ہوگا۔ اور دینی ضرورتوں کے لئے ماہ بماہ کافی رقم جمع ہو جایا کریگی، اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے آسان صورت یہ ہے کہ ہر محلہ کے بااثر اس طرف توجہ فرمائیں، اور ہر محلہ میں کوئی مسلمان ایسا نہ بچے جسے ایک آنہ فنڈ کا ممبر بنا دیا جائے، جو صاحب ممبر بنیں گے، انہیں چندہ تو ایک آنہ ماہواری دینا ہوگا۔ مگر داخلہ کے وقت انہیں اپنی خوشی سے جو رقم وہ نہایت آسانی کے ساتھ دے سکیں فوراً دینا ہوگی ـــــ جماعت رضائے مصطفےٰ کے باقی رہنے، اور بلا دشواری ضرورتوں کے پورا ہوتے رہنے کی یہی ایک صورت ہے ـــــ (۱)

شعبۂ اشاعت کے اصول

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا شعبۂ اشاعت بہت متحرک تھا، اس کے عمال بڑی

لوں۔ بنابریں میں نے خدا کا نام لیکر ایک درخواست دیدی، اور کچھ دوڑ دھوپ کے بعد اس کی اجازت بھی مل گئی۔ میں بہت پہلے سے جانتا تھا کہ پریس کا کام ایک دردسری ہے۔ مگر میں نے پرچہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اسے بھی برداشت کر لیا۔ مطبع حسنی محض الرضا کی طبع کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔" (ماہنامہ الرضا بریلی، ص ۲۸، بابت ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ) (۶)

(۱) پمفلٹ بعنوان ایک آنہ فنڈ: اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، م حسنی پریس بریلی

دلچسپی اور لگن سے کام کرتے تھے۔ مذکورہ اپیل سے جماعت نے ایک حد تک خسارہ سے نکل کر اشاعتی کام کی رفتار بڑھائی تھی ـــــ بریلی شہر و دیگر اضلاع کے افراد نے ہاتھوں ہاتھ اس اپیل کا استقبال کیا۔

کتابوں کے بھیجنے کے لئے کچھ اصول تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے وہ اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) جملہ فرمائش بنام ناظم جماعت رضائے مصطفےٰ محلہ سوداگران بریلی آنا چاہیئے۔

(۲) سادہ پیکٹ یا پارسل بلا رجسٹری نہ منگائیں کہ اکثر تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے رجسٹری شدہ منگانا چاہیے۔ بلا رجسٹری طلب میں جماعت ذمہ دار نہ ہوگی۔

(۳) اپنا نام و مقام و ڈاکخانہ و ضلع خاص کر ریلوے پارسل منگانیوالے اصحاب اسٹیشن ریلوے اور کس لائن پر واقع ہے۔ صاف خوشخط تحریر فرمائیں۔ نیز علاقہ حیدرآباد دکن کے وی۔ پی منگانے والے اصحاب انگریزی ڈاکخانہ تحریر کریں۔

(۴) درصورت ریلوے پارسل اعلیٰ قدر فرمائش کچھ رقم بذریعہ منی آڈر آنا چاہیئے۔

(۵) دریافت طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے

(۶) نرخ تاجرانہ ذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔

(۷) فہرست کتب طلب کرنے پر مفت حاضر کی جا سکتی ہے:

(۸) محصول ڈاک یا محصول ریلوے بذمہ خریدار ہوگا۔

(۹) ایک روپیہ سے کم وی پی بوجہ محصول ڈاک ـــــ زیادہ قیمت پر پڑتا ہے۔ اگر متعدد اشخاص شریک ہو کر یکجائی طلب فرمائیں تو مصارف ڈاک میں کفایت رہے گی۔

(۱۰) جماعت مبارکہ کی جانب سے بتوفیق اللہ تعالیٰ دارالافتاء بھی قائم ہے ـــ جو سوالات دفتر جماعت میں موصول ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات روانہ کئے جاتے ہیں۔[۱]

---

(۱) اراکین جماعت: فہرست کتب جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی ص ۲

جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام دارالافتاء کے متعلق معلومات مناسب جگہ پر دیدی گئی ہیں۔ وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

اشتہارات وپمفلٹ کی اشاعت

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی وقتاً فوقتاً حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اشتہارات نکالا کرتی تھی، زیادہ تر اشتہارات جو راقم کو نظر آئے ان میں اسلامی تعلیمات، نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے مسائل، اور خود جماعتی سرگرمیاں درج ہوئی ہیں۔ اور کچھ ایسے پمفلٹ اور اشتہار دیکھنے کو ملے جن میں کسی عالم یا مسلم لیڈر کے ڈگمگاتے قدم کی گرفت کی گئی ہے۔ اور اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ بعض مسلم تنظیموں اور جماعتوں کی بے راہ روی کا تعاقب کیا گیا ہے، جیسے خلافت کمیٹی، اور جمعیۃ العلماء اس وقت ہندستان سے نکلنے والے رسائل و اخبارات کی گمراہ کن نگارشات کا بھی تعاقب کیا گیا ہے خصوصاً زمیندار وغیرہ کا ـــــ اخبارات و رسائل کے تعاقبات کو ہم نے ایک علیحدہ عنوان کے ساتھ لکھا ہے وہاں پر تفصیل سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی صحافتی خدمات اور پھر اس کے ہندستان پر صحافتی اثرات بھی قابل ذکر ہیں ـــــ (۱) جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنے صرفہ سے "ماہنامہ یادگار رضا" کا اجرا کیا، اس سے قبل مولانا حسنین رضا بریلوی کی ادارت میں "ماہنامہ الرضا" جاری ہوا ـــ (۲) اور اسی درمیان صرف قادیانیوں کے رد میں مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی ادارت میں ماہنامہ "ردمرزایت" شائع ہوتا رہا، تفصیلات دوسری جگہ ملاحظہ ہوں۔

---

(۱) امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے سے سنی صحافت اور اس سے وابستہ افراد کی خدمات پر راقم السطور کا ایک طویل مضمون ہفت روزہ "مسلم ٹائمز" بمبئی بابت ۱۸، اگست ۱۹۹۴ء (ص ۱۶ اور ۱۵) میں شائع ہو چکا ہے ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت اپریل ۱۹۹۵ء میں بھی اشاعت پزیر ہوا۔ ـــــ رضوی غفرلہٗ

(۲) مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کا بھتیجے امام احمد رضا بریلوی کی ادارت اور سرپرستی میں ماہنامہ الرضا بریلی کا رسم اجرا

جماعت رضائے مصطفےٰ کے فلیٹ فارم سے نکلنے والے اشتہارات اور پمفلٹ کی ایک خاصی تعداد ہے۔ ایک پوسٹر قد آدم کے برابر اس وقت راقم کے پیش نظر ہے۔ وہ شدھی تحریک کے رد میں ہے۔ اور اس کے عنوان پر لکھا ہے "۲۵: پوسٹر" اس سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل ۲۴ پوسٹر شائع ہو چکے اور بعد میں کتنے شائع ہوئے اس کا پتہ لگانا خاصا مشکل کام ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ پوسٹروں کی فراہمی نہ ہو سکی۔ ورنہ صرف پوسٹروں پر ایک خاصا ضخیم باب ہو سکتا تھا۔ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ کے سربراہ اعلیٰ اور بانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ جس سے جماعت کو کافی جھٹکا لگا یکایک سارے کام رک گئے مالی نقصانات بھی ہوئے۔ اس مالی نقصان سے بچنے کے لئے اور اپنی سرگرمیوں کو دوبارہ تیز تر کرنے کے لئے یہ اعلان شائع کیا۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جو جماعت کے لئے تحریر عنایت فرمائی تھی اس کا دوبارہ احیاء ہوا ـــ پڑھیئے۔

آج بھی اس امام عالی مقام کی تحقیقات کے خزانے برسر جود ہیں۔ ان کی تصانیف جلیلہ بہترین مرشد و رہنما ہیں۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی دستگیری یہی ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تصانیف زاہرہ کو طبع کرا کے ان کو فیض یاب کیا جائے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے زمانہ ہی

محرام الحرام ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کو ہوا۔ اور پہلا شمارہ ۲۴ صفحات پر مشتمل منظر عام پر آیا۔ الرضا کی اشاعت پر مولانا محمد عبداللہ سرہندی نے عربی میں ایک طویل نظم مبارکبادی کی تحریر فرمائی۔ لکھتے ہیں ؎

یستی الت ضاھم التـ ضا المشیھا ٭ من الحسنین المجتبین رضا ء

(ماہنامہ الرضا بریلی ص ۲، بابت صفر المظفر ۱۳۳۸ھ)

(۱) اہل سنت و جماعت کیلئے یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس نے اپنے امام و ان کے حوالہ سے دیگر اہم ذخائر کو ضائع کر دیا۔

اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جماعت پر اطمینان فرماتے تھے۔ اس کا روشن ثبوت ان کی تحریر پر تنویر سے ملتا ہے جو ۲۶ شعبان ۱۳۳۹ھ یوم جمعہ کو تحریر فرمائی تھی... (۱)

اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کی تائید کی جائے اور اراکین بڑھائے جائیں۔ تاکہ بعونہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی بے مثل تصانیف بکثرت شائع کیجائیں۔ اس اسلامی خدمت میں جو حضرات اہل سنت حصہ لینا اپنی دینی سعادت سمجھتے ہوں، وہ جماعت رضائے مصطفےٰ سے قرطاس رکنیت طلب فرما کر اس میں اپنا نام ثبت فرمائیں ـــ (۲)

ذوالفقار حیدری

"ذوالفقار حیدری" نامی کتاب کا اشتہار یعنی اعلان اس مضمون کے ساتھ شائع ہوا۔ مضمون پڑھنے سے کتاب کا موضوع معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شائع شدہ اعلان ملاحظہ فرمائیں۔

ابتدائے شیوع فتنۂ گاندھویہ سے اب تک جو اشتہارات آستانۂ قدسیہ رضویہ سے جماعت رضائے مصطفےٰ نے شائع فرمائے، کہ بفضلہ تعالیٰ خمیر گاندھویت کی سرشکنی کرتے رہے۔ جن میں ایک اشتہار بفضل الجبار گاندھویت کے سر پر ذوالفقار حیدر کرار ہے۔ خرمن کفر و ضلال گاندھویت پر کرمہٖ تعالیٰ صاعقہ برق بار ہے۔ تشنگان ہدایت کے لئے

---

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مبارک تحریر جماعت رضائے مصطفےٰ شائع و علماء کی الطرش دیکھی جا سکتی ہے، یہ تحریر روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے علاوہ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور ص ۳ بابت جنوری ۱۹۲۲ء میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ۱۲، رضوی عفرلہٗ

(۲) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۳، بابت جنوری ۱۹۲۲ء

بمنہ تعالیٰ سیراب کن ابر رحمت غفار ہے۔ گم گشتگان بادہ ضلالت کے لئے بحمدہٖ تعالیٰ راہ نما مشعل ہدایت پروردگار ہے۔ آسیب زدگان گاندویت کے لئے بمنہ تعالیٰ تعویذ دفع شیاطین اشرار ہے۔ مریضان کفر و غوایت کے لئے بحمدہٖ تعالیٰ نسخہ شفاء از بیماری کفر و باعث نجات از عذاب نار ہے ہر اک اشتہار بجائے خود رسالہ ہے محمدی فوج کا تیغزن رسالہ ہے۔ یہ اشتہارات کثیر علوم دینیہ سے لبریز ہیں۔ اور عام طریقہ سے اشتہارات محفوظ نہیں رہتے لہٰذا جماعت مبارکہ نے انہیں مرتب کر کے ان کا مجموعہ ہدیۂ ناظرین کیا —— (۱)

فتاویٰ رضویہ جلد اول کی اشاعت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا فقہی عظیم کارنامہ "فتاویٰ رضویہ" ہے جو ضخیم بارہ جلدوں میں پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً گیارہ جلدیں چھپکر منظر عام پر آگئی ہیں —— (۲)

فتاویٰ رضویہ جلد اول کی اشاعت کا بار سب سے پہلے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی ہی نے اٹھایا، اور استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں بریلوی نے پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ یہ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ مولانا حسنین رضا بریلوی مشہور اخبار دبدبہ سکندری رامپور کے ایڈیٹر مولانا شاہ فاروق صابری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

کرم فرمائے من ایڈیٹر صاحب اخبار دبدبہ سکندری —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ——!

بحمدہٖ تعالیٰ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد تیار ہو گئی ہے۔ آپ سے اور آپ کی معرفت

---

(۱) ایوب علی رضوی، سید (مولانا): ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور (ہند)، ۱۰/ جون ۱۹۲۲ء ج ۵۸ ش ۳۴

(۲) صفر المظفر ۱۵ھ/۱۴ ء / ۱۹۹۴ء کے عرس رضوی کے موقع پر رضا اکیڈمی بمبئی کے زیر اہتمام بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ

جو صاحب خریدار ہوئے تھے، ان سے عرض ہے کہ بعد منہائی قیمت مع محصول ڈاک آٹھ جزو واجب الادا کے بقیہ فتاویٰ تا ختم جلد اول آپ کو دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک دیا جائے گا۔ اگر بقیہ کی خریداری منظور ہو واپسی ڈاک مطلع فرمائیے۔ جواب آنے پر بذریعہ وی پی بقیہ جلد روانہ ہو گی۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں روہلکھنڈ گزٹ بریلی، دبدبہ سکندری رام پور، ہمدم لکھنؤ پیسہ اخبار لاہور میں ایک اطلاعی مضمون فتاویٰ رضویہ کی سرخی سے پیش کش کیا۔

نیاز مند: محمد حسنین رضا خاں محلہ سوداگران بریلی (۱)

اس خط پر ایڈیٹر دبدبہ سکندری رام پور کی طرف سے یہ نوٹ بھی لگا ہوا ہے۔ جو ان کے دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے۔

یہ خوشی سے لکھا جا رہا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد چھپکر تیار ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمام اجلاد (جلدیں) فتاویٰ رضویہ کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت دام فیضہم کے سایہ عاطفت میں اشاعت پائیں۔ اور اس نعمت غیر مترقبہ سے حضرات اسلام فائدہ اٹھائیں —— (۲)

جماعتِ رضائے مصطفےٰ کی مطبوعات

۱۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ — اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

۲۔ مقال عرفا باعزاز شرع و علماء — ”

۳۔ الوظیفۃ الکریمۃ — ”

---

(۱) مکتوب مولانا حسنین رضا بریلوی بنام شاہ فاروق حسن صابری، مملوکہ راقم السطور

(۲) فاروق حسن صابری ایڈیٹر دبدبۂ سکندری رام پور ص ۳، بابت ۱۶/ ستمبر ۱۹۱۸ء

نوٹ: افسوس کہ امام بریلوی کی حیات میں مکمل جلدیں شائع نہ ہو سکیں تاہم رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کر کے روح امام کو خوش کر دیا ہے۔

۴۔ عطایا القدیر فی حکم التصویر (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۵۔ برکات مارہرہ و جہان بدایوں (مولانا محمد میاں مارہروی)
۶۔ تحقیقات قادریہ (مولانا جمیل الرحمن بریلوی)
۷۔ روداد مناظرہ (مولانا حسنین رضا خاں بریلوی)
۸۔ حق کا خنجر (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۹۔ حق کی فتح مبین (اعلیٰ حضرت اور مولانا عبد الباری کے درمیان مکالمہ)
۱۰۔ کیٹی کے مولانا (شیخ عظمت علی رضوی)
۱۱۔ منذر فقیر (〃 〃 〃)
۱۲۔ وصایا شریف (مولانا حسنین رضا بریلوی)
۱۳۔ آئینۂ قیامت (مولانا حسن رضا حسن بریلوی)
۱۴۔ ذوالفقار حیدری (اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ)
۱۵۔ مصحح دماغ مجنون 〃 〃 〃
۱۶۔ حدائق بخشش دوم (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۱۷۔ گاندھیوں کا اعمال نامہ
۱۸۔ نجم شریعت ———— (۱)
۱۹۔ مومن نمبر (ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا خاص شمارہ)
۲۰۔ فتاویٰ رضویہ (کتاب النکاح جلد چہارم)
۲۱۔ الصوارم الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۲۲۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (امام احمد رضا)

۲۳۔ روداد مباحثہ سنبھل
۲۴۔ مسائل سماع (۲)
۲۵۔ احکام شریعت مکمل (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۲۶۔ ذوق نعت (مولانا حسن بریلوی)
۲۷۔ سرور العید السعید فی الدعاء بعد صلوٰۃ العید (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) 〃
۲۸۔ انہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید
۲۹۔ ترغیب الصلاۃ
۳۰۔ عرفان ایمان
۳۱۔ بعض مکاتیب اعلیٰ حضرت۔ (مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری)
۳۲۔ عرفان ہدایت 〃
۳۳۔ الخطبات الرضویہ۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۳۴۔ عقائد اسلام
۳۵۔ ہادی الناس فی اشیاء من رسوم الاعراس (امام احمد رضا)
۳۶۔ طیب المنیر لوصول الحبیب للعرش والرؤیہ،
۳۷۔ طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد (مفتی اعظم)
۳۸۔ سوراخ در سوراخ (مولانا 〃 〃)
۳۹۔ التحبیر بیان التدبیر و تلیع الصدلایمان القدر (اعلیٰ حضرت)

(۲) ماہنامہ یادگار رضا بریلی ص آخری بابت شعبان ۱۳۳۸ھ
...۱۰۱،علیٰ ... ۱۰ ... مصطفیٰ، منعقدہ ۲۲، ۲۳ تا ۲۱ اگست ۱۹...ء

۴۰۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش (اعلیٰ حضرت)
۴۱۔ تقریر منیر قلب، (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۴۲۔ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (اعلیٰ حضرت) 〃
۴۳۔ نہج السلامۃ فی تقبیل الابہامین والاقامۃ 〃
۴۴۔ جلاءت الصفا فی نور المصطفیٰ (اعلیٰ حضرت) 〃
۴۵۔ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاہلیۃ 〃
۴۶۔ الحجۃ الفائحہ فی تعیین العرس والطیب الفاتحہ 〃
۴۷۔ ایتان الارواح، لدیارھم بعد الرواح 〃
۴۸۔ القول الفاخر 〃
۴۹۔ اسواط العذاب 〃
۵۰۔ فتاویٰ بر عقائد دیوبندیہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانعی الزکوٰۃ 〃
۵۱۔ اعلام الاعلام (اعلیٰ حضرت) بان الہندستان دار الاسلام
۵۲۔ ازکی الاہلال (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) فی ما احدث الناس فی امر الہلال

۵۳۔ التحریر الجید فی حق المسجد (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۵۴۔ الاعلام بحال البخور فی الصیام 〃
۵۵۔ راد القحط والوباء، (بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء) 〃
۵۶۔ تحفۂ عشاق و نعتیہ دیوان (مولانا جمیل الرحمن بریلوی)
۵۷۔ الوضوء،
۵۸۔ مجموعہ اشعار المصطفیٰ دوم،
۵۹۔ انوار الانتباہ (فی حل نداء یا رسول اللہ) (اعلیٰ حضرت)
۶۰۔ لمحۃ الضحیٰ، (فی اعفاء اللحیٰ) (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۶۱۔ موذن الاوقات، 〃
۶۲۔ جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوہ، 〃
۶۳۔ موذن الاوقات صوبہ بریلی
۶۴۔ موذن الاوقات عرض نینی تال
۶۵۔ موذن الاوقات، صوبہ بہار (۱)
۶۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم
۶۷۔ 〃 〃 کتاب النکاح جلد اول
۶۸۔ 〃 〃 〃 〃 جلد دوم
۶۹۔ فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح جلد سوم
۷۰۔ 〃 〃 〃 〃 جلد چہارم

(۱) فہرست کتب جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی؛ اراکین جماعت مبارکہ، م، قادری پریس باہتمام منشی خدا یار خان

۶۹۔ فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح جلد سوم

۷۰۔ ″ ″ ″ ″ چہارم

۷۱۔ فتاویٰ امام غزی ترتاشی

۷۲۔ حک العیب (اعلیٰ حضرت)

(فی حرمۃ تسوید الشیب)

۷۳۔ الملفوظ مناظرہ،

۷۴۔ کھرا کھری، مولانا محبوب علی خاں لکھنوی

۷۵۔ وہابی عقائد نا ہر دو حصہ

۷۶۔ التحقیق الحسان فی احکام الاذان

۷۷۔ المنۃ الممتاز

(فی دعوات الجنازۃ)

۷۸۔ الزبدۃ الزکیۃ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(فی تحریم سجود التحیۃ)،

۷۹۔ فتاویٰ افریقہ ″

۸۰۔ فتاویٰ الحرمین مترجم ″

(برجف ندوۃ المین)

۸۱۔ مجموعہ تمہید الایمان وحسام الحرمین عربی مترجم ″

۸۲۔ فتاویٰ حرمین کا تازہ عطیہ، ″

۸۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ″

۸۴۔ چار کلیٹ بر اہلحدیث،

۸۵۔ احسن الوعا لآداب الدعا، مولانا نقی علی بریلوی

۸۶۔ کفل الفقیہ الفاہم مترجم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(فی احکام قرطاس الدراھم)

۸۷۔ الہادی الحاجب، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(عن جنازۃ الغائب)

۸۸۔ انفس الفکر فی قربان البقر ″

۸۹۔ السوء والعقاب۔ ″

(علی المسیح الکذاب)

۹۰۔ الصارم الربانی، مولانا حامد رضا بریلوی

(فی اسراف القادیانی)

۹۱۔ الفضل الموہبی، امام احمد رضا

(فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی)

۹۲۔ النیر الشہابی،

۹۳۔ السہم الشہابی،

۹۴۔ صفائح اللجین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(فی کون التصافح بالیدین)

۹۵۔ الجام الصاد عن سنن الضاد ″

۹۶۔ منیر العین فی تقبیل الابہامین ″

۹۷۔ رد الرفضہ ″

۹۸۔ الیاقوتۃ الواسطۃ، ″

(فی قلب عقد الرابطۃ) ″

۹۹۔ رماح القہار ″

۱۰۰۔ سیف النقی،

۱۰۱۔ خالص الاعتقاد، امام احمد رضا ″

۱۰۲۔ اہلاک الوہابین، ″

۱۰۳۔ میل الاصفیاء (فی حکم الذبح للاولیاء) ″

۱۰۴۔ وشاح الجید،

(فی حل معانقۃ العید)

۱۰۵۔ وقعات السنان مولانا مصطفیٰ رضا نوری

۱۰۶۔ ادخال السنان ″

۱۰۷۔ اقامۃ القیامۃ، اعلیٰ حضرت

(علی طاعن القیام لنبی تہامۃ)

۱۰۸۔ ہدی الحیران فی نفی الفئ، ″

(عن سید الاکوان)

۱۰۹۔ دیوبندی مولویوں کا ایمان

۱۱۰۔ حیات الموات، اعلیٰ حضرت

(فی سماع الاموات)

۱۱۱۔ اِبانۃ المتواری، 〃

۱۱۲۔ قامع الواہیات، 〃

۱۱۳۔ بریق المنار، 〃

۱۱۴۔ تیسیر الماعون 〃

(فی السکن عن الطاعون) 〃

۱۱۵۔ سلامت اللہ لاہل السنۃ

۱۱۶۔ نفی العار من معایب المولوی عبد الغفار

۱۱۷۔ ضیاء الارشاد،

۱۱۸۔ الموت الاحمر، مولانا مصطفیٰ رضا نوری

۱۱۹۔ اجلی انوار الرضا مولانا حامد رضا بریلوی

۱۲۰۔ انہار الانوار، (امام احمد رضا)

(من یم صلاۃ الاسرار)

۱۲۱۔ سوانح وہابیہ

۱۲۲۔ القول العجیب، مولانا مصطفیٰ رضا نوری

۱۲۳۔ اصح التواریخ مولانا محمد میاں مارہروی

۱۲۴۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان،

مولانا مفتی نقی علی بریلوی

۱۲۵۔ ہدایت البریۃ، اعلیٰ حضرت

۱۲۶۔ برکات الامداد، ″

۱۲۷۔ الاستمداد، ″

۱۲۸۔ نفی الفئ

(عمن انار بنورہ کل شئ)

۱۲۸۔ رد المہند مولانا حشمت علی خاں

۱۲۹۔ الانوار الغیبیہ، مولانا حشمت علی لکھنوی

۱۳۰۔ مبلغ،

۱۳۱۔ ظفر الاسلام حصہ اول

۱۳۲۔ دیوبندیت کا پاکیزہ فوٹوگراف،

۱۳۳۔ تبارک بخشش، مولانا جمیل الرحمٰن رضوی بریلوی

۱۳۴۔ برکات قادریت، ″

۱۳۵۔ دشت کربلا مولانا حسنین رضا بریلوی

۱۳۶۔ حجۃ واہرہ، مولانا مصطفیٰ رضا خاں

۱۳۷۔ انوار البشارہ، اعلیٰ حضرت

(فی احکام الحج والزیارۃ)

۱۳۸۔ ذوق حسن، مولانا حسن بریلوی

۱۳۹۔ نگارستان لطافت، ″

۱۴۰ - ملفوظات مکمل، مولانا مصطفےٰ رضا نوری

۱۴۱ - قلادہ بخشش، (اعلیٰ حضرت کی غیر مطبوعہ نعتوں و دیگر علماء کی نعتوں کا مجموعہ)

۱۴۲ - رسوم اہل السنۃ،

۱۴۳ - ذکر رضا منظوم،

۱۴۴ - ازاحۃ العیب بسیف الغیب،

۱۴۵ - نصرۃ الواعظین مکمل، مولانا حشمت علی بریلوی

۱۴۶ - مروج النجا لخروج النساء، اعلیٰ حضرت

۱۴۷ - مظالم نجدیہ بر مقابر قدسیہ،

۱۴۸ - اصلاح بہشتی زیور چار حصص،

۱۴۹ - اصلاح بہشتی گوہر،

۱۵۰ - القول الجزل،

۱۵۱ - السنیۃ السنیہ،

۱۵۲ - شمول الاسلام، (اعلیٰ حضرت)

(لاصول الرسول الکرام)

۱۵۳ - نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب الوصال،

(اعلیٰ حضرت)

۱۵۴ - اسماع الاربعین 〃

(فی شفاعۃ سید المحبوبین) 〃

۱۵۵ - الصمصام علی مشکک آیۃ علوم الارحام، 〃

۱۵۶ - ارادت الادب لفاضل النسب، 〃

۱۵۷ - حربہ احمدیہ،

۱۵۸ - حیانۃ الایمان شرح تقویۃ الایمان

۱۵۹ - شمع ہدایت، مولانا حشمت علی رضوی بریلوی

۱۶۰ - چراغ مجلس،

۱۶۱ - ایذان الاجر، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(فی اذان القبر)

۱۶۲ - تجلی الیقین 〃

(بان نبینا سید المرسلین)

۱۶۳ - الکوکبۃ الشہابیہ، 〃

(فی کفریات ابی الوہابیہ)

۱۶۴ - الامن والعلی 〃

(لناعتی المصطفےٰ بدافع البلاء)

۱۶۵ - حق کا خنجر،

۱۶۶ - جاءت فتح اکبر،

۱۶۷ - توحید کے دشمنوں کی پہچان،

۱۶۸ - تذکرہ حسنین،

۱۶۹ - راندیر میں سنیوں کی فتح عجیب،

۱۷۰ - نور مدائح

۱۷۱ - جلی الصوت، امام احمد رضا

۱۷۲ - جمل النور،

(فی نہی النساء عن زیارۃ القبور)

۱۷۳ - نہایۃ البیان فی احکام العقیقہ والختان

۱۷۴ - القلادہ الطیبہ المرصعہ

۱۷۵ - تعلیم الفقہ،

۱۷۶ - شوکت اسلام مولانا محمد میاں مارہروی

۱۷۷ - طرد المتبدعین،

۱۷۸ - اکمل التاریخ، مولانا محمد میاں مارہروی

۱۷۹ - خیر الکلام فی مسائل الصیام،

۱۸۰ - العضوب السنیہ،

۱۸۱ - رموز خمریہ،

۱۸۱ - طیبہ کا چاند،

۱۸۲ - خطبہ صدارت، مولانا محمد میاں مارہروی

۱۸۳ - العذاب الاکبر،

۱۸۴ - نماز پڑھنے پڑھانے کا عمدہ طریقہ -

۱۸۵ - چہار انواع، حضور صاحب البرکات

۱۸۶ - سیف الجبار، مولانا فضل رسول بدایونی

۱۸۷ - راحۃ القلوب،

۱۸۸ - برق ایمن، حکیم سلامت اللہ رضوی

۱۸۹ - کلام فائق، مولانا حشمت علی رضوی بریلوی

۱۹۰ - باغ فردوس، مولانا سید ایوب علی بریلوی

۱۹۱ - عجب الامداد، امام احمد رضا

(فی مکفرات حقوق العباد)

۱۹۲ - الاولۃ الطاعنہ 〃

(فی اذان الملاعنہ)

۱۹۳ - معراج جسمانی،

۱۹۴ - شمشیر برہنہ، (شاہ عبد العزیز دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی)

۱۹۵ - نیل السعاد فی بیان مسائل الشہادۃ،

۱۹۶ - موت کا پیغام دیوبندی مولوی کے نام، مولانا سردار احمد فیصل آباد

۱۹۷ - خیر الآمال، امام احمد رضا

(فی حکم الکسب والسوال)

۱۹۸ - بدر الانوار، 〃

(فی آداب الآثار)

۱۹۹ - القطوف الدانیہ اعلیٰ حضرت

(فی حکم الجماعۃ الثانیہ)

۲۰۰ - تجلی المشکوٰۃ، 〃

(لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ)

۲۰۱ - مشعلۃ الارشاد، اعلیٰ حضرت

(الی حقوق الاولاد)

۲۰۲ - شفاء الوالہ، 〃

(فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ)

۲۰۳ - بذل الجوائز، امام احمد رضا

۲۰۴ - البدایۃ المبارکۃ، 〃

(فی خلق الملائکہ)

۲۰۵ - کشف حقائق، 〃

(واسرار دقائق)

۲۰۶ - مختصر عقائد وہابیہ،

۲۰۷ - اشارۃ تلاوت

۲۰۸ - ردیف یمانی

۲۰۹ - الصوارم الہندیہ، مولانا حشمت علی لکھنوی

۲۱۰ - صمصام جدید بر کوئی بے قید عدد تقلید

۲۱۱ - ابر القال، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(فی استحسان القبلۃ والاجلال)

۲۱۲ - شق القمر، "

۲۱۳ - جمع القرآن، اعلیٰ حضرت

(وبم عزوہ لعثمان)

۲۱۴ - الطیب الوجیز، "

(فی امتعۃ الورق والابریز)

۲۱۵ - عرفان شریعت مکمل،

(مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری)

۲۱۶ - الاستمداد،

۲۱۷ - معراج شریعت،

۲۱۸ - المیلاد النبویہ، اعلیٰ حضرت

۲۱۹ - کنواں پاک کرنے کا نقشہ

۲۲۰ - اجازۃ جدالکرامہ، مولانا ابرار حسن تلہری

۲۲۱ - فیض شاہ دوعالم

۲۲۲ - فیض شہ دوعالم

۲۲۳ - حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان،

۲۲۴ - مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرش،

مولانا ظفر الدین بہاری

۲۲۵ - امتناع النظیر، مولانا فضل حق خیرآبادی

۲۲۶ - قہر واحد دیان بر مشیر بسط البنان،

۲۲۷ - نقشہ نعل پاک،

۲۲۸ - اسلامی عقائد با تصویر،

۲۲۹ - حزب قہاری

۲۳۰ - تنویر الحجۃ لمن یجوز التوا الحجۃ،

(مولانا مصطفےٰ رضا نوری)

۲۳۱ - بہار شریعت تا یازدہم،

(مولانا امجد علی اعظمی)

۲۳۲ - جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری،

(مولانا ظفر الدین بہاری) (۱)

---

(۱) ایوب علی رضوی بریلوی، سید ؛ فہرست جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی ۔ ، قادری پریس بریلی

جماعت رضائے مصطفےٰ

تحریک انسداد گاؤ کشی

تحریک گاؤ کشی اور جماعت رضائے مصطفےٰ کا احتجاج

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات ظاہری میں تحریک گاؤ کشی چلی۔ آپ نے محرکین کے عزائم بھانپ لئے تھے ـــــ اسی مسئلہ پر کافی قتل و قتال کا بازار گرم ہوا ـــــ ہزاروں مسلمان جام شہادت نوش کرکے اپنی آخری آرام گاہ میں چلے گئے علماء کرام و مفتیان عظام کی بارگاہ میں بڑی چالاکی سے ایک استفتا پیش ہوا کہ کیا گائے ہی کی قربانی کرنا واجب ہے؟ ـــــ مولانا عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمۃ فرقہ پرستوں کی چالوں کو نہ سمجھ سکے اور جواب لکھدیا کہ "واجب نہیں" تو پھر کیا تھا۔ خوب تشہیر کی گئی۔ اور جب استفتا امام احمد رضا کی خدمت میں آیا، تو آپ اپنی زمینداری کے گاؤں کرتولی ضلع بدایوں گئے ہوئے تھے مستفتی وہاں پہنچا، اور اصرار بالاصرار کیا کہ ہمیں جواب تحریر فرمادیا۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا۔ کہ یہاں کتابیں موجود نہیں۔ اب ایسی صورت میں جواب کیسے لکھا جا سکتا ہے۔" مگر اس کے اصرار پر آپ نے جواب بغیر کتاب کے لکھدیا۔ جس کا نام "انفس الفکر فی قربان البقر" رکھا ـــــ آپ نے انسداد گاؤ کشی تحریک والوں کے عزائم کو پرکھتے ہوئے جوابات عنایت کئے اور صاف طور پر لکھا کہ "یہ شعائر اسلام پر حملہ ہے۔ ایسی صورت میں قربانی واجب ہے"۔(۱)

ذبیحہ گاؤ مسلمانوں کا قدیمی، شرعی، قانونی، رواجی حق ہے جس کو گورنمنٹ برطانیہ نے بھی کبھی اس میں مداخلت نہ کی، اور مذہبی امور میں مداخلت نہ کرنا گورنمنٹ کا پختہ اصول تھا۔ مگر کچھ نام نہاد مسلمانوں کے قائدین نے ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ پیدا کرکے مسلمانوں کو اس سے نواز کر گائے کی قربانی و ذبیحہ بالکل موقوف کرادیا ـــــ (۱)

ذبیحہ گاؤ کے انسداد کے لئے سی پی کونسل نے قانون مرتب کردیا ـــــ جو ۳ جون ۱۹۲۳ء کے "سی پی گزٹ" حصہ نمبر ا ص ۵۶۵ پر شائع ہوا ـــــ مسلمانان جبل پور

---

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: انفس الفکر فی قربان البقر ص ۳، م مطبع اہل سنت بریلی

نے اس قانون کے خلاف اپنے قدیمی حق کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ سے اپیل کی (۱)

اس کی اطلاع جیسے ہی دفتر جماعت رضائے مصطفٰے میں پہنچی، فوراً پورا عملہ حرکت میں آگیا۔ ضروری یہ تھا کہ پہلے سی پی گزٹ منگوا کر مطالعہ کیا جائے کہ اس میں کیا کیا لکھا گیا ہے، اور کس نوعیت سے ممانعت کی گئی ہے؟ ——— جماعت رضائے مصطفٰے بریلی نے پہلے گزٹ منگوایا، اور اس کو دیکھ کر ایک جلسہ ۲۶، ۲۷، ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ / ۲۲، ۲۳ جولائی ۱۹۲۲ء کو مقرر کر دیا۔ مگر طرفہ تماشا یہ دیکھئے کہ جماعت رضائے مصطفٰے شعائر اسلام کے لئے اجتماع کر رہی تھی، تو ساری مسلم جماعتوں، کمیٹیوں اور تنظیموں کو ساتھ دینا چاہیئے تھا ——— مگر خلافت کمیٹی بریلی جو اسلام اور ہندو مسلم اتحاد کا دم بھرتی تھی، اس نے ہندوؤں کی پاسداری میں مسلمانوں کے اس قدیمی شعائر اسلام کی حفاظت کے لئے منعقد ہونے والے جلسہ کو ناکام بنانے میں اپنے امکان بھر سعی کی ——— اللہ کی توفیق سے ان کی یہ کوشش بے سود رہی اور جلسہ نہایت کامیاب ہوا، مسجد بی بی صاحبہ بریلی میں جلسہ ہوا، مسلمانوں کے دل اس قانون کے پاس ہو جانے کی وجہ سے غم سے بھرے ہوئے تھے، اس عظیم الشان جلسہ میں شہر و بیرون شہر کے حسب ذیل علماء و مشائخ تشریف لائے۔

۱. تاج العلماء مولانا شاہ سید اولاد رسول محمد میاں برکاتی مارہروی
۲. صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی
۳. مولانا ابو الکمال محمد اشہد الدین مراد آبادی
۴. مولانا محمد عبد العزیز فتح پوری

پہلے روز کے شب کے جلسہ میں بعد نعت شریف مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تقریر فرمائی۔ اور اس میں نہایت وضاحت کے ساتھ اپنے اغراض و مقاصد بتائے۔ اور مسلمانوں کو بتایا کہ:

---

(۱) محمد ابرار حسن حامدی تلہری، مولانا، ماہنامہ یادگار رضا بریلی

"کھلے ہوئے دشمن ہندو اور دوست نما دشمن اتحادی۔ ان کے دین پر ایک سخت حملہ شعار اسلام ذبح بقر کی عام بندش کی صورت میں کر رہے ہیں ——— علماء اہل سنت کی طرف سے خیال عوام کو لیڈران قوم طرح طرح کے افراد اتہام سے بہکاتے، ورغلاتے ہیں۔ ان کی حقیقت اور اصل علت کیا ہے؟ ہمارے علماء کرام ان نام نہاد خدام سے کیوں مخالف ہیں، یہ مولانا عبد الباری کا خط ہے۔ جو امور آج بھی مولوی عبد الباری صاحب دین و ایمان کے فرائض اور ضروریات میں سے بتا رہے ہیں۔ اور جن مشرکین ہنود سے محبت و وداد و اتحاد فرض قطعی ایمانی ضروری ٹھہرا رہے ہیں۔ کل تک خود بھی مولوی صاحب انہیں اپنے جگری بھائیوں، یقینی دوستوں، بلکہ پیشوا و رہنما مشرکین کو کیسا صاف صاف واضح طور پر دشمن اسلام مسلمانوں کے اصل مقصد قیام ہند کا سخت ترین مخالف، اور دشمن جانتے اور مانتے تھے ——— مولوی صاحب کے اس خط سے مقرر کردہ معیار پر ہندوستان بھر کے تمام موجودہ لیڈران قوم میں سے ایک بھی مسلمانوں کی رہنمائی اور ان کی نیابت کا اہل نہیں ہے۔"

مولانا مراد آبادی کی تقریر تقریباً ۱۲ بجے شب کو ختم ہوئی، جلسہ اس مدلل و مستند تقریر سے متاثر تھا۔ پھر جماعت رضائے مصطفٰے کے صدر نے مختصر تقریر کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں حاضرین جلسہ پر مشرکین ہند کی مسلمانوں کے ساتھ دیرینہ قلبی عداوت و دشمنی بیان کی اور یہ دکھایا کہ کس طرح لیڈران قوم ہمارے پشتینی دشمنوں کو ہم پر غلبہ و تسلط دلا رہے ہیں۔ اور ہمارے عام مسلمان بھائیوں میں ان کی محبت و عقیدت کے جذبات کو راسخ کر رہے ہیں۔ جس میں مسلمانوں کی دین و دنیا دونوں کی ہلاکت و تباہی ہے، اور خدا و رسول کے ارشادات واضحہ، اور نصوص ناطقہ کی بنا پر یہ کفار و مشرکین ہرگز ہمارے دوست و بہی خواہ نہیں ہو سکتے، بلکہ ہمارے سخت دشمن ہیں۔ اور دشمن رہیں گے ——— اس

جلسہ میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئیں اور حاضرین جلسہ کو ذہن نشین کرایا گیا۔
تجاویز ملاحظہ ہوں۔

تجاویز

(۱) ــــــ مسلمانان بریلی کا یہ عام جلسہ سی پی کونسل کے اس مرتبہ قانون کو جو ۳ جون ۱۹۲۲ء کے سی پی گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ جو مسلمانوں کے مذہبی شعار، اور قدیمی حق، و رواج عام ذبیحۂ گاؤ کی موقوفی، اور دوسرے جانوروں کے ذبیحہ میں رکاوٹ ڈالنے والے قیود پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کے حق میں مہلک، اور اسلامی مذہبی امور میں ناجائز دست اندازی، اور انکی آزادی کے لئے موت کا مرادف، اور گورنمنٹ برطانیہ کے مقررہ و مسلمہ اصول، مذہبی امور میں عدم مداخلت کی خلاف ورزی، اور مذہب اسلام کے وقار کو سخت صدمہ پہنچانے والا اور مسلمانوں کی اقتصادی و تجارتی حالت کو نہایت سخت ضرر پہنچانے والا یقین کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ سے نہایت بے چینی اور کامل زور کے ساتھ استدعا کرتا ہے، کہ وہ اس جدید قانون کو مع اس کی جملہ قیود کے منسوخ کر کے جلد تر مسلمانوں کی عام بے چینی رفع کرے۔

(۲) ــــــ یہ جلسہ ہر اس قانون کو جو مذہب کے کچھ بھی خلاف ہو ناقابل عمل قرار دیتا ہے۔

(۳) ــــــ یہ جلسہ اپنی قدیمی، مذہبی، و قانونی آزادی سلب کئے جانے پر نہایت دردناک لہجہ میں اپیل کرتا ہے۔

(۴) ــــــ یہ جلسہ اس امر کو ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ ذبیحہ گاؤ کا حق مسلمانوں کو ہندستان میں ہمیشہ سے بے کسی روک ٹوک کے حاصل ہے۔ اور گورنمنٹ برطانیہ نے بھی اپنے عہد حکومت میں مذہبی حق جان کر بے مداخلت کے قائم رکھا ہے۔ اس بنا پر گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ قانون

اور رواجوں کے خلاف کوئی جدید دست اندازی کر کے مسلمانوں کے قومی، اور مذہبی جذبات کو صدمہ نہ پہنچائے۔

(۵) ــــــ یہ جلسہ ان تمام ممبروں، اور رائے دہندوں کی اس تحریک و تائید کو جو اس قانون کے پاس ہونے کا باعث ہوئی، خالص ہندوؤں کی طرفداری اور مسلمانوں کی صریح حق تلفی سمجھتا ہے۔ اور نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور ظاہر کر دینا اپنا فرض خیال کرتا ہے۔ کہ ایسے ممبران مسلمانوں کے نائب نہیں ہو سکتے۔ اور ان کی تجویز ہندستان کے دو عظیم گروہوں میں ہمیشہ کے لئے سخت تصادم اور آئے دن کے فتنہ و فساد کی بنیاد ہے۔ جسکے یہ نتائج عام ملکی امن و امان کے لئے نہایت خطرناک ہوں گے۔

(۶) ــــــ یہ جلسہ گورنمنٹ کو مطلع کرتا ہے کہ کوئی مسلمان خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو، اسلامی امور میں تغیر کا مجاز نہیں۔ اور دین کے مسائل مسلمانوں کی رائے پر موقوف نہیں ہیں، اور محض کسی کی رائے کو ان امور میں اصلاً دخل نہیں۔

(۷) ــــــ یہ جلسہ کونسلوں کے ممبروں کو مطلع کرتا ہے کہ وہ اسلامی امور، اور مسلمانوں کے رسم و رواج میں اپنی ذاتی رائے سے مخالفت نہ فرمایا کریں، اور گورنمنٹ کو آگاہ کرتا ہے کہ وہ ان امور میں ممبران کونسل کی ذاتی رائے کو قابل قبول نہ سمجھے۔

(۸) ــــــ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تجاویز مذکورہ بالا کی ایک نقل کلکٹر ضلع بریلی، اور ایک نقل تمام گورنران اضلاع، اور ایک نقل گورنر جنرل ویسرائے ہند کو اس استدعا کے ساتھ بھیجی جائے کہ وہ انہیں وزیر ہند کو ارسال کر دیں۔

پورا مجمع لفظ لفظ سے متفق تھا، اور اپنے اس حق اسلامی اور آزادی قانون کے سلب ہونے کے اندیشہ سے نہایت مضطرب و بے چین تھا ــــــ پھر نواب وحید احمد خاں رضوی ناظر جماعت رضائے مصطفٰے نے اصل سی پی گزٹ مع ترجمہ

پڑھ کر سنایا، اس کے بعد جلسہ بخیریت ختم ہوا۔ (۱)

یک شنبہ کے روز صبح کے وقت میں ایک جلسہ منعقد ہوا، اور صدر جلسہ مولانا محمد میاں مارہروی نے تمام تجاویز مذکورۃ الصدر مع تشریح پیش فرمائیں۔ جلسہ نے بہت گرم جوشی کے ساتھ سب سے اتفاق کا اظہار کیا۔ یہ جلسہ صبح کو ختم ہو گیا۔ مگر حاضرین جلسہ علماء کرام کے بیانات سننے کے مشتاق تھے۔ ان کی بڑھتی خواہش کے پیش نظر نماز عصر کے بعد جلسہ منعقد ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ مولانا ابوالکمال اشہد الدین مراد آبادی نے ایک فصیح و بلیغ تقریر میں حالات حاضرہ اور مصائب نازلہ پر مسلمانوں کو توجہ دلائی، اور دشمنان اسلام جو مسلمانوں کے دوست بن کر انہیں دھوکہ دے رہے ہیں، اور ان کے اسلام و شعائر اسلام کے مٹا دینے کے درپے ہیں اسے واضح کیا اور مسلمانوں کو تمام کفار و مشرکین سے اجتناب اور اعراض کلی کی ضرورت بتاتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کیا۔ اس کے بعد مولینا نعیم الدین مراد آبادی نے مسلمانوں کو اس کھلی ہوئی توہین سرکار رسالت علیہ السلام پر توجہ دلائی، جو بعض خبیث مشرکین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک گڑھی ہوئی تصویر چھاپ کر کی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس کھلی ہوئی توہین پر مسلمانوں نے سخت نفرت و لعنت کا اظہار کیا ——— مولانا مراد آبادی نے تقریر میں فرمایا۔

"اس وقت ان ہندو پرست لیڈران قوم کی ہندو پرستی سے انہیں جرأت پیدا ہوئی، اور وہ اسلام و مسلمین کو قطعاً حقیر و ذلیل سمجھنے لگے ہیں ——— دیکھو، اپنے پکے دشمنوں تمام کفار و مشرکین، اور ان کے پس رو لیڈران قوم سے قطعاً علیحدگی اختیار کرو، اور ان کی زبانی جھوٹی ہمدردی کی واقعی حقیقت کو جان لو۔"

مولانا مراد آبادی کی تقریر پر جلسہ ختم ہو گیا، اور اعلان کرایا گیا کہ بعد نماز مغرب پھر

---

(۱) اراکین جماعت، روداد جلسہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، جولائی ۱۹۲۲ء

نشست ہو گی۔ نماز کے بعد جماعت رضائے مصطفیٰ کے شاندار مناظر مولانا حشمت علی لکھنوی نے پر جوش بیان میں تمام کفار و مشرکین و مرتدین مجتہدین کا رد کیا، اور مسلمانوں کو بتایا۔

"یہ سب ان کے سخت دشمن ہیں، اللہ و رسول انہیں مسلمانوں کا سخت دشمن بتاتے ہیں ——— علماء اہل سنت کی دینی خدمتیں ظاہر کیں کہ وہ کون تھا جس نے اس دارالکفر ہندوستان میں غریب اسلام کی حمایت کی، اور تمام دشمنان اسلام کی سرکوبی کی، وہ یہی حضرات علماء اہل سنت ہیں ——— ان نام نہاد حامیان خلافت نے کیا کیا، وہ کون تھا کہ جس نے دشمنان خدا و رسول سے اتحاد کیا، ان پر قرآن و حدیث کی بھینٹ چڑھائی۔ انہیں مذکر مبعوث من اللہ، خضر مسیحی، طاہر و مطہر، بالقوۃ نبی، روح اعظم، امام مہدی وغیرہ کہا؟ غریب مسلمانوں کے چندے ہضم کئے، خلیفۃ المسلمین کے مقابلہ میں ایک ایک ہندو پر دس دس مسلمانوں کا اپنی جانیں قربان کر دینا فرض بتایا۔ طبی وفد جو غریب مسلمانوں نے اپنی گاڑھی کمائی سے اپنے مظلوم بھائیوں ترکوں کے واسطے تیار کرایا تھا۔ دشمنوں کو دیدیا، جو ہمارے ترک بھائیوں کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا۔ وہ یہی نام نہاد حامیان خلافت تھے، علماء اہل سنت سے پوچھا جاتا ہے کہ تم نے کیا کیا؟ اور اپنے ان ناپاک کوتکوں پر پردہ ڈالا جاتا ہے، شرم"

مولینا لکھنوی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے۔ فرمایا،

کوئی شخص کیسا ہی بے ایمان ہو، اللہ تعالیٰ و حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیسا ہی کھلا دشمن ہو، مگر جب تک ان لیڈران کی خواہشات نفسانی، و جذبات شیطانی سے اس کا تصادم اگر نہیں ہوتا تو اس کے کھلے ہوئے ضلالات و کفریات پر مطلق لب کشائی نہیں کرتے ——— لب کشائی کرنا تو درکنار اسے پکا مسلمان، دیندار کہتے، اپنا پیشوا امام، اور مقتدا مانتے ہیں، لیکن جب ان کے مسلمہ امام مقتدا نے ان کی

خواہشات نفسانی کا ساتھ نہیں دیا۔ اس وقت سے چھوڑ بیٹھے، کہنے لگے کہ پکا چھٹا مرتد ہے بے ایمان ہے، خبیث و شیطان ہے۔

مولانا لکھنوی کی تقریر کے ختم ہونے کے بعد صدر جلسہ مولانا محمد میاں قادری مارہروی نے تقریر فرمائی جس میں یہ واضح کیا۔

خدا و رسول کے صریح ارشادات ناطق ہیں، کہ یہ مشرکین مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں، مسلمانوں کی نقصان رسانی میں کبھی کمی نہ کریں گے۔ مشرکین کی محبت و وداد کے لمبے چوڑے دعوے محض زبانی، اور جھوٹے محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہیں ان کے دل مسلمانوں کی طرف سے غیظ و غضب میں بھرے ہوتے ہیں، یہ کبھی ان کی نقصان رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ اس پر سورہ توبہ کی یہ آیت کیف وان یظہروا علیکم کی تصدیق ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پیشین گوئی ان ارشادات ربانی پر نظر رکھتے ہوئے فرمائی تھی، اس سارے نمائشی اتحاد پرفریب دعوائے محبت و وداد سے اصل مقصد و مدعا اسلام و مسلمین کی تباہی و بربادی مسلمانوں کے دین و ایمان پر حملے، اور خصوصاً ان کے شعار قربانی گاؤ و ذبح بقر کو بند کر دینا ہے۔ آج زمانہ نے اس پیشین گوئی کی تصدیق خود ان مشرکین بلکہ خاص ان کے طاغوت اعظم کے مونھ سے کرا دی ہے۔ (۱)

مولانا مارہروی نے مسٹر گاندھی کی ایک تقریر کا حوالہ دیا، جو اخبار "ینگ انڈیا" میں اع ہوئی۔ اور پھر اسی تقریر کو اخبار ہمدم لکھنؤ نے نقل کر کے اپنے شمارہ میں شائع کیا س میں گاندھی نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ "ہمارا اصل مدعا یہ ہے مسلمانوں کی چوریوں سے گؤ ہتیا کا انسداد کرائے"(۲) ــــ چونکہ گاندھی نے مسلمانوں کی قوم میں کچھ ضمیر

(۱) اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ: روداد جلسہ رضائے مصطفےٰ جولائی ۲۲ ۱۹ء بریلی
(۲) ہفت روزہ اخبار ہمدم لکھنؤ: بابت ۱۰ نومبر ۲۱ ۱۹ء/منقول روزنامہ ینگ انڈیا۔

فروش اور غدار پیدا کر دیئے تھے۔ جنہوں نے اس کی بات کو قرآن سمجھا ــــ

مولانا مارہروی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حوالہ سے فرمایا۔

امام اہل سنت کی پیشگوئی کیسی صاف تصدیق ہے جس نے مسلمانوں کو تنبیہ کیا کہ، وہ ان مشرکین اور ان کے پس رو لیڈران قوم دونوں کے عقائد سے اپنے آپ کو بچائیں جو دوست بنکر اندر ہی اندر مسلمانوں کی قطعی بیکنی کے در پے ہیں۔ مسلمانوں کو اللہ عزوجل نے گائے ذبح کرنا، اور اس کے گوشت کھانے کا حق دیا ہے۔ اور گائے کی قربانی شعائر الٰہی سے ہے، اور اس کے حبیب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے قولاً و عملاً کر کے دکھایا ہے۔ مسلمان لیڈران قوم کے دھوکہ میں نہ آئیں، اور خلاف تصریحات قرآنی و احکام ربانی پس روان ہنود کی مخالفت دین و مذہب آوازوں پر کان نہ دھریں، کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عطا سے اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ لیڈروں کی رائے کو اس میں کچھ دخل نہیں ــــ اللہ تو فرماتا ہے۔ والبدن جعلنها لكم من شعائر الله لكم فيها خير، اونٹ اور گائے کو تمہارے لئے شعائر اللہ میں سے کر دیا تمہارے لئے اس میں بہتری ہے ــــ قربانی گاؤ شعائر اللہ ہے، اور مسلمانوں کے لئے اس میں بہتری ہے"(۱)

ہندو لیڈروں نے ذبیحہ گاؤ کی مخالفت کے لئے جلسہ اور جلوس کا ایک لمبا تانتا باندھ دیا اور سبھاؤں میں لکچر ہونے لگے۔ اور اپنی ماں کی حفاظت کے لئے تن سے کفن باندھ لیا ــــ اسی ضمن میں ایک "آل انڈیا اسپیشل و سبھا" قائم ہوئی جس کی قیادت لالہ لاجپت رائے کو سونپی گئی، اور ان کو اس کا صدر بنا دیا گیا ــــ یہ

(۱) روداد جلسہ: باہتمام جماعت رضائے مصطفےٰ، منعقدہ ۲۲، ۲۳، جولائی ۱۹۲۲ء، بریلی

کانفرنس دہلی میں نومبر ۱۹۲۱ء کو منعقد ہوئی، انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ

گائے لیڈروں کی ماں ہے، اگر ہم اپنی جانوں کو بچالیں، اور اپنی ماؤں کی حفاظت کرنے سے قاصر رہیں، تو دنیا کا کوئی گناہ اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتا۔ (۱)

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہندو گائے کو اپنی ماں سمجھتے ہیں، لہذا وہ کب گوارا کریں گے کہ اپنی ماؤں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذبح ہونے دیں۔ بلکہ پورے زور و قوت سے اس شعار اسلامی کو آپ سے چھین لینے میں کوشش کریں گے۔ آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے اس کوشش میں وہ مصروف رہے ہیں۔ تحریک انسداد گاؤ کشی کے دوران ہندو انتہا پسندوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے، مثلاً آرہ، کتارپور، اجودھیا، شاہ آباد وغیرہ ——— مگر اسلام کے جیالے فرزندوں نے اسلامی محبت اور اپنے جوش و خروش کے ساتھ اپنے دینی احکام کے اتباع میں اس شعار اسلامی کو ہندوؤں کے ہاتھوں سخت سے سخت مالی، اور جانی تباہیاں اور بربادیاں برداشت کرتے ہوئے بھی آج تک شعار اسلام کو قائم رکھا، آج بھی ہندوستان میں روزانہ ہزاروں ہزار گائیں ذبح ہوتی ہیں، اور مسلمان قربانی بھی کرتے ہیں۔

ہندوؤں نے دیکھا کہ ہمارے افراد کی قوت اور ظلم و ستم کی کثرت مسلمانوں کو مرعوب نہیں کرسکی۔ اور ان سے اس شعار اسلام کو نہیں چھڑا سکے، تو یہ نئی راہ نکالی کہ چند نام نہاد مسلمانوں اور مدعیان اسلام کو ——— ——— اپنی فریب کاررائیوں اور جاہ و زر کی طمع دیکر ہموار کرلیا۔ جو عام مسلمانوں کو دین و مذہب کی آڑ میں دھوکے دینے لگے۔ اور اس طرح

---

(۱) ہفت روزہ ہمدم لکھنؤ، بابت ۲۰، نومبر ۲۱ء

نوٹ: اس طرح کی سیکڑوں مثالیں تاریخ کے صفحات پر آج بھی درج ہیں۔

سے اپنے رفیق ہندوؤں کی دیرینہ تمنا، اور مشرکانہ ہٹ پوری کرانے کے درپے رہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے مسلمانان ہند کو آگاہ کیا۔

"مسلمان ان سے ہوشیار رہیں، اور ان کے دام میں نہ آئیں"(۱)

---

(۱) مندرجہ بالا تفصیلات "ذبیحہ گاؤ" کے متعلق جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے عظیم الشان اجلاس کی روداد سے ماخوذ ہیں، جو ناظم اعلیٰ جماعت رضائے مصطفےٰ کے حکم سے مطبع حسنی پریس بریلی سے طبع ہوئی۔ ۱۲، رضوی غفرلہٗ



مسمار شدہ دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ محلہ رقاب گنج آگرہ

جماعت رضائے مصطفیٰ

تحریک آزادی ہند اور نظام رام راج

تحریک آزادی ہند اور اس کے مضر نقصانات

حصول آزادی پر کچھ کہنے سے قبل آج سے تقریباً ۶۰ سال پہلے کے ہندوؤں کی مخالفانہ ذہنیت کا عکس پیش کیا جا رہا ہے، "تاکہ ایک عام آدمی اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکے حصول آزادی کی تحریک مسلمانوں کو بے وقوف بنانے اور ہندوستان سے انگریزوں کو نکال باہر کرکے "رام راج" قائم کرنے کے لئے تھی۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آج جو مسلمانوں پر ظلم اور زیادتیاں ہو رہی ہیں، وہ بھی رام راج کے قیام و نفاذ کے لئے ہو رہی ہیں۔ پہلے "بھارت اشادھی سبھا دہلی" کے جنرل سکریٹری کا وہ مضمون جو "شدھی اور سوراج" کے عنوان سے "رسالہ شدھی" چھپا میں شائع ہوا ہے پڑھیے۔

"۱۹۲۳ء میں جبکہ بھارتیہ ہندو شدھی کا ختم ہوا تھا، تو کچھ لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا، کہ یہ وقت شدھی کے لئے مناسب نہیں۔ شدھی سے ہمارے ہمسایہ مسلمان ناخوش ہوں گے، ہندو مسلم اتحاد جاتا رہے گا، اس لئے اس وقت کوئی ایسا کام نہیں چاہئے جس سے مسلمانوں کے دل کو چوٹ لگے۔ لیکن جوں ہی وقت نے پلٹا کھایا ۱۹۲۲ء کے مالابار، کوہاٹ وغیرہ کے سیاہ کارنامے ہندو عورتوں اور ننھے ننھے بچوں پر کئے ہوئے مظالم پبلک کے سامنے اپنی برہنہ شکل میں عریاں ہوگئے ان کو دیکھکر اور سنکر معمولی دل بھی پاش پاش ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ دودھ پیتے بچوں کو قتل کرنا، اور شوہر نواز بھولی بھالی دیویوں سے زنا بالجبر کرنا، دغا و فریب سے سادہ لوح آدمیوں کا دھرم خراب کرنا، چھپ چھپ کر قتل اور غارت گری، اور دن دھاڑے لوٹ مار جب عام پبلک کے سامنے ہونے لگی، اس وقت پتھر کے دل بھی پسیجے، ان کے دل پر چوٹ لگی ہے، وہ اچانک کہہ اٹھے کہ شدھی وقت کے مطابق ہے اور شدھ ہندوؤں کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے۔ پھر شدھی کرنا ہندوؤں کا پیدائشی حق ہے اسی لئے یہ بند نہیں کی جا سکتی۔ چوٹ لگنے پر اپنا سب کچھ تباہ ہوتے دیکھکر ہندو جنتا نے شدھی کی

اصل شکل کو سمجھا، اور ہندستان کے ایک گوشے سے لیکر دوسرے گوشہ تک ہندوؤں نے اسے اپنایا، اور اس میں عملی حصہ لیا۔"

"آج ۱۹۳۰ء میں پھر وہی پرانا سوال ہمارے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب شدھی کی ضرورت نہیں۔ اب تو سب کام چھوڑ کر سب کو ملا کر حصول سوراج کی جنگ میں ٹوٹ جانا چاہیے۔ اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی پیاری سے پیاری چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ بات تو ٹھیک ہے ہمارا بھی ایسا خیال ہے، اور ہم بھی ایسا ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بھارت کی آزادی حاصل کرنے کیلئے ہمیں سب کچھ قربان کر دینا چاہیے لیکن جس وقت ہم آزادی حاصل کرنے کی لڑائی میں دیوانہ وار مورچہ پر ڈٹے ہوئے ہوں، ٹھیک اسی وقت ہمارا کوئی پڑوسی، ہماری غیر حاضری میں ہمارے ہی گھر میں نقب لگا کر ڈاکہ مار کر ہمارے اس تمام متاع کو ہڑپ کرنا چاہتا ہو، جس کے لئے ہم سوراج کی لڑائی میں وقت دے رہے ہوں تو اس وقت ہمارا کیا فرض ہے؟ —— کیا اس وقت ہم اس چور اس لٹیرے کی خواہش پوری ہونے دیں گے؟ —— اگر ہم ایسا ہونے دیں، اور اس چھپے ہوئے قاتل کو کامیاب بننے دیں، تو ایسے سوراج سے کیا فائدہ؟ —— یہی ناکہ ادھر وہ لوٹ کھسوٹ کریں، اور ادھر ہم جنگ کی دیوی پر قربان ہو جائیں۔ شاید یہ بات کسی کو منظور ہو، لیکن ہمیں تو کسی طرح بھی منظور نہیں۔ ہمیں جہاں حصول سوراجیہ کے میدان میں لڑائی کرنا منظور ہے، وہاں ہم ان دھوکہ دیکر قتل کرنے والوں، اور پنڈی لیڈروں سے بھی اپنے گھر کی حفاظت کریں گے۔ جو چھپ کر ہمارے گھر میں نقب لگانے کی تاک میں بیٹھے ہیں۔"

"ہندوؤں کے چھوٹے اور بڑے مذہبی و سیاسی وغیرہ سب ہی ہندو کسی نہ کسی شکل میں ستیہ گراہ کی لڑائی میں کود رہے ہیں۔ اور بہت سے جیل کی تنگ کوٹھریوں کے اندر بند ہیں۔ تحریک ستیہ گرہ (آزادی) کی کامیابی کے لئے اکثر سب ہی ہندو اپنی اپنی تجارت کاروبار، اور پڑھنا پڑھانا، روحانی فکر، تحریر و اشاعت وغیرہ غرض آمدنی و ترقی کے تمام ذرائع بند کر کے اس تحریک کا ساتھ دے رہے ہیں۔ لیکن گنے چنے کو

چھوڑ کر ہمارے پڑوسی مسلمان بھائیوں کا رخ کسی اور ہی طرف کو جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے اس کو کسوٹی پر پرکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں —— ابھی حال کی بات ہے کہ علی برادران جو کل تک ...... گاندھی کے داہنا بازو تھے، کانگریس کے روح رواں سمجھے جاتے تھے۔ اور جو برطانوی حکومت کو ہندستان سے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی دھواں دھار تقریریں کرتے پھرتے تھے۔ آج وہی مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی کانگریس کے خلاف کھڑے دکھائی دے رہے ہیں۔ اور کھلم کھلا کانگریس کی مخالفت میں عام مسلمانوں کو بھڑکا رہے ہیں۔"

"مولانا شوکت علی نے گذشتہ ۴ مئی ۱۹۳۰ء کو تقریر میں پریس آرڈیننس کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو صاف صلاح دی تھی کہ مسلمان گورنمنٹ کا مقابلہ نہ کریں۔ پریس کی ضمانتیں داخل کر دیں، اور مسلمانوں کی تنظیم و تبلیغ کا کام جاری کر دیں اور ایک مسلمان نے یہاں تک صاف صاف کہہ دیا کہ ہندو تو ستیہ گرہ کی لڑائی میں سرکار کے خلاف چل رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور تبلیغ کا کام زوروں سے جاری کر دینا چاہیے، اگر سوراجیہ ملا تو اس میں ہمارا حصہ ہوگا ہی، اور اگر نہ ملا تو سرکار کی خیر خواہی اور تبلیغ میں کامیابی حاصل کریں گے۔"

"جب یہ دلی خواہش ہمارے پڑوسی بھائیوں کی ہے، اور جو آج بھی ہندستان کو اپنا نہ سمجھ کر مکہ اور مدینہ کے گیت گا رہے ہیں۔ اور وہاں کی تہذیب پھیلانے کیلئے دل و جان سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور بھولے بھالے آدمیوں کو تبلیغ کے ذریعہ گمراہ کر کے "محمدی سماج" میں داخل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں، وہ ہندستان کو آزاد کرانے میں محبان وطن کا ساتھ دیں گے؟ —— یہ ناممکن ہے۔"

"اس لئے ہماری آرزو ہے کہ موجودہ تحریک کے ساتھ پڑوسی بھائیوں کو ہندستانی تہذیب کا پوجاری قدیم ہندستانی رسم و رواج کا فرمان بردار بنانے کی کوشش برابر جاری رکھنی چاہیے۔ اور جب تک ہم پڑوسیوں کے دل میں یہ خیال نقش نہ کر دیں

کہ ہم اور وطن کے فرزند ہیں، ہندستانی تہذیب ہماری تہذیب ہے۔ ہندستان کو آزاد کرانا ہمارا پیدائشی فرض ہے۔ تب تک ہندستانی آزادی میں پڑوسی بھائی پورا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ یہ بالکل خواب وخیال ہے"۔

"آخر میں ہم اشدھی کی تحریک کو بند کر دینے والے بھگتوں سے صاف کہدینا چاہتے ہیں کہ اگر اصل میں آپ پڑوسی بھائیوں کو اس جنگ کی کامیابی کے لئے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں، اور سوراجیہ حاصل کر کے اسے قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو طاقتی حکومت سے حقوق کی حفاظت کے لئے ستیہ گرہ کرنے کے ساتھ ساتھ پڑوسیوں کے دل مدینہ کا خراب خواب (معاذ اللہ) دور کر کے اس کے اندر ہندستانیت کا خیال پیدا کرنا چاہیئے۔ اور سچے ہندستانی ہونے کا خیال پیدا کرنا چاہیئے۔ اور سچے ہندستانی کا خیال اس وقت تک ناممکن ہے، جب تک ان کو پرانی ہندستانی تہذیب کا سچا جاننے والا نہ بنایا جائے — شدھی اس تہذیب کو پیدا کرنے والی ایک اکسیر ہے اس لئے ہم سوراجیہ کی لڑائی کے ساتھ اس مذہبی تحریک شدھی کو بھی جاری رکھنا ضروری سمجھتے ہیں — اور ہر ایک سے امید رکھتے ہیں کہ وہ شدھی کو کامیاب بنانے کے لئے "بھارتیہ ہندو شدھی سبھا دہلی" کی ہر طرح سے مدد کرنے میں ساتھ دیں" —(۱)

یہ تھا ہندو ذہنیت، ہندو تہذیب، تعصب اور ہندو مخالفت کا ایک ادنیٰ سا نمونہ جوان کے ایک اہم شخص اور ذمہ دار آدمی کی زبان وقلم سے ظاہر ہوا۔ لیکن اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ مضمون ہندوؤں کی مخالفت وعصبیت کی پوری پوری ترجمانی کر رہا ہے بلکہ ہندوؤں کے دل میں مسلم اقلیت کی جانب سے مخالفت کے وہ جذبات جو سمندر کی طرح موجیں مار رہے ہیں۔ اور جس کا اظہار ان کے قلم اور زبان سے نہیں ہوتا ان کی کوئی حد نہیں ہے — تحریک آزادی خود ہندوؤں کے لئے تھی۔ مسلمانوں کے لئے نہیں، مگر مسلمان چونکہ جذباتی ہوتا ہے، اس لئے کچھ مسلم لیڈرس

---

(۱) چدانند سنیاسی (شدھی، جنرل سکریٹری: شدھی سماچار دہلی، ص ۳۱ تا ۴۴ مطبوعہ بھارتیہ شدھی سبھا دہلی

کے جوشیلے نعروں اور شعلہ بار تقریروں میں اپنی صحیح راہ اور صحیح طرز عمل متعین نہ کر سکا۔
اب میں آپ کے سامنے جماعت رضائے مصطفےٰ کے ترجمان ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا ردّ عمل جو مذکورہ مضمون کے تحت منظر عام پر آیا اور رضائے مصطفےٰ بریلی نے مسلمانان ہند کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہا، اور متعصب وفرقہ پرست افراد کے مضر مضرات کو سامنے لاکر مسلمانوں کو ہوشیار وخبردار کیا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ صحافت کے صدر اور جماعت کے مفتی، مولانا ابرار حسن صدیقی مسلمانوں کو انتباہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"باحمیت مسلمان سوچیں، اور غور کریں کہ اس انتہائی نامہذب اور متعصب مضمون نگار نے وہ کونسی بات تھی جو اٹھا رکھی۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ مارنا، ہندو خواتین کے ساتھ زنا بالجبر کرنا۔ نقب لگانا، علی الاعلان لوٹ مار کرنا۔ وہ کون سا ناپاک الزام تھا جو مسلمانوں پر قائم نہ کیا — اس قدر عرض کر دینا ہمارا فرض اولین ہے کہ جب ہندو ذہنیت اس درجہ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ڈاکو، چور اچکا، لٹیرا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہندو خواتین کی عزت وعفت کے نرم ونازک شیشے کو توڑ کر چور چور کر دینے والا یقین کرتی ہے — تو کیا رام راج حاصل ہو جانے کے بعد ہندو اسے گوارا کریں گے کہ مسلمان ان کے دوش بدوش ہو کر ہندستان میں زندگی بسر کریں۔؟ — ہرگز نہیں؛ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا انسان ایک ایسے شخص کو جو اس قسم کے قبیح جرائم کا ارتکاب کرتا ہو، ایک منٹ کے لئے اپنے گھر میں رکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اس کا یقین رکھنا چاہیئے کہ "رام راج" کے حاصل ہو جانے کے بعد ہندو نہایت آزادی کے ساتھ یہ الٹی میٹم دیدیں گے کہ جس طرح "سمندر پار" کے رہنے والے انگریزوں کو ہندستان پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہ تھا، اس طرح مکہ اور مدینہ کے گیت گانے والے اور ان شدید جرائم کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو کسی طرح یہ حق نہیں کہ وہ ہندستان کی زمین پر ہندوؤں کے دوش بدوش ہو کر ان کے ساتھ مساویانہ اور

حاکمانہ بلکہ محکومانہ اور غلامانہ زندگی بسر کریں۔

مسلمانوں کی اسلامی حمیت اور انکا ایمانی جذبہ انھیں اسکی اجازت نہیں دے سکتا، کہ وہ کانگریس کی اٹھائی ہوئی اس خطرناک تحریک میں جو صرف انگریزوں کے لئے بلکہ حقیقۃً مسلمانوں کی مذہبی قومی زندگی کے لئے بھی پیام موت ہے، شرکت کریں ۔۔۔ (۱)

آپ نے مذکورہ بالا مضمون سے ہندؤں کے اندر پکتے ہوئے کڑھاؤ کا ایک چاول دیکھ لیا اب ہمارے مسلمان بھائی اس بات کا اندازہ لگائیں کہ آج سے ۶۰ ساٹھ سال قبل کی یہ ذہنیت ہے تو کیا آج اس میں ترقی نہیں ہوئی؟ ۔۔۔ ضرور ہوئی، اور یہاں تک ہوئی کہ اب مسلمان کوئی پیپل کے پتے کو ہلا دے تو خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں، چہ جائیکہ کسی ہندو کا ۔۔۔۔ آزادی کا حصول یقیناً سوراج یعنی رام راج کا حصول تھا، اور ہندستان میں ہندو راج کا نظام نافذ کرکے ہندو تہذیب کی تبلیغ مقصود تھی، آپ یہ بھی اپنے حاشیۂ ذہن میں محفوظ کرلیں کہ یہ ہندو فرقہ پرست اب بھی ایسے مضامین رسائل و اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں جن کی کوئی تعداد ہی نہیں بنگران پر نہ کوئی قدغن ہے نہ کوئی گرفت اگر کسی مسلمان نے کچھ کہدیا یا لکھدیا تو گویا کہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ۔۔۔ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے کانگریس کی ہندو کٹر پنتھی ذہنیت کا پردہ فاش کیا تھا۔ اب آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ یہ لوگ مسلم کش روش پر کس انداز سے حاوی تھے، اور کیسے کیسے حربہ سے مسلمانوں کو قتل کرانا چاہتے تھے ۔۔۔ ملاحظہ ہو!

"یہ اس زمانہ کی بات یہ ہے جبکہ لاہور میں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا۔ سکھوں کے رکن رکین نے مسٹر گاندھی کو اس جانب توجہ دلائی کہ سکھوں کے حقوق کا کانگریس اس وقت تک فیصلہ نہیں کرسکی۔ یہ امر ضروری ہے کہ حصول آزادی سے پہلے سکھوں اور

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۸/۷، بابت ربیع الاول ۱۳۴۹ھ / ج ۵ ش ۱۔

کانگریس کا سمجھوتا کرا دیا جائے۔ گاندھی نے جواب دیا ۔۔۔ "پہلا کام تو یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندستان سے نکال دیا جائے۔ اس کے بعد حقوق کا سوال پیدا ہوگا۔ سکھ تلوار کے دھنی ہیں اور مسلمان بھی تلوار کے ماہر بنتے ہیں۔ آپ دونوں آپس میں فیصلہ کریں گے۔ ہم ہندؤں کو اس سے کچھ واسطہ نہ ہوگا" ۔۔۔ مسٹر گاندھی کا یہ جواب سنکر ہر تھوڑی سی عقل والا انسان اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوگا کہ باوجود اسکے کہ ہندستان میں مسلمانوں کی اقلیت ہے اور ہندؤں کی اکثریت، مگر پھر بھی مسلمانوں کی اقلیت ہندؤں کے دل میں نوک خار بنکر کھٹک رہی ہے۔ گاندھی اور نہ صرف گاندھی بلکہ ہر ہندو کی یہی تمنا ہے کہ ..... نام کو بھی نہ رہے کوئی مسلمان باقی ۔۔۔ مسٹر گاندھی جو ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار ہیں وہ آج سکھوں کو ایسا مشورہ دے رہے ہیں کہ جس سے جدال، قتال کی آگ بھڑک اٹھے حصول آزادی کے بعد جبکہ انگریزوں سے ملک خالی ہو اور ہندو راج کے پرچم لہرا رہے ہوں، عین اس وقت سکھ اور مسلمان اپنے حقوق کے احیاء کے لئے آپس میں برسر پیکار ہوں۔ بقول مسٹر گاندھی سکھ بھی تلوار کے دھنی ہیں؟ ۔۔۔ اور مسلمانوں کی بہادری کا لوہا بھی دنیا مانے ہوئے ہے۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو، دونوں کی تلواریں میدان کارزار میں اپنے جوہر دکھائے، ارض ہند پر خون کے سیلاب امنڈتے ہوئے نظر آئیں۔ منشا یہ ہے کہ مسلمان حصول آزادی کے بعد اپنے حقوق کا ضرور مطالبہ کریں گے۔ مگر جب سکھوں کی تلوار ان کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہی ہوگی اور مسلمانوں کی توجہ ایک ایسے شدید ہنگامہ کی طرف مبذول ہوگی تو اس وقت اطمینان سے ہندو راج کر رہے ہوں گے۔ پھر یہ کہ مسلمانوں کی تعداد ویسے ہی ہندستان میں کم ہے اور اس شدید معرکہ آرائی اور گشت و خون کے بعد جو بچیں گے۔ یا تو ہندؤں کے غلام بنکر رہیں گے، یا انہیں ملک خالی کرنا ہوگا پھر یہی ہندستان ہوگا۔ اور یہی ہندو راج" ۔۔۔ (۱)

ہندو مسلم اتحاد کے برے نتائج

۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے ہندو مسلم اتحاد کی تحریک چلائی، اور مسلمانوں

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۸/۷، بابت شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ ج ۴ ش ۹

کو ہندوؤں کے ساتھ ضم کرنے کا پورا پروگرام بنایا گیا، مسٹر گاندھی نے اس تحریک کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے مسلمانوں کی جماعت سے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی، محمد علی جناح، ظفر علی خاں وغیرہ کو اپنے ساتھ لیا۔ ان مسلم زعما نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی، انہوں نے اسلامی اصولوں کو گاندھی کے آگے قربان کر دیا۔ ہر جگہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگنے لگا، مسٹر گاندھی کو انہوں نے وہ عزت دی کہ اپنے کسی عالم دین کو نہ دے سکے۔

دوسری جانب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کی سرکردہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اس نمائشی اتحاد کا پردہ چاک کر رہی تھی، اور مسلمانوں کو شریعت مطہرہ اور قرآن پاک کے دلائل و براہین سے رہنمائی کرکے ہر نا عاقبت اندیشی سے پرہیز کرنے کو آواز دے رہی تھی، کہ کفار سے اتحاد و وداد اور ان کے ساتھ موالات اسلام و مسلمین کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔ مسلمانوں نے قرآن و حدیث کے احکام کے خلاف کفار سے موالات و اتحاد کرکے اس ناپاک اتحاد کے ناخوشگوار اثرات اور مہلک نتائج دیکھ لیئے۔ اس ہندو مسلم اتحاد کے نتیجہ میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا، ہندوستان کی زمین مسلمانوں کے مقدس خون کے قطرات سے لالہ زار بنائی گئی۔

حصول آزادی کا حقیقی مقصد

کانگریس اور مسٹر گاندھی جس آزادی کا مطالبہ کر رہے تھے، اور پورے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے تحریک آزادی میں شامل ہونے، اور اس کو تقویت پہنچانے کے لئے صدائیں بلند کر رہے تھے۔ اس کا مقصد اقوام ہند خصوصًا مسلم عوام کو یہ باور کرایا جاتا تھا کہ "ہندوستان کی تمام قومیں بلا لحاظ اقلیت و اکثریت حریت و آزادی کے تخت پر بیٹھ کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیں، اور جملہ اقوام ہند حکومت ہند کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیں" — مگر مسٹر گاندھی کی حصول آزادی کا حقیقی مقصد یہ نہ تھا۔ بلکہ ان کی منشا اور کانگریس کی مرضی تھی کہ ہندو انگریزوں

کی غلامی سے نجات حاصل کریں، اور کسی طرح ہندوستان میں "رام راج" قائم ہو جائے رام راج حاصل کرنے کے بعد اگر مسلمان یا ہند کی دوسری اقلیتیں ہندوستان میں زندگی بسر کریں گی بھی تو ہندوؤں کی غلام، اور محکوم ہو کر" — اور آزادی ہند کے بعد یہی ہوا۔ ہندو راج قائم ہو گیا، جس کا نام رام راج نہ رکھا جا سکا جس کی کئی وجوہات رہیں، اور کچھ کانگریس کی مجبوریاں بھی رہیں۔ حالانکہ آزادی کے فوراً بعد "رام راج" کا اعلان ہونا ضروری تھا۔ ہندوستان کی بنیاد جمہوریت اور سیکولرزم پر رکھی گئی مگر ہندو انتہاپسندوں نے اس کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینک دیا۔

رام راج کے مہلک نتائج

آزادی سے قبل ہی مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی بجلیاں گرنے لگیں۔ سوراج[1] یعنی رام راج کا قیام عمل میں لانے کے لئے ظفر وال میں اذان پر بندش لگوائی، نماز کی ممانعت کی، دھرم بھگشو کی انتہائی اشتعال انگیز کتاب "کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن" جس میں قرآن کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف اور ان کی شان میں توہین کی گئی لاہور میں نماز پڑھ کر نکلتے ہوئے نمازیوں کو شہید کیا گیا، کٹار پور میں فریضہ قربانی کے ادا کرنے پر مسلمانوں کو آگ میں زندہ جلایا گیا، سہارن پور میں پیپل کا ایک پتہ ٹوٹ جانے پر مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، اور بھی اس قسم کے واقعات ہیں جو مسلمانوں کو درس عبرت دے رہے ہیں۔

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے آزادی کی مخالفت صرف انہی بنیادوں پر کی تھی، کہ اگر آزادی مل بھی گئی تو اس کا فائدہ مسلمانوں کے حق میں نہ ہوگا، اقتدار اکثریت کے ہاتھوں میں ہوگا وہ اقلیت کے ساتھ کیا سلوک کرے گی وہ آج ہی سمجھ سکتے ہیں جماعت رضائے مصطفےٰ

---

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں "سوانح در سوراج" از مفتی اعظم شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی۔ رضوی غفرلہٗ

کی دوررس نگاہیں دیکھ رہی تھیں، اور اس نے کانگریس کے دل کے اندر چھپے عزائم بھانپ لئے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو مشورہ دیا جارہا تھا کہ وہ لایعنی باتوں سے اجتناب کرکے اپنی معیشت اور اقتصادی و تعلیمی حالت پر غور کریں۔

آزادی کے بعد ہندوؤں کی غلامی

مسلمان چونکہ جذباتی واقع ہوا ہے، اس لئے آزادی کے نغموں اور ترانوں سے مسحور ہوکر کانگریس میں شامل ہوگیا۔ اور تحریک آزادی کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ بالآخر ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو انگریز سامراج ہندستان چھوڑ کر سات سمندر پار چلے گئے، اور ہندستان آزاد ہوگیا۔ کسی قوم کی تخصیص کئے بغیر سب نے آزادی کی رات کو خوشیاں منائیں ایسی خوشی پھر دوبارہ، نہ منائی جاسکی۔ خصوصاً ہندی مسلمانوں کو بڑی خوشی تھی کیونکہ انہوں نے انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کیلئے اپنے پیارے پیارے بیٹوں کو آزادی کے نام پر قربان کردیا۔ مگر آزادی کے بعد مسلمان دوسری غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جاچکا تھا، انگریزوں کے دور اقتدار میں ہندو مسلم سب کے سب مساویانہ حیثیت سے رہتے تھے حقوق بھی برابر تھے مگر اب سب کچھ اکثریت کا ہے۔

مسلمانوں کو جماعت رضائے مصطفٰے کے سربراہ اعلٰی حضرت امام احمد رضا بریلوی کی باتیں اچھی نہ لگیں۔ وہ آزادی کے لئے دم بھرنے لگے۔ آزادی جب حاصل ہوئی، پھر اس وقت سے لیکر آج تک خون مسلم کی اس قدر ارزانی ہوئی کہ کوئی سال اور کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا کہ جبر و استبداد کی تیز تلواریں مسلمانوں کے خون سے رنگی ہوئی نظر نہ آتی ہوں، آج (۱۹۹۲/۹۳ء میں) ہندستان مسلمانوں کیلئے ایک مقتل بنا ہوا ہے جس پر خون مسلم کی نہریں تیزی کے ساتھ بہہ رہی ہیں۔ مسلمانوں کو خدا کا نام لینا اس کے سامنے جبین عبودیت کو خم کرنا۔ اس کی عبادت کرنا؟ مذہبی فرائض کو آزادی کے ساتھ ادا کرنا دشوار ہوگیا ہے۔ بات بات پر مسلمان کچلا جارہا ہے، اسلام جس پر مسلمانوں

کے دین و دنیا کی راحتوں کا مدار ہے۔ اس کی بنیادوں کو متزلزل کیا جارہا ہے۔

ہندستان کی بنیاد جمہوریت پر رکھی گئی ہے۔ مگر یہاں جمہوریت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی، عبادت گاہوں پہ حملے ہورہے ہیں۔ ہندو انتہا پسندوں کا جنون اور گندی ذہنیت اور ہندستان کی جمہوریت ۶، دسمبر ۱۹۹۲ء کو پارہ پارہ ہوگئی۔ جب ۴۶۵ سالہ تاریخی بابری مسجد (واقع اجودھیا ضلع فیض آباد، یوپی) کو انتہا پسندوں نے شہید کردیا —— عبادت گاہ کسی مذہب میں آخری احترام کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور پھر عبادت گاہوں کو منہدم کرنا گویا کہ ساری انسانی قدروں کو پامال کرنا ہے —— بابری مسجد کی شہادت کے بعد پورا ملک شعلوں سے جل اٹھا، ہزاروں فرزندان توحید و رسالت نے اپنی جانیں قربان کردیں اور اس حکومت کی جمہوریت دیکھئے کہ بمبئی میں احتجاج کرتے ہوئے مسلمانوں کے جلوس پر پولس نے گولیاں چلادیں، جس کے ضمن میں درجنوں مسلمان شہید ہوگئے۔ سورت (گجرات) میں مسلمانوں پر پٹرول چھڑک کر جلادیا، کانپور میں مسلمانوں کی دکانوں اور مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ حیدرآباد، بھوپال میں سیکڑوں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ بریلی شریف میں پولس کی گولیوں سے ۳ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ ظلم و تشدد صرف مسلمانوں پر کیوں؟ مسلمانوں کی نسلوں کو منظم منصوبہ بند طریقے سے ختم کیا جارہا ہے ان کی مذہبی و سیاسی زندگی سے کھلواڑ کیا جارہا ہے۔ رام راج کے نعرے لگائے جارہے ہیں اور اس کے لئے زمین ہموار کی جارہی ہے۔

کیا آزادی میں مسلمانوں نے حصہ نہیں لیا؟ جہاد آزادی انجاہد آزادی جیسے ولولہ انگیز الفاظ تو صرف مسلمانوں نے ہی دیئے ہیں۔ اگر جماعت رضائے مصطفٰے بریلی کے کہنے پر چلا جاتا تو آج یہ سیاہ دن دیکھنے کو نہیں ملتا، آج جو ہم پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اس میں ہمارے قائدین اور لیڈروں کا کافی ہاتھ ہے مسلم لیڈر آزادی کی تحریک میں شریک نہ ہوتے تو مسلمان بھی شریک نہ ہوتا۔ انگریزوں کے دور اقتدار میں مسلمان اعلٰی عہدوں پر فائز تھے عزت

احترام کا درجہ حاصل تھا۔ مگر آزادی کے بعد نہ ان کو اعلیٰ عہدہ مل سکا، اور نہ ہی عزت واحترام حاصل ہو سکا۔ ملک عزیز ہندستان میں انسانیت کا دم گھٹ رہا ہے۔ ان فرقہ پرستوں نے جمہوریت کا جنازہ شاہراہ پر لاکر رکھ دیا ہے دستور ہند کے صفحات کو پھاڑ دیا گیا ہے۔

۶؍ دسمبر ۱۹۹۲ء کے فسادات کے دوران دہلی میں مسلمانوں کی بستی میں آگ لگا دی گئی اور کئی جل کر شہید ہو گئے بمبئی میں ہزاروں مسلمان شہید ہو گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے روتے ہوئے کہا کہ "ایسا ۴۷ء میں بھی نہ ہوا تھا" مدارس و مساجد کے ائمہ کو گرفتار کیا، قرآن شریف کی بے حرمتی کی گئی، بے قصور مسلمانوں کو جیل میں ٹھونس کر مارا پیٹا گیا، اور ایسا مارا کہ بہت سے جوانوں کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور کسی کا پیر ٹوٹ گیا۔ اگر آج انگریزوں کی حکومت ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوتا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ بیج انگریزوں کا ہی بویا ہوا ہے۔ چونکہ ملک سے بھگایا جا رہا تھا۔ اس لئے وہ ہندؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے یہ کارنامہ انجام دیکر چلے گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی پیشین گوئی، اور جماعت رضائے مصطفےٰ کی ممانعت کہ کانگریس کے ساتھ نہ شریک ہوں، ورنہ نقصان اٹھائیں گے، بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اگر ان اصولوں پر عمل کیا جاتا۔ تو مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور معاشی حالت بہتر سے بہتر کی طرف گامزن ہوتی۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کانگریس کی سخت ترین مخالف تھی جیسا کہ آپ نے ابھی ماضی میں پڑھا۔ اور بابری مسجد کا مسئلہ اور فرقہ پرستوں کا ابھارنا صرف کانگریس کے دور اقتدار میں ہوا۔ مورتیوں کا رکھا جانا، تالا کھلنا، شیلانیاس ہونا، درشن کی اجازت دینا، اور پھر بابری مسجد کا شہید ہونا، یہ سب کچھ کانگریس کے دور اقتدار میں ہوا، کوئی بھی ذرا سی عقل رکھنے والا آدمی کیا یہ فیصلہ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ سارے حادثہ اسی کانگریس کے اشارے پر سرانجام پا رہے ہیں ـــــ جماعت رضائے مصطفےٰ

کا جیسا حکم ماضی میں تھا وہی اب بھی ہے یعنی کانگریس سے مسلمان اجتناب کریں اور اپنے افراد کی شیرازہ بندی میں ڈٹ جائیں۔ تاکہ ماضی کی غلطیوں کو دوبارہ نہ دہرایا جا سکے اور اس کی تلافی بھی ممکن ہو مسلمانوں کو شعور و فکر سے کام لینا چاہئے اور اپنا خود محاسبہ کرنا چاہئے۔

مفاوضۂ عالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احباب باصفا اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تار آنے پر مجھے خود ہی خیال ہوا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی امر تشویش
کا نہ ہوگا بحمد اللہ خلاصی کھلا کہ بکرمہ تعالیٰ ایکدن میں تین تجدیدیں ہوئیں سبحٰنہ تعالیٰ مبارک
ہو۔ فقیر آپ کی کارروائیوں کا بہت ممنون ہوا اور دل سے دعائیں
کرتا ہے دعا کے سوا فقیر کے پاس کیا ہے پچاس روپے نذر جماعت کرتا ہے اور
پانچ روپیہ اوس دن کے کارکنوں کی شیرینی کو کرمی سید ایوب علی صاحب تشریف
لائے تھے انہیں پچپن روپے بھونا تھا کہ اونکے ساتھ حاضر کیے جائینگے
مرض و شدت ضعف ترقی پر ہے دعا کا طالب ہوں والسلام

چہارم شوال مکرم سہ شنبہ ۱۳۳۹ھ

از بریلی ... چراغ ...

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

جماعت رضائے مصطفےٰ

سیاسی مکروہ پروپیگنڈہ، ردعمل اور مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل

روزنامہ زمیندار لاہور اور ظفر علی خاں

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی صحافتی خدمات کا جائزہ دوسری جگہ لیا جائے گا، یہاں پران اخبارات کا ذکر مقصود ہے جن میں ناروا، غلط اور گمراہ کن باتوں کی اشاعت کثرت سے ہوئی، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ان کا سختی سے تعاقب کیا، اور کیفر کردار تک پہنچایا۔ ماضی کے زمانہ میں مشہور اخبارات میں "روزنامہ زمیندار لاہور" کافی مقبول اخبار تھا، جس کے ایڈیٹر مسٹر ظفر علی خاں تھے، بنیادی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ روزنامہ زمیندار کانگریس نواز اخبار تھا۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کانگریسیوں کے سخت مخالف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام احمد رضا ایسی چیز کی حمایت کرتے تھے جو اسلام کے دائرے میں ہو اور مسلمانوں کے مفاد میں بہتر ثابت ہو اور کانگریس کا نظریہ اس کے برعکس تھا۔

یہ بات راقم کے مطالعہ میں ہے کہ جب کانپور کی مسجد کو شہید کیا گیا، مسلم لیڈروں اور زمیندار نے بڑھ چڑھ کر واویلا مچایا اور بہت سی ایسی باتیں لکھ ڈالیں جو قطعی اسلامی و شرعی حدود سے باہر تھیں۔ امام احمد رضا نے مسجد کانپور کی شہادت سے متعلق ایک تفصیلی جواب قلم بند فرمایا۔ جو سب سے پہلے روزنامہ زمیندار لاہور میں چھپا، فتویٰ چھپنے کے بعد تو مضامین کا ایک طویل سلسلہ چل گیا، اور زیادہ تر مضامین و مراسلات فتوٰی کے خلاف تھے، اس فتوٰی کو مضحکہ خیز قرار دیا گیا۔ اس کی مخالفت میں زمیندار نے کافی حصہ لیا، خصوصًا اسی اخبار کے کالم نویس اور بریلی میں نامہ نگار حکیم احمد رضا نے کافی اہم رول ادا کیا ________ بعدہٗ جماعت رضائے مصطفیٰ نے اس فتوی کو کتابی شکل میں "ابانۃ المتواری" کے نام سے شائع کیا۔

روزنامہ زمیندار لاہور کی مخالفت کا سبب یہیں سے تھا، اور پھر زمیندار اور اس کے ایڈیٹر مسٹر ظفر علی خاں نے علماء اہل سنت کی مخالفت کا بازار گرم کردیا، علماء اسلام کے حقانی فتاوی کی مخالفت، دین و شریعت کی مخالفت ہے۔ اور ان کی تحقیر علم دین کی تحقیر۔ اور نائبین رسول

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی توہین ہے۔ اس لیے جماعت رضائے مصطفیٰ نے فوراً اس کا تعاقب کیا۔ اس زمانہ کے علمائے اہلِ سنت کے حامی اخبارات مثلاً ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، روزنامہ الفقیہ امرتسر، روزنامہ مدینہ بجنور وغیرہ میں زمیندار کے خلاف کافی مضامین لکھے گئے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے زمیندار کی حرکتوں پر پوسٹر بھی شائع کیے مگر یہ معلوم نہ ہو سکا یہ سلسلہ کب شروع ہوا اور کب جا کر اختتام کو پہنچا۔

روزنامہ زمیندار لاہور کے مالک و ایڈیٹر مسٹر ظفر علی خاں کا ایک زمانہ میں صرف مشغلہ یہ تھا کہ اپنے عہد کے تمام اخبارات پر طرح طرح کے الزامات لگانا، غلط نگاری، حق پوشی اور باطل کوشی کا دعویٰ کرتے رہے، اگر وہ مہذب طبقہ جس کے جذبات، متانت، شائستگی کو زمیندار لاہور کی فحش نگاری نے صدمہ پہنچایا ہوگا، اور جس کی نظر سے یہ مضمون اور اس کے مثل دوسرے مضامین گزرے ہوں گے، وہ طبقہ اس کا خود فیصلہ کر چکا ہوگا کہ کیا دنیائے صحافت میں غلط نگاری، افترا پردازی، حق پوشی، ہندو پرستی مکاری میں زمیندار لاہور اور اس کے انتہائی مہذب اور شائستہ مالک و مدیر ظفر علی خاں کا مثیل کوئی دوسرا اخبار، اور اس کا عملۂ ادارت بھی ہے؟ یا یہ امتیاز خصوصی ظفر علی خاں اور ان کے فخر صحافت اخبار زمیندار ہی کو حاصل ہے۔

۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء کے زمیندار میں جو مضمون شائع ہوا، اور جس میں اچھی طرح دل کھول کر تہذیب و شائستگی کا خون کیا گیا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

بریلی کانگریس کمیٹی نے جب ۲۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو جلسہ اور جلوس کی تیاریاں شروع کیں، تو اس سے کلکٹر ضلع کو پریشانی ہوئی، کلکٹر صاحب نے ہندو مسلم عمائد کو طلب کیا، انھیں اس جلوس میں شرکت کی ممانعت کی، اور اس جانب توجہ دلائی کہ وہ مجموعی طور پر اپنی کوشش اور اپنے ذاتی اثرات سے کانگریس کمیٹی کے اس جلوس کو روک دیں۔ مگر جب عمائد شہر نے صاف لفظوں میں انکار کیا تو کلکٹر صاحب نے حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہٗ کو بلایا، اور انھیں اس جانب توجہ دلائی، جس سے عمائد شہر انکار کر چکے تھے۔ علامہ موصوف نے کلکٹر کو اطمینان دلایا کہ میں مسلمانوں کو ایک ایسا مشورہ دوں گا کہ وہ کل کے جلسہ اور جلوس میں ہرگز شریک نہ ہوں گے۔ علامہ موصوف واپس

آئے اور ایک اشتہار اپنے ایک مرید کی طرف سے جس میں اس جلوس میں شرکت سے ممانعت کی گئی تھی، بریلی کے در و دیوار پر چسپاں کرا دیا۔[1]

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی صحافتی خدمات انجام دینے والے اور کہنہ مشق قلم کار مولانا ابرار حسن صدیقی تلہری نے اس کا جواب تحریر فرمایا، انھیں کے الفاظ میں تلخیص پیش ہے:

"لاہور کی اس افترا منزل، اور دار التکذیب سے جس کی صدارت کا فخر جناب ظفر علی خاں کو حاصل ہے۔ اس سے پہلے بھی اسی قسم کے صدہا افتراآت بہتانات لگاتے رہے ہیں۔ حجۃ الاسلام مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں علامہ بریلوی کی ذات ملکی صفات سے زمیندار اپنے کان سے کر نکلا ہے۔ مگر ہم نے بفضلہ تعالیٰ نہ کبھی افترا کے جواب میں افترا پردازی کی ضرورت کا احساس کیا اور نہ گالی کے جواب میں گالی دے کر اپنی زبان کو نجاست سے آلود کرنے کی جسارت کی —— اس سے پہلے بھی جب کہ افترا کا سیلاب علمائے بریلی اور اسلامی اقتدار کو بہانے جانے کے ارادہ سے ظفر منزل کی تنگ نالیوں سے نکل کر بریلی کی جانب چلا ہے تو اس وقت بھی اس امر کا مختصراً اعلان کر کے اس حقیقت کو آشکار کر دیا گیا ہے کہ ہم پر افترا ہے، اور ہمارا دامن اس سے پاک ہے۔ اور آج پھر جبکہ کوئی کمسن شاہد رعنا لقاش کی چلمن میں روپوش ہو کر یا کوئی ہفتاد سالہ عفریت خصال بوڑھا نسائیت کے جذبہ سے متاثر ہو کر، پردہ کی آڑ میں بیٹھ کر، رہبرانِ اسلام علمائے بریلی کی خداداد دولت و سطوت سے سہما ہوا سہمتا ہوا شاہزادۂ والا تبار علامۂ بریلوی کے خداداد اقتدار کو مٹا دینے کی تمنا میں افترا اور بہتان کے تیر تاک تاک کر مار رہا ہے، عین اس وقت ہمارا فرض ہے کہ ہم اس حقیقت کو بے نقاب کر دیں کہ ۳۱ جنوری کو زمیندار میں علامہ بریلوی پر کلکٹر صاحب سے ملنے اور کانگریس کمیٹی کے جلسہ اور جلوس کو ناکامیاب بنانے کی سعی و کوشش کا جو الزام قائم کیا گیا، اس میں ذرہ برابر واقعیت نہیں یہ زمیندار کا سفید جھوٹ اور سیاہ افترا ہے۔"[2]

---

[1] ظفر علی خاں، صحافی، ایڈیٹر: روزنامہ زمیندار لاہور، بابت ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء

[2] ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۳، ۴، بابت شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ

افترائے زمیندار کا اصلی سبب

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے صحافتی اسٹیج سے دیئے گئے جواب سے روزنامہ زمیندار کی قلعی کھل گئی۔ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف اسی افترا پردازی کا اصلی سبب پیش کرتا ہوں مولانا صدیقی کے الفاظ میں:

"کانگریس نے نہایت شد و مد کے ساتھ مکمل آزادی کا اعلان کیا، اور یوم آزادی ۲۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو قرار دیا۔ اس تاریخ سے ملک کے عرض و طول میں مختلف مقامات پر جلسے ہوئے جلوس اٹھے، قومی پرچم لہرائے گئے، آزادی کے جھنڈے بلند ہوئے، اور مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی کو کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی۔ بریلی میں بھی چند افراد پائے جاتے ہیں جن کے دل میں حریت و آزادی کا سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ ان کے دلوں میں ہیجان پیدا ہوا۔ بریلی میں بھی جلوس کی تیاریاں ہوئیں، سوراج کا جھنڈا بلند کیا گیا، آزادی کے بینڈ بجے، اور ٹھیک ۱۰ بج کر ۲ منٹ ۵ اسیکنڈ پر یہ جلوس صرف پچاس افراد پر مشتمل بریلی کے گلی کوچوں میں اپنے مدکنے والے جذبات حریت کو دونوں ہاتھوں میں سنبھالتا ہوا دکھائی دیا۔ مسلمانان شہر نے اس لیے شرکت نہ کی کہ ہندو مسلم اتحاد سے کافی نقصان ہو چکا تھا۔ کانگریسیوں کی چالوں سے واقف تھے۔ یہ جلوس ناکامیاب ہو کر اختتام کو پہنچا۔ یہی حالت ملک کے دوسرے شہروں کی رہی۔ جہاں جہاں جلسہ وجلوس ناکام ہوا وہاں ظفر علی خاں نے ایک ایک تازہ بتازہ افترا کرنا شروع کر دیا، ناکامیوں پر پانی پھیرنے لگے ______ کانگریس نے ظفر علی خاں کو اپنے ساتھ کیوں جوڑا؟ اس لیے کہ ان کے ہاتھ میں ایک روزنامہ اخبار ہے، آپ کو پروپیگنڈہ کرنے میں اچھی مہارت ہے، اور کانگریس کا خیال ہے کہ مسلم اقوام میں کوئی فرد ایسا نظر نہیں آتا کہ جو ملت اسلامیہ کے مفاد اور مسلمانوں کے حقوق و اقتدار کو کسی دوسرے مذہب پر قربان کر دینے کی جرأت کر سکے، ظفر علی خاں ہی کی ایسی ذات ہے جو اس اعلیٰ امتحان میں کامیابی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ [۱]

۱؎ ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۴۲، بابت شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

سابق ذہنیت اور بعد کی پالیسی

جب تک ہندوؤں نے محراب سیم و زر کو ظفر علی خاں کے سامنے پیش کر کے ان کی جبین نیاز کو سجدوں کا موقع نہ دیا تھا، اور جب تک ظفر علی خاں کے اجزا دماغیہ میں مسلمانوں کی قیادت کے جنون نے اختلالی کیفیت پیدا کر رکھی تھی، اور آپ نہ معلوم کن کن تمناؤں و آرزوؤں کے ساتھ سیاسیات ہند میں مسلمانوں کی قیادت کے مدعی ہو کر حصہ لے رہے تھے، اس وقت تک آپ کو اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ اسلام اسلام، اور کفر کفر ہے۔ ظفر علی خاں کی نظر میں اسلام و کفر دو متضاد حقیقتیں تھیں۔ آپ کے نزدیک ان دونوں کا ایک مرکز پہ اتحاد، اور ایک نقطہ پر اجتماع محال تھا ______ ہماری بات کی تائید خود ظفر علی خاں کر چکے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ہندو ہندو ہے ______ اور مسلمان مسلمان ______ اور ان دونوں میں
ہرگز اتحاد نہیں ہو سکتا۔ [۱]

مگر اچانک کچھ دنوں کے بعد ظفر علی خاں کا ذہن و دماغ بدلا، اور ان کی پالیسی میں تبدیلی آئی کہ انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ اپنے لکھے ہوئے کو بھول گئے، اس امر کی مساعی میں لگے رہے کہ اسلام و کفر یہ دو متضاد حقیقتیں متحد ہو جائیں۔ اور اس وقت ہندو و نصاریٰ کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے ہندو مسلم ہندوستان کی زبردست طاقتیں ایک نقطۂ خیال پر جمع ہو جائیں۔ اس لیے کہ جب تک یہ دونوں طاقتیں ایک مرکز اتحاد پر جمع ہوں گی ہندو اور صرف ہندو اپنی انفرادی طاقت سے سلاسل غلامی کو توڑ کر حریت و آزادی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ کانگریسیوں نے ایک زر خرید غلام بنا لیا کہ ان کی ہر بات پر صاد کرے، اور ان کے نقطۂ نظر کو مسلمانوں پر تھوپنے کی سعی لاحاصل میں لگا رہے۔

※

۱؎ ظفر علی خاں، صحافی، ایڈیٹر: روزنامہ زمیندار لاہور، ۱۰ جون ۱۹۱۳ء

آریہ سیوک اخبار جبل پور

آریہ سماج کے ترجمان ——— "آریہ سیوک جبل پور" نے اپنی کسی اشاعت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر شائع کی۔ ایسی حرکت آریہ سماج کا ہمیشہ وطیرہ رہی ہے، وہ کچھ نہ کچھ ایسا لکھتے رہے ہیں جس سے مسلمانوں کے دلوں کو تکلیف پہنچے، اس سلسلہ کی ایک کڑی "آریہ سیوک اخبار جبل پور" کی مذکورہ ذلیل حرکت ہے ——— مذکورہ اخبار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے اور اس کو سخت ترین سزا دلوانے کے لیے ۲۱ اپریل ۱۹۲۰ء، بروز یک شنبہ صدر دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی میں مسلمانانِ بریلی کا ایک جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت نبیرۂ حافظ الملک نواب سعید احمد خاں بریوی نے فرمائی، اور اپنے بیان میں "آریہ سیوک جبل پور" کی سخت مذمت کرتے ہوئے تعاقب فرمایا ——— اس جلسہ میں حسب ذیل تحریکات پاس ہوئیں:

(۱) ——— آریہ سیوک اخبار جبل پور نے زشتی بدھا ایک نمبر شیو راتری میں تاجدارِ عرب و عجم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر شائع کر کے جس دریدہ دہنی سے بے جا الزامات لگائے ہیں، اس سے مسلمانانِ عالم کے جذبات میں غیر معمولی اشتعالگی پیدا ہو گئی ہے۔ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس پر مٹ جانے والے ہیں، وہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی طرح توہین گوارا نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ جلسہ آریہ سیوک اخبار کی گندہ زبانی و دریدہ دہنی اور شر انگیز جسارت کو انتہائی غم و غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے، اور حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ فوراً اخبار مذکور کے خلاف قانونی کارروائی کر کے اس کو کافی سزا دے، تاکہ دوسرے اخبار آئندہ اس قسم کی ناپاک حرکت نہ کر سکیں۔

(۲) ——— یہ جلسہ مسلمانانِ ہند سے پُرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر ضلع اور ہر قصبہ میں اخبار مذکور کے خلاف جلسہ کر کے پُرزور صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور انھیں اخبار مذکور کی اس فتنہ خیز اور امن سوز حرکت سے جو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا، اور تکلیف ہوئی حکومت کو اس جانب توجہ دلائیں تاکہ جلد از جلد حکومت کو اس اخبار کے خلاف قانونی کارروائی پر مجبور ہونا پڑے۔

(۳) ——— یہ جلسہ حکومت سے پُرزور درخواست کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس اخبار کو عبرت بخش اور سبق آموز سزا دے کر مسلمانانِ ہند کو اطمینان دلائے۔ ورنہ اگر مسلمانوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو کر چھلک اٹھا جس سے کہ ملک کے امن عامہ کو کچھ نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ دار خود حکومت ہو گی۔ اور کیا عجب ہے کہ مسلمان حکومت کے کافی توجہ نہ کرنے پر یہ یقین کر لیں کہ ہندوؤں کی مسلمانوں پر نت نئی روز کی چیرہ دستیاں حکومت کی غفلت کے باعث ہوتی رہتی ہیں۔ [۱]

نہرو رپورٹ پر ردِ عمل

جواہر لال نہرو کی یاد میں قائم ہوئی "نہرو کمیٹی" نے ۱۹۲۸ء کے الیکشنی دور میں ایک ریزولیوشن پاس کیا کہ ہندو مسلم مخلوط حلقۂ انتخاب کو روبہ عمل لایا جائے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے مخلوط حلقہ ہائے انتخاب کی سخت ترین مخالفت کی۔ اور جگہ جگہ اس کے تعاقب میں میمورنڈم اور احتجاجی کارروائیاں بھی کیں، اور پریس رپوٹیں بھی تیار کی گئیں۔

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی یہ کارروائی سیاسی نقطۂ نظر سے تھی، جماعت مبارکہ نے ہر اس چیز کی مخالفت کی جس میں مسلمانوں کا تشخص مٹانے کے پروگرام مرتب کیے گئے تھے۔ اور اسلام کے پاک ستھرے مذہب میں ہندو گندی ذہنیت بھر دینے کی ناکام کوشش کی جا رہی تھی۔ خواہ وہ سیاسی سطح پر رہی ہو یا مذہبی سطح پر ——— ۲۶ ستمبر ۱۹۲۸ء بعد نماز مغرب زیر صدارت مولانا حامد رضا بریلوی دفتر جماعت رضا مصطفیٰ بریلی میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور پھر اس میں باہم تبادلۂ خیال کے بعد یہ رپورٹ پریس کے حوالہ کی گئی کہ:

جماعت رضائے مصطفیٰ کا یہ جلسہ نہرو کمیٹی رپورٹ کے خصوصاً اس حصہ کو جس میں کہ مخلوط حلقۂ انتخاب کی موافقت کی گئی ہے نظر استحسان سے نہیں دیکھتا ہے، موجودہ ہندو ذہنیت کو دیکھتے ہوئے جداگانہ حلقۂ انتخاب برقرار رہنے کی موافقت کرتا ہے ———

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۹، بابت ۲۲ تا ۲۹ اپریل ۱۹۲۹ء، ج ۶۶، ش ۳۵

بلکہ مخلوط حلقۂ انتخاب کو مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کے مرادف سمجھتا ہے۔ [1]

مندرجہ بالا تجویز کو عمل میں لانے کے لیے نواب سعید احمد خاں (ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ) نے تحریک پیش کی، اور نواب حسین احمد خاں (رکن جماعت) نے تائید کی اور پھر اسے متفقہ طور پر پاس کیا۔

رسول اللہ کی فرضی تصویر

ہندوستان میں بسنے والے انتہا پسند ہندو اپنی ہم سایہ قوم مسلمانوں کو اس امر کا چیلنج دیتے چلے آرہے ہیں کہ یا تو مسلمان ہندوؤں کے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں، باطل معبودوں کے سامنے اپنی اس جبین نیاز اور اس مقدس پیشانی کو جو واحد قدوس کے روبرو جھکا کرتی ہے، جھکا دیں؛ یا ہندوستان چھوڑ دیں، اور جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں ــــــ ان انتہا پسند ہندوؤں نے ہندوستان سے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو نکالنے کی تدابیر اختیار کی ہیں۔ آزادی کے بعد سے آج تک مسلمانوں پر جبر و استبداد کی جو بجلیاں گرائیں، جس شدت و بے رحمی کے ساتھ ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کے خون سے ہندوستان کی زمین کو رنگین بنایا، جس جرأت کے ساتھ قرآن و مساجد اور پیشوایانِ اسلام کی توہین کی۔ خصوصاً بانیِ اسلام علیہ السلام پر اپنی گندی اور ناپاک تحریروں میں مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ کردینے والے جیسے جیسے شدید حملے کیے، اس سے اسلامی دنیا اچھی طرح واقف ہے۔

مسلمانوں کو اپنی حفاظت اور اپنے اسلامی شعائر کی حفاظت کے لیے خود کو تیار رکھنا چاہیے۔ آئے دن نت نئی فتنہ سامانیاں ہوتی ہیں۔ ایک ہندو مرہٹہ (بمبئی) نے اپنی کتاب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرضی تصویر شائع کی، اور گستاخانہ الفاظ لکھے ــــــ

روزنامہ سیاست لاہور نے اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ کیا:

بمبئی کے رہنے والے ایک ہندو مرہٹہ نے اپنی کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱۲، بابت ۸ر اکتوبر ۱۹۲۸ء/ ج ۶۶، ش ۱۶

کی تصویر شائع کی ہے ــــــ سیاست مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس مرہٹہ کے خلاف ہندوستان کے گوشوں میں حکومت کو متنبہ کرنے کے لیے صدائے احتجاج بلند کریں۔ [1]

اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ان شرانگیزوں پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی، پھر وہ بر سرِ عام سر ابھارے پھرتے ہیں ــــــ جماعت رضائے مصطفیٰ کے صحافتی ادارہ نے فوراً اس کا احتجاجی کارروائی کرکے مسلمانوں کو آگاہ کیا، اور کتاب کو ضبط کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک بیان شائع کرکے مسلمانوں کو مشورہ دیا:

وہ تصویر جو اس مرہٹے نے شائع کی وہ فرضی تصویر ہے، جسے حضور کی جانب منسوب کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے، اور مسلمانوں کی روحانی اذیت کا باعث، مسلمان اس کو کسی طرح برداشت نہیں کرسکتے ــــــ مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اس وقت حکومت کو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ وہ اس کتاب کو فوراً ضبط کرے، اور اس تصویر کو شائع کرنے والے ہندو مرہٹہ کو قرار واقعی سزا دے ہم مسلمانوں کو اس موقع پر یہ مشورہ دیں گے کہ اس ہندو مرہٹہ نے انھیں جو صدمہ پہنچایا ہے، اسے وہ سکون و خاموشی کے ساتھ برداشت نہ کریں، بلکہ ملک کے عرض و طول میں احتجاجی اجلاس کرکے حکومت کو توجہ دلائیں۔ [2]

اسی سلسلہ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے اساتذہ و طلبہ نے احتجاجی جلسہ کا انعقاد کیا، جو ۲۵ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو عمل میں آیا۔

لیڈرانِ قوم اور اُن کے سیاہ کارنامے

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے اپنے دور کے بڑے بڑے سورما لیڈروں کی غلط روی

---

[1] حبیب شاہ، مولانا، صحافی: روزنامہ سیاست لاہور، بابت ۲۳ر ستمبر ۱۹۳۰ء

[2] ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۳۰۲، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

کا تعاقب کیا، اور ان کے اسلام سے باہر نکلے قدموں کو کھینچ کر اسلام کے دائرہ میں لانے کی کوشش کی، اسلامی آزادی لیڈرانِ قوم کو خوب لگ گئی، اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے تعاقب نے سرِ بازار ننگا کر دیا ——— مسٹر ظفر علی خاں، محمد علی اور شوکت علی وغیرہ مع حوارین کے سب کا تعاقب کیا گیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ مذکورہ بالا لیڈروں میں سے بعض نے توبہ بھی کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیقِ رفیق سے اپنی توبہ پر قائم رہے۔ اب آئیے آپ کو بے راہ لیڈرانِ قوم کے مکروہ چہرے بھی دکھادیں، جن کی جماعت رضائے مصطفیٰ نے آج سے بہت پہلے نقاب کشائی کی تھی ——— اراکینِ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ایک تفصیلی مضمون میں لکھتے ہیں:

ان کے ہم نواؤں، ہم خیالوں کی شمشیرِ ستم کے لیے مسلمانوں کی گردنیں ہیں، ان کے نیزۂ ظلم کے لیے مسلمانوں کے سینے ہیں، ان کے خنجرِ جفا کے لیے مسلمانوں کے جگر ہیں، ان کے تیغ و تیر کے لیے مسلمانوں کے سر ہیں، خصوصاً علمائے اسلام، حامیانِ اسلام، نگاہبانانِ اسلام حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تو یہ خیر، سر بے طرح سر ہیں۔ پچاس سے زائد سے ان میں کا ہر ایک اس سعی باطل اور کوشش ناحاصل میں ہے کہ مسلمانوں کو علمائے کرام سے بد اعتقاد کرے، تقریراً و تحریراً ہر طرح کے سادہ لوح مسلمانوں کو علماء پر جھوٹے الزام رکھ کر، ان پر افترا و بہتان باندھ کر، طوفان اٹھا کر بہکاتے و گمراہ کرتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جب تک مسلمان علمائے کرام کے ہاتھ میں ہیں، ان کے اقدام پر چل رہے ہیں، اس وقت تک ہمارے دام میں ان کا آنا بہت دشوار ہے، بے علماء کو بدنام کیے ہمارا جادو نہیں چل سکتا، اور کوئی شخص ہمارے قابو میں نہ آسکے گا انھیں جاہ طلبی اور شہرت پسندی نے اندھا کر دیا ہے، ہوسِ لیڈری و رہبری نے مجنون بنا دیا ہے۔ اسلام کا نام ضرور ہے مگر حقیقتاً اس سے ان کا قلب بے اثر ہے ——— یہ اسلام کی جڑیں کھودے ڈالتے ہیں، اسی لیے اس کی حدود توڑے ڈالتے ہیں۔ نام اگر اسلام کا نہ لیں، تو ان کا کام کیسے چلے، اس کا نام لیتے اور کام کافروں کے کرتے ہیں۔ ان میں کا ہر ایک منافق اور ان کا استاد منافقِ اوّل ہے۔

انھوں نے سارے ہتھکنڈے اسی سے سیکھے ہیں۔ یہ اس پاگل جانور دیوانی ہتھنی کی طرح ہیں جو اپنے ہی لشکر کو تباہ کرتی ہے۔ [۱]

آگے چل کر جماعت رضائے مصطفیٰ نے ان مذکورۃ الصدر شخصیات کے اقوالِ کفریہ گنائے ہیں، اور مسلمانوں کو ان سے دُور رہنے کا مشورہ دیا ہے، جماعت رضائے مصطفیٰ کا یہ تعاقب کسی ذاتی عداوت و مخاصمت پر مبنی نہیں بلکہ آپ نے اوپر دیکھ لیا ہے کہ جو اسلام کے دائرہ سے باہر گیا، فوراً اس کا تعاقب کیا، اور اس کو توبہ کی طرف توجہ دلائی، مگر اس کو توفیق نہیں ہوئی، پھر صحافتی سطح کو اپنا کر اخبارات میں کفریات شائع کرا دیئے۔ اب آپ یہ دیکھیں گے کہ یہ رد ان کے کفری اقوال و اقدام کی بنا پر تھا۔ کوئی بھی مسلمان، جس کے اندر ذرہ برابر اسلامی تعلیمات کا اثر ہے وہ ایسی حکایت سے باز رہ کر دوسروں کو ہدایت کی طرف گامزن کرنے کی کوششیں کرے گا ——— نمبروار ملاحظہ ہوں جماعت ہی کی زبانی:

(۱) ——— کیا یہی وہ ملاعنہ نہیں ہیں جنھوں نے خود ہندوؤں کی غلامی کی۔

(۲) ——— کیا یہی وہ فراعنہ نہیں ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی کی دعوت دی اور اہلِ اسلام کے وہ سر جو ایک خدائے قدوس کے آگے جھکانے کے لیے تھے، وہ پیشانیاں جو صرف اللہ عز و جل کے آگے سجدہ میں زمینِ عجز و نیاز پر رگڑنے کو تھیں، ان کے وہ سر اپنے آقایانِ بے بہبود کے آگے ذلت کے لیے جھکائے۔

(۳) ——— کیا یہ وہی حمقاء نہیں ہیں جنھوں نے خدا کی رسی مضبوط پکڑنے سے دین کا ہاتھ سے جاتا رہنا ممکن بتایا۔

(۴) ——— کیا یہ وہی جہلاء نہیں ہیں جنھوں نے مسجد میں کہا کہ زبانی جسے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے۔

(۵) ——— کیا یہ وہی خبثاء نہیں ہیں جنھوں نے نیا مذہب بنایا، جس سے ہندو مسلم امتیاز اٹھایا، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرایا۔

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۷، بابت ۲۰ جون ۱۹۲۵ء، ج ۶۱، ش ۴۸

(۶) ———— کیا یہ وہی کفار نہیں ہیں جنھوں نے اپنے ماتھے پر قشقہ لگوایا، جنھوں نے قرآن اکور بائیبل کو ور رامائن کے ساتھ سنگاسن میں رکھ کر ہار پھول ان پر چڑھا کر ڈھول بجائے۔

(۷) ———— کیا یہی وہ حیلہ دار نہیں ہیں جنھوں نے مشرکین کے دسہرے میں شریک ہو کر سنکھ بجایا۔ رام لچھمن کی مورتیوں پر پھول چڑھائے۔

(۸) ———— کیا یہی وہ نہیں ہیں جنھوں نے تلک کی ٹکٹی اٹھائی، اسے مرگھٹ تک "رام رام ست ہے" کہتے ہوئے پہنچایا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ دعاءِ مغفرت کی، دُعا کے لیے اخباروں میں چھاپا، موت پر سوگ منایا، مساجد کو ماتم گاہ ٹھہرایا۔

(۹) ———— کیا یہی وہ اشرار نہیں ہیں جنھوں نے مسلمانوں سے جے بول بلوائے، گنگا و جمنا کی زمین مقدس مانی۔

(۱۰) ———— کیا یہی وہ فجار نہیں ہیں جنھوں نے مشرک کو مسلمانوں کے لیے امام بنایا، پیشوا، رہبر، مسیحا کہا۔

(۱۱) ———— کیا یہی وہ مشرک پرست نہیں ہیں جنھوں نے اپنے طاغوت گاندھی کی تعریف و توصیف خطبہ میں بتائی، اس کی ثنا مثل ثنائے الٰہی گائی، اس کے دلوں کو پاک کہا اور پاک کنندہ ٹھہرایا۔

(۱۲) ———— کیا یہی وہ جہلاء نہیں ہیں جنھوں نے اس شہر کی گلیوں کو "جہاں مشرک ہو رشک خیابان و نشاط" کہا، وہاں کے ہر مکان کو قصورِ بہشت پر طعنہ زن ٹھہرایا۔

(۱۳) ———— کیا یہی وہ سخت ایمان فروش نہایت بے حیا نہیں ہیں جنھوں نے کہا کہ "میں نے اپنی فراست سے ارادہ کر لیا ہے کہ میں کسی ہندو سے نہیں لڑوں گا، چاہے وہ میری بوڑھی ماں اور بہن کی عزت تک خراب کریں۔ چاہے وہ میرے قرآن شریف کی بے حرمتی کریں، میری مسجدوں کو شہید کر ڈالیں۔

(۱۴) ———— کیا یہی وہ کفریات اور کفر نواز نہیں ہیں جنھوں نے کہا کہ "اگر اسلام سچا مذہب ہو تو مجھے مسلمان مارے، اور ہندو دُعا کرو کہ ہندو مذہب سچا ہے، خدا مجھے ہندو مذہب پر اٹھائے!" ———— آج تک ان کو اسلام کے سچا ہونے میں شبہہ ہے۔

(۱۵) ———— کیا یہی وہ فتنہ پرداز نہیں ہیں جنھوں نے کہا کہ "ہندو مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، پھر ہندوستان پر ترکی چڑھ کر آجائے تو اس سے بھی جہاد کریں گے"! [1]

غرض کہ ایسے ہی اقوالِ کفریہ بکنے والے، افعالِ کفر کرنے والے مدعیانِ اسلام و خدمتِ اسلام کے دعویدار تھے ———— انھوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کو دلدل کے میدان میں غرق کرنے کی ٹھان رکھی تھی، مگر جماعت رضائے مصطفیٰ کی حق گوئی نے دانتوں تلے چنے چبوا دیئے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے جیالے اور بہادر اراکین نے بے باکانہ تعاقب کر کے راز کو فاش کر دیا اور وہ مسلم عوام کے سامنے بالکل برہنہ نظر آنے لگے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کی حق گوئی نے تمام نہاد لیڈرانِ قوم و ملت کی قلعی کھول دی پھر ان لیڈروں کے حامی اخبارات نے جماعت رضائے مصطفیٰ اور علماءِ اہلِ سنت کو نشانۂ سب و شتم بنایا، اور طرح طرح کے حملے کرنا شروع کر دیئے ———— اراکینِ جماعت لکھتے ہیں:

الکفر ملۃ واحدۃ کے یہ دشمنِ اسلام اعدائے مذہب مہذب اہلِ سنت ہر مبطل کے ہمراہ ہیں۔ ہر باطل کی حمایت کو تیار ہیں، انھوں نے سنی مسلمانوں کے تمام دشمنوں کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ یہ حق سے بیزار ہیں، اور ناحق کے طرفدار ہیں۔ اور مسلمانانِ اہلِ سنت سے برسرِ پیکار ہیں .... آج سارے نیچری اخبار بھی چیخ پڑے ہیں، اور گلے پھاڑ رہے ہیں، علماءِ کرام کو نام بنام گالیاں دے رہے ہیں۔ اخباروں میں سخت فحش سب و شتم کر رہے ہیں۔ اور خو کی حالت کے مطابق اور پرانی عادت کے سبب وہی ناپاک افتراءات اشعار رہے ہیں، اور ان کے پاس سوائے اس فحاشی اور سب و شتم، افتراؤں و بہتانوں کے اور ہے کیا؟ [2]

بزعم خویش قائدینِ ملت کے ذکر کیے ہوئے کفری اقوال و افعال صرف نمونہ کے طور پر تھے، وہ بھی اس خیال کے تحت کہ کوئی بھی آدمی یہ رائے نہ قائم کرے کہ جماعت رضائے

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۷، ۸، بابت ۲۹ جون ۱۹۲۵ء، ج ۶۲، ش ۳۸
[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۲۰، بابت جون ۱۹۲۵ء

مصطفٰی کی مخالفت صرف پارٹی کی بنیاد پر تھی، ایسے وہم کو باطل کرنے کے لیے اور جماعت رضائے مصطفٰی کے کو حق و صحیح ثابت کرنے کے لیے مذکورہ اقوال ذکر کیے گئے۔

امیر امان اللہ خان کی تکفیر، زمیندار کا غوغا

۱۹۲۹ء میں افغانستان پر اسلامی حکومت تھی، اور اس کے امیر امان اللہ خان تھے، انھوں نے اسلامی حکومت میں کچھ اصلاحات پیش کیں، ان اصلاحات کے نتیجہ میں ان پر علماء افغان نے ان پر کفر کے فتوے لگائے، ہندوستان میں اس بات کو خوب اچھالا گیا، اور یہاں کے اخبارات نے چٹخارے لے لے کر بڑے زور دار انداز میں اس کی تشہیر بھی کی، جماعت رضائے مصطفٰی کے معتبر دار القضاء نے اخبارات کی خبروں پر اعتماد نہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ اور اس جماعت کے ترجمان ماہنامہ یادگار رضا (مومن نمبر) بریلی نے ان شورشوں اور امیر امان اللہ خاں کی اصلاحات پر اداریہ لکھا جس کو روزنامہ زمیندار لاہور نے ہدف ملامت بناتے ہوئے خوب رنگ و روغن کے ساتھ شائع کیا، اور جماعت رضائے مصطفٰی کے علماء و مفتیان پر نارو احملے کیے گئے۔

پہلے ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا اداریہ ملاحظہ کریں، پھر زمیندار لاہور کے نتیجہ میں پیدا شدہ صورت حال اور دوبارہ جماعت رضائے مصطفٰی کی وضاحت و صفائی ملاحظہ کریں۔ اداریہ:

> ہم اسلامی دنیا کو اس سے آگاہ کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں، کہ ہمارے یہاں سے اس وقت تک تحریراً یا تقریراً تکفیر امان اللہ خاں کی نہیں کی گئی، اس لیے کہ تاوقتیکہ کسی بات کا شرعی ثبوت نہ ہو جائے، کسی فرد خاص پر حکم کفر نہیں لگایا جا سکتا، ثبوت شرعی کے بعد دنیا کی کوئی طاقت ہمیں حکم شرعی بیان کرنے سے نہیں روک سکتی۔ وہ خبریں جن کا تعلق افغانستان کی موجودہ شورش سے تھا، ہماری نظر میں اس لیے ناقابل اعتبار تھیں کہ اکثر و بیشتر ایسی خبریں اخباری کالموں میں آئیں جن کو اخباری دنیا نے خود شائع کیا .... اور جب وہ غلط ثابت ہوئیں تو اخبارات نے ان کی برابر تغلیط کی، یہ وجہ تھی جو اس وقت ہم ساکت رہے۔ اس سے اس نتیجہ پر پہنچنا شدید غلطی ہوگی کہ ہمارا یہ سکوت شاہانہ رو و رعایت سے تھا۔ وہ خبریں جو اخبارات نے ہم تک پہنچائیں وہ جدید اصلاحات اور بعض امور جنھیں موجودہ شورش افغانستان کا موجب قرار دیا گیا، ہمیں حیرت تھی کہ علماء افغانستان نے ان باتوں پر تکفیر کی کیونکر جرأت کی۔ ہم متعجب ضرور تھے، مگر ساتھ ہی یہ کہ نہ تو امان اللہ خان پر حکم کفر لگانے میں علماء افاغنہ کے ساتھ تھے، نہ ان پر الزام کی جرأت کر سکتے تھے۔ کہ ...... ہم اتنی دور بیٹھ کر کیا فیصلہ کریں، اور کیونکر کسی ایک طرف آ جائیں۔ اب جبکہ ضرورت محسوس ہوئی، اور ہمیں اس موضوع پر قلم اٹھانا ہی پڑا، اور تحقیق کی گئی تو ہمیں وہ باتیں بھی نظر آئیں جس میں کوئی تاویل نظر نہیں آتی، ہماری وہ حیرت کافور ہو گئی، اور ہمیں علماء افاغنہ کے فتاوی تکفیر کا سبب معلوم ہوا۔ ہمارے یہاں سے بلا تامل امان اللہ خاں کی تکفیر کی جاتی، اور کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ ہمارے قلم کو اب حکم شرعی کی تحریر سے روکتی۔ مگر یہ خبر بھی اخباری کالموں میں ہماری نظر سے گزری ہے کہ امان اللہ خان نے توبہ کی، اور انھوں نے تائب ہونے اور اصلاحات کے واپس لینے سے دوبارہ پھر دل عزیزی پیدا کر لی ———— آج ملکہ ثریا پھر برقع پوش ہیں۔ لہٰذا ہم امان اللہ خاں کی تکفیر اور عدم تکفیر میں اس وقت تک بمقتضائے احتیاط ضرور سکوت کریں گے، جس وقت تک ان کی توبہ یا عدم توبہ کی ہمیں تحقیق نہ ہو جائے۔ [1]

مفتیانِ جماعت رضائے مصطفٰی نے اپنی تحقیق کی بنیاد کو لے کر خاموشی اختیار کی، چونکہ کسی کے متعلق جب تک یہ تحقیق سے معلوم نہ ہو جائے کہ اس وقت تک مفتی کے لیے ضروری ہے کہ خاموشی اختیار کرے، اور ہاں جب اس کو معتبر ذرائع سے تحقیق ہو جائے تو ضروری ہے کہ حکم شرع کو بیان کرے، اور قائل پر جیسا حکم ہو واضح کر کے لگائے۔ جماعت رضائے مصطفٰی کے مفتیان کرام کے پیش نظر تحقیق رہی، کیونکہ وہ بہت زیادہ محتاط رہتے تھے اس لیے ایک بیان جاری کر کے اپنا عندیہ عوام کے سامنے پیش کر دیا۔ اور اس واضح بیان سے

---

[1] ماہنامہ یادگار رضا بریلی (مومن نمبر): ص ۳، ۴، بابت مارچ ۱۹۲۹ء

کہیں بھی یہ تاثر نہیں ملتا ہے جس سے یہ کہا جا سکے کہ تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔

روزنامہ زمیندار لاہور کو جماعت رضائے مصطفیٰ سے چشمک رہتی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ زمیندار لاہور میں بہت سے ایسے مضامین و اشعار شائع ہو جاتے تھے کہ جو کفری حدود کو چھو رہے ہوں۔ لوگ ان مضامین کے تراشے اور نظموں کے اشعار بھیج کر جماعت رضائے مصطفیٰ کے مفتیان سے فتویٰ طلب کرتے، اور جب مفتی سے ایسا سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا اس پر واجب ہے۔ اسی کے تحت مفتیانِ کرام جماعت رضائے مصطفیٰ نے مسٹر ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور اسی کے نتیجہ میں مفتیانِ کرام پر نام لے کر سب و شتم کیا گیا۔ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کے سفید جھوٹوں کا استعمال ہوا۔ زمیندار لاہور نے ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی کے اداریہ کو ہدف ملامت بناتے ہوئے تین روز کی مسلسل اشاعت میں خوب خلاف لکھا اور عوام پر یہ تاثر دینے کی سعی لاحاصل کی گئی کہ:

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے مفتیانِ کرام نے امیر امان اللہ خاں کی تکفیر کی، اور ان کی مخالفت اور بچہ سقہ کی حمایت کا غلط الزام بھی قائم کر کے اسلامی دنیا کے خیالات میں اضطراب و ارتعاش، مسلمانوں کے جذبات میں برافروختگی، اور ان کے دلوں میں تنفر کا مضرت رساں جذبہ پیدا کیا۔ [1]

روزنامہ زمیندار لاہور کی پھیلائی ہوئی افترا پردازیوں کی صفائی بھی ضروری تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر الزام لگایا گیا پھر وہ خاموش رہا تو دنیا اس الزام کو صحیح مان لیتی ہے، تو ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلی فرصت میں اس الزام کی تردید کرے یا جیسی حقیقت ہو ویسا انکشاف کر کے عوام کی عدالت میں رکھ دیا جائے .... اب آپ جماعت رضائے مصطفیٰ کی صفائی اور اس الزام کی تردید ملاحظہ کریں:

ہم نے امان اللہ خاں کی تکفیر ہرگز نہیں کی، زمیندار نے ہماری مخالفت میں جو کچھ لکھا،

---

[1] ظفر علی خاں، صحافی، ایڈیٹر: روزنامہ زمیندار لاہور، بابت ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۲۹ء

یہ اس کے کذب و بہتان کا ناقابلِ صد نکوہش طومار، اور اس کے گندہ اور کمینہ افتراؤں کی لائق ہزار ملامت بوچھار تھی۔ دنیا کا ہر انصاف پسند طبقہ ضرور اس فیصلہ پر مجبور ہوگا کہ جہاں زمیندار کا بد مذہب ہادیانِ ملت، اور رہبرانِ قوم و ملت پر سب و شتم کی بوچھار کرنے میں ایسا یگانۂ روزگار ہے، جس کا نظیر موجودہ دنیائے صحافت پیش کرنے سے عاجز و درماندہ ہے، وہاں وہ وضعِ افتراؤں میں بھی اپنی کہنہ سالگی کی بدولت کمال پیدا کر چکا ہے۔ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر دکھانا اس کے نزدیک ایک معمولی سی بات ہے۔ [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبۂ دار الافتاء نے امیر امان اللہ خان کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ بھی بتائی کہ کن وجوہات کی بنا پر کفر کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ، امیر ہو یا غریب، سب پر حکم شرع نافذ کرنے کی حقدار تھی اور حق گوئی اس کا شعارِ مذہبی تھا، چونکہ شریعتِ مطہرہ میں کسی کی گنجائش نہیں۔ دو لفظوں میں جرأت بھرا عزم دیکھیے:

امیر افغانستان امان اللہ خان کی وہ جدید اصلاحات جنھیں افغانستان کی موجودہ شورش کے موجبات و علل میں شمار کیا گیا۔ اور جو اخبارات کالموں میں دنیا کے سامنے برابر آتی رہیں، چند اخبارات میں بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں بعض نام نہاد اصلاحات ایسی ضرور تھیں کہ اگر معتبر ذرائع سے ان کا ثبوت شرعی ہو جاتا تو بلا خوف لومۃ لائم ہم کہنے کے لیے مجبور رہیں کہ ہمیں اس صورت میں امان اللہ خان کی تکفیر میں کچھ باک نہ ہوتا، اور بعونہ تعالیٰ عز و جل مخالفانہ رد و رعایت کو ہرگز دخل نہیں دیا جاتا۔ اس لیے کہ اسلام کی حلقہ بگوشی کے بعد شاہراہِ اسلام پر چل کر شاہ و گدا میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ اور ایک جرم کے ارتکاب پر جو حکم شرعی ایک گدائے بے نوا پر جاری کیا جائے گا اسی جرم کے ارتکاب پر اس حکم کا نفاذ اس باسطوت با جبروت بادشاہ پر بھی واجب ہوگا ——— مگر محض اخباری خبروں کی بنا پر ہم

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، بابت ۲۲ تا ۲۹ اپریل ۱۹۲۹ء، ج ۶۶، ش ۳۵

امان اللہ خان کی تکفیر کی کیونکر جرأت کر سکتے تھے۔ [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کی اس صاف وضاحت کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے، مگر زمیندار لاہور کی روش اسی پر قائم رہی۔ اور مختلف اشاعتوں میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھتے رہے۔

امیر افغان امان اللہ خان کی جدید اصلاحات کیا تھیں؟ اس کی تفصیل نہ مل سکی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جن اخبارات کے حوالے پیش ہوئے ان کے سابقہ کسی شمارے میں یہ اصلاحات دی گئی ہوں، مگر وہ شمارہ میرے مطالعہ میں نہ آسکا۔



[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، ۲۲ تا ۲۹ اپریل ۱۹۲۹ء، ک ۲۱

جماعتِ رضائے مصطفیٰ

مولانا ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست

ابو الکلام آزاد کی شکست اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاندار فتح

خلافت کمیٹی کے اراکین میں بالخصوص مسلم زعماء مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا عبد الماجد بدایونی نے ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ (۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء) کو شہر بریلی میں "جمعیۃ العلماء" کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس سے قبل مذکورہ اشخاص نے منافی اسلام کلمات کہے تھے، اور گاندھی کو مذکر من اللہ تک بتایا، اور یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ ——— ان کے یہ کلمات اخبارات و رسائل میں چھپے، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے فوراً ایکشن لیا، اور یہ دیکھا کہ یہ لوگ بریلی آرہے ہیں تو یہیں ان سے سوالات کیے جائیں۔ ایک پوسٹر "اتمام حجت تامہ" کے نام سے شائع کیا گیا، اور اس میں مذکورہ شخصیات سے متعلق ستر (۷۰) سوالات کے جوابات طلب کیے، یہ سوالات جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے اس کے صدر شعبۂ علمی نے ۱۰ رجب المرجب بروز دوشنبہ ۱۳۳۹ھ (۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء) کو ایک اعلان مناظرہ و اتمام حجت تامہ پر مشتمل شائع کیا، اور یہ ایک معزز وفد کے ہاتھ ناظم جلسہ جمعیۃ العلماء مولوی عبد الودود[1] کے پاس

---

[1] مولوی عبد الودود مولانا آزاد کے دست بازو تھے اور ان کا سیاست میں کافی اثر تھا، کانگریس کے حامی اور بریلی ضلع پریشد جمعیۃ العلماء کے نمائندہ تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی سے خاص مخالفت تھی، مگر علمی مسائل میں انہی کی طرف رجوع ہوتے۔ اور مسائل شرعیہ میں ان کے محتاج تھے جیسا کہ مولوی عبد الودود کا پہلا استفتاء فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۲۹ پر درج ہے۔ استفتاء کی تاریخ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہے۔ اور دوسرا سوال ص ۳۲۷ پر درج ہے۔ اس کی تاریخ ۲۷ جمادی الاولیٰ ہے۔ بریلی کے محلہ گندہ نالہ کے رہنے والے تھے۔ اب کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ ۱۲ ——— غفرلہٗ

پہلے ہی بھیج دیا گیا، اور مولانا آزاد، مولانا فرنگی محلی جب ٹرین سے بریلی جنکشن پر اترے تو وہیں ایک وفد نے اس کو پیش کرکے جواب کا مطالبہ کیا، وفد جماعت کی تمام کارگزاریاں اشتہار بعنوان "معززین اہل سنت کی توجہ ضروری ہے" میں ۱۲ ررجب کو شائع کرکے طلب مناظرہ کا شدید تقاضا کیا، مگر مسلسل و متواتر تقاضوں پر بھی بالکل خاموشی رہی۔ پھر ۱۲ ررجب کو ایک وفد بوقت صبح برطلب مناظرہ و تعیین وقت جماعت رضائے مصطفیٰ نے بھیج دیا، ۱۳ ررجب کو مولانا سید سلیمان اشرف بہاری تشریف لا چکے تھے۔ انھوں نے طلب مناظرہ جماعت رضائے مصطفیٰ میں اپنے دستخط فرما دیئے، اور اپنے طور پر منفرد خط بھیجا ——— یہ بات یاد رہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے مناظرین وفد میں یہ علما شامل تھے: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا ظفر الدین بہاری۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے چوتھی بار مناظرہ کا مطالبہ ہوا، تو مولانا آزاد کی ایک عجیب و غریب تحریر سامنے آئی، جس میں "امام" "تمامۃ" کے جواب سے قصداً پہلو تہی کی گئی تھی اور ایک جدید فرضی اختراعی بحث مسئلۂ خلافت اسلامیہ، ترک موالات وغیرہ ایجاد کرکے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے مناظرہ طلب کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس مسئلہ پر امام احمد رضا نے تقریباً آٹھ سال قبل ہی بہت کچھ لکھ دیا تھا، جس کا علم سب کو تھا ——— مگر مولانا آزاد مناظرہ سے بچنا چاہتے تھے، اور متعینہ امور پر مناظرہ کرنے کے لیے بالکل تیار نہ تھے، اور مناظرہ ٹالنے کے لیے امام احمد رضا سے طلب مناظرہ کیا۔ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظرین اربعہ سے بالکل بات کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ ان کی ساری کمزوریاں اور کفریات کو سامنے لاکر رکھ دیا گیا تھا۔ مولانا آزاد کی کسی پہلو تہی پر خیال نہ کرکے جماعت نے اپنی کوشش تحقیق حق کو غیر متزلزل رکھا، اس وقت دو اور خط روانہ کیے، ایک مناظرین جماعت کی طرف سے، دوسرا مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی طرف سے، چونکہ مولانا آزاد سے مولانا سید سلیمان اشرف کے مراسم و تعلقات تھے، مولانا سید سلیمان اشرف کے خط کا جواب مولوی عبد الودود نے یہ دیا:

"ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے۔"

اس خط کا جواب ۱۴ ررجب ۱۳۳۹ھ/۲۴ رمارچ ۱۹۲۱ء کو بوقت صبح مولانا نے یہ دیا:

"جلسہ جمعیۃ العلماء منعقدہ بریلی کا رقعۂ دعوت فقیر کے پاس پہنچا، فقیر نے شرکت سے قبل امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا، آں جناب اس بے بضاعت کو ناکس قرار دے کر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں، امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلا واسطہ بھیجا جائے، اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اسے کس و ناکس کہا جائے، اس کے احقاق کو نزاع و مخاصمہ قرار دیا جائے، کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے۔ آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسہ میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔"

مولانا سید سلیمان اشرف کے خط کا جواب تحریری دیا، مگر اس میں بھی گریز اختیار کی۔ اور یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ "ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دوسرے مباحث سے اس مناظرہ کا کچھ علاقہ نہ ہوگا" ——— اس حیلہ اور ٹال مٹول سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کے اندر اتنی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے کہ وہ مناظرہ کریں۔ تاہم مسلمانوں کی ہدایت اور اتمام حجت کے لیے مولانا سید سلیمان اشرف اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظرین اربعہ جمعیۃ العلماء کے پنڈال میں بعد شام بہت شان و شوکت کے ساتھ پہنچے، ہزاروں مسلمان اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے اور آگے آگے نعت خواں نعت شریف پڑھتے ہمراہ تھے۔ مناظرین جماعت رضائے مصطفیٰ کو نہایت احترام و احتشام کے ساتھ لے جا کر اپنے مقام صدر پر بٹھا دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا یہ ساتواں مطالبہ تھا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا نورانی وفد پہنچنے پر لوگوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے۔ بڑے زوردار انداز میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ عوام کہیں مناظرین کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں ——— تقریر ختم ہونے پر مولانا سید سلیمان اشرف کو صدر جلسہ مولوی آزاد نے ۲۵ منٹ کا وقت دیا لیکن اصحاب الجبہ مناظرین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کو وقت نہ دیا گیا۔ مولانا نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے

نظریات کی حمایت اور اس کی ترجمانی کرتے ہوئے یوں تقریر شروع فرمائی:

"حضرات! فقیر کی حاضری اور خطاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ نہایت وضاحت اور اور صراحت سے امر مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو آپ کے سامنے پیش کروں۔ مسئلۂ خلافت و تحفظ و صیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جنھیں نہ صرف یہ فقیر بلکہ...... تمام مسلمانانِ عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔"

"حاضرین جلسہ یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جنھیں نہ میں صرف اس وقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے دس برس پیشتر فقیر نے لکھا، کہا، چھاپا، ملک میں شائع کیا۔ میرا و نیز دیگر علماء اہلِ سُنّت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں، ہاں اختلاف اس میں ہے کہ آپ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں، اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بناتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے: موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَهُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی[1] ——— نصرانی و یہودی خواہ فریق محارب ہوں یا غیر محارب، مطلقاً موالات ان سے حرام اور مطلقاً حرام۔ ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب لَا یَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ[2] آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں، اور کافروں سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں، دلیل میں سورۂ ممتحنہ کی آیت لَا یَنۡهٰکُمُ ——— پیش فرماتے ہیں۔ کیا یہ کھلی تحریف نہیں؟ ——— آیت کریمہ میں اجازت غیر محارب کے ساتھ بر و اقساط کی ہے، نہ کہ موالات کی۔ یعنی محبت و اتحاد و خلوص جو آپ برت رہے ہیں۔ براہِ کرم کسی مفسر، کسی محدث، کسی فقیہ کا قول اس ثبوت میں پیش فرما دیں کہ بر و اقساط موالات کے مرادف ہے، یا یہ ثابت کیجیے کہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت ناسخ

(۱) القرآن الحکیم

(۲) " "

ہے۔ ان آیات متعددہ کثیرہ کی جن میں مطلقاً ہر کافر و بددین سے موالات کو منع فرمایا گیا ہے، لفظ ولا اور تولی جبکہ کلام پاک میں بکثرت جا بجا نازل ہوا۔ پھر اس لفظ کا مفہوم و مصداق کیا علماء مفسرین نے بیان نہیں فرمایا؟ ——— جلسۂ خلافت دہلی میں منعقد ہوا، مسٹر گاندھی اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ہوتے ہیں۔ مولوی عبد الباری صاحب اظہار تشکر و امتنان میں اس کا اعلان فرماتے ہیں کہ "مسٹر گاندھی کی تقریر سے یہاں تک متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی اپنے یہاں سے اٹھا دی۔" پھر اس قربانی کے مسئلہ کے لیے حدیث شریف میں تحریف ہوئی۔ براہ کرم ارشاد ہو کہ انگریزوں سے ترک موالات کیا اسی کا مستلزم تھا کہ مسلمانوں کا صدیوں کا حق ملکی اور مذہبی اس طرح قربان کر دیا جائے، مولوی عبد الباری فرنگی محلی یوں تحریر فرمائیں کہ "میں پس رو گاندھی ہوں، ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں۔"

"کسی کافر کو پیش رو بنانا اور کسی کافر کا پس رو بننا، بت پرستی پر آیات و احادیث کی عمر نچھاور کرنا، حرام ہے کفر ہے۔ آپ کے رکن نے بیان کیا، اخباروں میں چھپا اور شائع ہوا۔ "دوستو! خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑو اگر دین نہیں تو دنیا ضرور مل جائے گی۔" کیا یہ صریح کفر نہیں، حق سبحانہٗ فرماتا ہے وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا[1] اس آیت پاک میں حق سبحانہٗ نے جسے اس ڈوری ارشاد فرمایا ہے کیا اسے مضبوط پکڑنے کے بعد بھی دین سے محرومی کا خیال گزر سکتا ہے؟ ——— کیا ڈوری اس لیے مضبوط پکڑنے کو ارشاد فرمایا ہے تا کہ دنیا ملے، دین کھو کر جو دنیا کو حاصل کیا جائے، وہ ممنوع ہے؟ آپ نے قشقہ لگایا[2] "مہاتما گاندھی کی جے" جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے، کیا قشقہ علامت شرک نہیں؟ ——— کیا آپ کی

[1] القرآن الحکیم

[2] قشقہ

غیرت تقاضا کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائیں؟ —— آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کرکے ہمارے جذبات اُبھارتے ہیں، مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاہ آباد اور کٹارپور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لیے ایسے ہی مظالم نہیں کیے؟ قرآن مجید نہیں پھاڑے؟ عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی؟ مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں؟ مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں؟ —— آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں، مگر کیا آپ کے لیے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہہ کر دربارِ نبوت و رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اہانت کی گئی کہ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"؟ آپ نے اس پر کیوں نہ انکار کیا، کیوں خاموش رہے۔

ہندستان میں ہمیں بھی ہندوؤں سے کم رہنے کا حق نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم یہاں آئے، اسلامی فوج کے ایک دستہ نے مقام تھانہ پر حملہ کیا، دوسرے نے دیبل پر۔ اور اس وقت میں ہم نے اپنے خون بہا کر ہندستان میں رہنے کا حق حاصل کیا، ہم اور ہندو دونوں ملکی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ . . . . . . مگر جہاں سے مذہبی حدود آئیں مسلمان الگ اور ہندو الگ۔ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کر سکتے، غرض مقاماتِ مقدسہ خلافتِ اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں . . . . خلاف ان حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی و مخالفِ دین کر رہے ہیں۔ ان حرکات کو دُور کیجیے، ان سے باز آئیے، ان کی روک تھام کیجیے، عوام کو ان سے باز رکھیے تو خلافتِ اسلامیہ و ممالکِ مقدسہ کی حفاظت ہندستان کے ملکی مفاد کی کوشش ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں —— [1] ملخصًا

[1] حسنین رضا بریلوی مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی شریف، ص تا، بابت رجب ۱۳۳۹ھ، ج ۲، ش ۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر کے بعد مولانا آزاد کھڑے ہوئے، اور یہ کہا:

"مجھے مولوی سلیمان اشرف صاحب اپنے دوست قدیمی کے اگرچہ اب وہ مجھے فراموش کر چکے ہوں گے، اس طرح سنجیدگی، صفائی سے اپنے امور ما بہ النزاع ظاہر کرنے سے بہت مسرت ہے مگر مجھے ثابت ہو گیا کہ ہمارے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے"

مولانا آزاد نے اپنی تقریر میں مولانا سید سلیمان اشرف کی باتوں کا رد کیا، اور کہا کہ ہم ایسا فعل ہرگز نہیں کرتے اور نہ کسی کو اجازت دیتے ہیں۔ مولانا آزاد کی تقریر ختم ہونے پر مفتی برہان الحق جبل پوری نے فرمایا:

"اخبار زمیندار لاہور کے خلافت کانفرنس ناگپور کے ایک ماہ بعد تک کے پرچے دیکھ لیجیے، ان میں لیڈروں کے جہاں مقولے گنائے ہیں، وہاں آپ کی نسبت ہے کہ آپ نے کانفرنس کیمپ میں خطبۂ جمعہ پڑھا، اور اس میں گاندھی کی تعریف کی جس کے الفاظ مجھے یاد نہیں مگر حاصل یہ ہے کہ گاندھی کے صفات جمیلہ بیان کیے۔" اس پر مولانا آزاد نے کہا کہ "میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے، اگر اس میں ایسا لکھا ہو تو کذب ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی قَائِلِہٖ" —— مفتی برہان الحق جبل پوری نے فرمایا "آپ یہ تکذیب ہی طبع کرا کر شائع کیجیے۔" نیز اخبار تاج کے حوالے سے کہا کہ "آپ نے گنگا و جمنا کی سرزمین کو مقدس کہا،" اس پر مولانا آزاد نے لعنۃ اللہ علیٰ قائلہ کہا۔

مولانا سید سلیمان اشرف نے مولانا عبد الماجد بدایونی کی طرف متوجہ ہو کر زوروں سے کہا "کہو یار تمھاری بھی کہہ دیں، تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر بھیجا ہے" —— مولانا بدایونی خاموش رہے کچھ نہ کہہ سکے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے اصحابِ اربعہ کو وقت نہ دیا گیا مگر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمایا:

"حرمین طیبین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت و طاقت فرضِ عین ہے۔ اس میں ہمیں خلاف ہے نہ تھا۔ تمام کفار مشرکین و نصاریٰ و مرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے فرض و ضروری جانتے ہیں، ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں —— اور جن کے متعلق جماعت

رضائے مصطفیٰ کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجیے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے، اور ان سے عہدہ برآنہ ہو ویں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں، اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں!!

مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ بن پڑا، اور خاموش رہے۔ اسی ضمن میں مولانا حامد رضا خاں نے بالخصوص مولانا آزاد سے مخاطب ہو کر فرمایا "حضرت آپ کو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے" ــــــ اس پر مولانا آزاد نے کہا کہ "میری حرکات کیا ہیں" مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمایا "آپ نے خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کی" ابو الکلام آزاد نے اس سے سخت انکار کیا۔ اور کہا یہ میری نسبت کذب ہے ــــــ اس کے بعد مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی پر الزام لگایا، اس الزام کا جواب مولانا سید سلیمان اشرف نے دیا، اور مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے جماعت رضائے مصطفیٰ پر سے الزام کے دفع کے لیے مولانا آزاد سے وقت چاہا مگر انھوں نے وقت نہ دیا، اور آگے جلسہ کی کارروائی شروع کرادی ــــــ مناظرہ کے لیے تو وہ تیار نہ ہوئے مگر مناظرین جماعت رضائے مصطفیٰ نے سوالات کی بوچھار کر دی، اور وہ کسی سوال کا جواب نہ دے سکے۔ اگر مناظرہ ہوتا تو مولانا آزاد کا حشر کیا ہوتا؟

مولانا آزاد نے مناظرہ سے جان بچانے کے لیے جو تحریر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حضور بھیجی تھی اس کو راتوں رات انھوں نے شائع کر دیا، اور یہاں سے جو جواب دیا گیا تھا اس کو خاموشی کے ساتھ دابے رہے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا جواب ہدیۂ ناظرین ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

"جناب مسٹر ابو الکلام آزاد صاحب ــــــ بارے آج چوتھے دن شب کے آٹھ بجے کے بعد آپ کا ایک خط آیا، بچاؤ کی تدبیر تو کسی نے اچھی سوجھائی کہ وہ

کفریات و ضلالات جو آپ حضرات برت رہے ہیں، اور جن پر اعتراض ہے، اور جو وجہ خلاف ہیں، ان سب کو یکسر بالائے طاق رکھیے، اور جن باتوں کی خود ادھر سے بار بار تصریح چھپ چکی، ان میں مناظرہ چاہیے۔ کس نے کہا تھا کہ سلطنت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کی حفاظت بری ہے؟ کیا زمان اقدس میں شائع نہ ہوا؟ کہ سلطنت اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کون مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہے گا۔ کیا دبدبۂ سکندری و السواد الاعظم میں اعلیٰ حضرت کا فرمان نہ چھپا کہ "سلطان اسلام کی کفار سے جب جنگ ہو مسلمانوں پر حسب استطاعت اس کی مدد فرض ہے۔ استطاعت سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح اماکن مقدسہ کی حفاظت علی حسب الوسعۃ فرض ہے۔" کہا یہ تھا کہ جو طریقے اس میں برت رہے ہیں وہ کفر و ضلال و وبال و نکال ہیں۔ اس کا اگر آپ اقرار کر لیں تو مناظرہ ختم ہو گیا، یہی ہمارا مدعا تھا۔ اب اشتہار دیا کہ ان کفروں، ضلالوں، وبالوں سے توبہ چھاپ دیجیے۔ اور ہندوؤں، وہابیوں، دیوبندیوں سے بالکل قطع کر کے تحفظ سلطنت اسلامیہ و اماکن مقدسہ کی جائز و ممکن تدبیریں کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں ...... "اتمام حجت تامہ" کے سوالات ابھی پڑے ہیں، ان کا جواب لینے کو ہمیں اپنے جلسہ میں آنے دیجیے، وقت بتائیے، آپ کے اعلانوں میں تو مطلق مخالفین پر اتمام حجت کا وعدہ تھا۔ ہم بھی مخالف ہیں، اب عام کہہ کر منھ نہ چھپائیے۔

اور یہ اس سے بڑھ کر ہی کہ ترک موالات و اعانت اعدا محاربین اسلام میں خلاف ــــــ اے سبحان اللہ یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ صاحبوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈالا، دشمنان اسلام و خدا سے موالات، اتحاد و خلوص اخلاص کی ٹھہرائی، ادھر سے کسی غیر مسلم کی موالات کو کہا گیا، آپ تو محاربین کی قید گڑھتے ہیں اور ہم ہر کافر سے موالات قطعاً حرام بتاتے ہیں .... آپ کو (مولانا ابو الکلام آزاد) اگر رقعہ بازیوں سے وقت ٹالنا، اور تشریف لے جانا ہے تو ویسے ہی کہہ دیجیے ورنہ فوراً فوراً جاری مطبوعہ گزارش قبول کر کے ہمیں وقت دیجیے، یا لکھ دیجیے کہ ہم اپنے

اعلانوں کو استعفا دیتے ہیں، اتمام حجت کے جھوٹے وعدے سے باز آتے ہیں، بہتر تو یہ ہے کہ ابھی ورنہ صبح آٹھ بجے تک جواب عطا ہو، ورنہ آپ کی اجازت سمجھی جائے گی کہ خود آپ کے مطبوعہ اعلان اجازت عام دے رہے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

طالبان مناظرہ جماعت رضائے مصطفی بریلی ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ/۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء[1]

جماعت رضائے مصطفی بریلی کی نیک نیتی دیکھیے کہ انھوں نے صاف صاف لفظوں میں یہ چھاپ دیا تھا کہ ہمیں حق منظور ہے، ہمارے سوالات کا مقصد صرف یہ ہے کہ حق کیا ہے؟ وہ واضح ہو جائے، اور اگر ہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو ہمارے شکوک و شبہات کو صاف کر دیجیے اور ہم کو اپنے ساتھ لیجیے ورنہ پوری امت مسلمہ ہند کو غرقاب کیوں کر رہے ہیں۔[2] اصحاب جماعت رضائے مصطفی میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی بھی شامل تھے۔ وہ اختتام جلسہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی اجازت سے اپنے وطن مالوف مراد آباد تشریف لے گئے۔ ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد جو کچھ ہوا اُن کو بعد میں علم ہوا، مراد آباد پہنچ کر انھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک تفصیلی خط لکھا، جس میں مناظرہ کی کامیابی کا حال درج ہے۔ اس خط کو مختصراً درج کیا جاتا ہے:

سیدی دامت برکاتہم ———— سلام و نیاز کے بعد گزارش، حضور سے رخصت ہو کر گھر پہنچا، یہاں آکر میں نے "اتمام حجت تامہ" کا مطالعہ کیا، فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو، اور راہِ جواب باقی نہیں چھوڑی۔ میں سچ عرض کرتا ہوں، اور بہ قسم عرض کرتا، کہ اس مکالمہ میں ایسی بین اور زبردست فتح ہوئی ہے جس کا کبھی تصور بھی نہ تھا۔ وہ بے معنی پُر جوش مجمع جو گاندھی اور شوکت علی کے خلاف کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ محمد علی جناح

---

[1] حسنین رضا بریلوی، مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی، ص ۱۳ تا ۱۴، بابت رجب ۱۳۳۹ھ

[2] ایک چھوٹا سا ہینڈ بل: ناشر جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف

اور لاجپت رائے کو یہ میسر نہیں ہے کہ ایک کلمہ خلاف کا زبان سے نکال سکیں۔ ناگپور میں شوکت علی کو مولانا نہ کہنے اور مسٹر کہنے پر، محمد علی جناح کو شیم شیم اور غیرت غیرت کے آواز سننے پڑے۔ اور بریلی کے جلسہ کے لیے تمام ہندوستان میں شور مچایا گیا، اور اخباروں میں اشتہاروں کے ذریعہ بہت جوش پھیلایا گیا تھا۔ ہزار مولوی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اس مجمع میں روبرو کھڑے ہو کر خلافت کمیٹی کے تمام اراکین کا ایسا صریح خلاف کر سکتے، اگر یہ جلسہ بریلی میں نہ ہوتا تو یہ بات میسر نہ آتی، مگر بے شبہہ یہ حضرت کی کرامت، اور حضرت کے فضل و کمال کی ہیبت تھی، کہ ابو الکلام جیسے زبان آور شخص کو مجمع میں یہ سب کچھ سننا پڑا۔ .... خلافت کمیٹی گاندھی کی بدولت تو وجود میں آئی، اس کے اشاروں پر تو چل ہی رہی ہے .... پھر کفریات کا شمار، اور قربانی کے مسئلہ میں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء دونوں کو مجرم قرار دینا، مولوی عبد الماجد صاحب کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنا کہ میاں تمہاری بھی کہہ دیں، مولوی عبد الباری صاحب پر کفر کا حکم لگانا، کفریات کا ذکر کرنا، ابو الکلام کا سب سے جان چرانا، کسی کا جواب نہ دینا۔ یہ ان کے مبہوت اور حواس گم کردہ ہونے کی دلیل نہیں؟ ان کے عجز تام اور لاجواب محض ہو جانے کا اٹل ثبوت نہیں تو کیا ہے؟ ———— کیا وہ ایسا ہی خاموش رہنے والا شخص ہے، کیا کسی اور دوسرے مقام پر بھی اس کو ایسا ہی دبا سکتے تھے؟

بریلی میں جمعیۃ الوہابیہ (العلماء) کے جلسے میں اس اعلان کے ساتھ ابو الکلام اور تمام جمعیت کے منہ پر ان کے کفر کے حکم لگائے جائیں، اور وہ سب دوختہ دہاں ہوں، یقیناً یہ حضرت کی کرامت اور حق کی شاندار عظیم الشان فتح ہے جس وقت ابو الکلام تقریر کر رہے تھے، میں ان کی برابر بیٹھا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ ان کا بدن بید کی طرح لرز رہا ہے ...... دوسرے دن کے اجلاس میں انھوں نے کہا کہ ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ حضرات (جماعت) آئے، اور انھوں نے شرکت فرمائی، اور صلح ہو گئی۔ روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابو الکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا، وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں، حقیقت میں درست ہیں،

ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے، اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے [1] میں اپنی اس مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی حضرت کے غلاموں کی ہمت قابل تعریف ہے ——— حضور کا حلقہ بگوش: نعیم [1]

خلافتی اخبار رو کھلا پڑے

جماعت رضائے مصطفی بریلی کی شاندار فتح کے بعد مولانا آزاد پر یوا یعنی ان کے حامی اور خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام نکلنے والے اخبارات نے اس تصویر کو پورے طور پر مسخ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جبکہ صحافتی سطح پر یہ طریقۂ کار بالکل گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ جماعت رضائے مصطفی کی فتح اور خلافت کمیٹی کے لیڈران کی شکست کو چھپانے اور پردہ ڈالنے میں ان اخبارات نے بھرپور کوشش کی مگر ایک دن اس تار عنکبوت کو چاک کر دیا گیا اور حقیقت کھل کر سامنے آگئی جس اخبار نے جماعت کی مخالفت میں اہم رول ادا کیا، اس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"ان لوگوں نے (جماعت رضائے مصطفی حامی اعلیٰ حضرت) جلسہ گاہ میں پہنچ کر چند سوالات تردیدی پیش کیے جس کا جواب حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے اسی خوش اسلوبی کے ساتھ دیا، کہ مولانا سلیمان اشرف نے فوراً صدق دل سے مسئلۂ خلافت کی حمایت کی، اور وعدہ کیا کہ آئندہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں شلاً دیو بندی، اہل حدیث اور نیچری کے دوش بدوش مشارکت عمل، اور گورنمنٹ برطانیہ سے ترک موالات کریں گے۔" [2]

[1] مکتوب مولانا نعیم الدین مرادآبادی بنام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا: مطبوعہ روداد مناظرہ ص ۱۰ تا ۲۰، م: حسنی پریس بریلی شریف۔
نوٹ: مذکورہ خط اخبار دبدبۂ سکندری رامپور شمارہ میں بھی شائع ہوا ہے۔
[2] روزنامہ اہل حدیث امرتسر ص ۱۲، ۱۵ راپریل ۱۹۲۱ء

حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی گئی، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دوسری جانب جماعت رضائے مصطفی بریلی کے حامی اخبارات نے اس کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے، مذکورہ بالا اخبار کا رد کیا، اور اپنے غم و غصہ کا اظہار بھی کیا۔ مشہور ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور کے بریلی میں نامہ نگار اور کالم نویس خود اس کانفرنس میں موجود تھے۔ انھوں نے ساری بحثیں اپنی نظروں کے سامنے دیکھیں اور سنی تھیں۔ انھوں نے "حقیقۃ الامر" کے عنوان سے ساری حقیقت کھول کر سامنے رکھ دی اور اس کانفرنس کی تصویر مسخ کرنے والے ہم عصر اخبارات کا رد بھی کیا۔ ایک مختصر اقتباس ملاحظہ فرمائیں ——— مولوی محمد حسین صابری (نامہ نگار) رقمطراز ہیں:

یہاں پر قابل ذکر اس جلسہ کی وہ کارروائی ہے جو ۲۷، ۲۸؍ مارچ کی درمیانی شب میں ہوئی، جس میں اعلیٰ حضرت کی جانب سے وفد جماعت رضائے مصطفی، چند علما اس اجلاس میں تشریف لائے جس کی کیفیت بعض متعصب اخبارات نے تو اس قدر غلط شائع کی ہے، کہ دیکھ کر بے حد رنج ہوتا ہے۔ اول اس لیے کہ اخبارات کا فرض ہے کہ تعصب سے علیحدہ رہ کر ہر ایک واقعہ کو بلا کم و کاست پبلک میں پیش کریں۔ اور دوسرے اس لیے کہ خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت یا کسی قوم سے دوستی اور کسی سے دشمنی کرنا محض خدا و رسول کی رضامندی کے لیے ہے، نہ اپنی کسی دنیوی منفعت کے لیے۔ پھر خدا و رسول کی رضامندی جھوٹ بول کر، اور افترا کر کے کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے بجائے نفع کے مزید نقصان ہے۔ ...... اگرچہ جلسۂ مذکور میں ہزارہا آدمی موجود تھے۔ اس حالت میں کسی غلط گو کی چال کامیاب ہونا آسان کام نہیں۔ تاہم زمانۂ موجودہ اور حالات حاضرہ میں افترا کرنے والے اکثر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ [1]

[1] محمد حسین صابری، صحافی، کالم نویس: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور
نوٹ: فوٹو اسٹیٹ کاپی صاف نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ وغیرہ پڑھی نہ جا سکیں، یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ غالباً جلد ۵ اور شمارہ ۹ ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

جماعت رضائے مصطفیٰ

احتجاجی کارروائیاں اور تجاویز

اعلیٰ حضرت بریلی ۳۹

کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ مرکز بریلی

قائم کردہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے سرپرست اعظم شاہزادہ اعلیٰحضرت

حضور مفتی اعظم ہند الحاج مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی

دامت برکاتہم القدسیہ کی اپیل

برادران اسلام! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مسلمانوں کے دینی و دنیوی تحفظ کے لئے
کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی جدید تشکیل کی جا رہی ہے۔

میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے تمام پروگراموں میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ اس وقت عام ممبری اور
ہر مقام پر جماعت کی شاخوں کے قیام میں پوری دلچسپی سے کام کریں اور آئندہ جو تجاویز آپ کے سامنے آنے والی ہیں ان
پر عمل کے لئے تیار رہیں۔ ہر مسلمان مرد و عورت جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ اور سب
مل کر دینی و دنیوی مفاد کے لئے کام کرنے کا تہیہ کریں۔

دستخط: مصطفیٰ رضا خان غفرلہ

قانون تحدیدِ عمر ازدواج کی پُرزور شدید ترین مخالفت

۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں حکومتِ ہند نے شادی کی عمر میں حد بندی کا بل منظور کر لیا تھا۔ یہ منظوری مداخلت فی الدین تھی۔ اس نے مسلمانوں کے جذبات کو بڑی بے دردی کے ساتھ مجروح کیا تھا۔ اس کے خلاف مسلمانوں نے بہت غم و غصہ کا اظہار کیا اور ملک کے طول و عرض میں اس قانون کے خلاف کثرت سے متفقہ طور پر صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ یہ شدید ترین مخالفت تھی کوئی معمولی بات نہ تھی، حکومت پر اس متحدہ احتجاج اور متفقہ مخالفت سے متاثر ہو کر اس قانون کی تنسیخ فوراً لازمی تھی۔ مگر حکومت کی مسلم اقلیت کے مقابلہ میں بے نیازی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اس نے مسلمانوں کی اس آہ و بکا پر ایک مدت تک قطعاً التفات نہ کیا ـــــــ مگر جب ایوانِ حکومت اس کی مخالفت میں گونجنے لگا تو حکومت چونکی، مگر اس نے تنسیخ کا کوئی پروگرام نہ بنا کر صرف ترمیم کا خواب دیکھا۔ اخبارات میں حکومتِ ہند نے بیان جاری کیا کہ:

> حکومتِ ہند قانون تعین ازدواج میں مسلمانوں کے جذبات کے مطابق ترمیم کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ اور چند نامور علماء سے استصواب رائے کیا ہے۔ اور یہ پوچھا ہے کہ کس حد تک اس قانون سے مسلمانوں کی شریعت پر اثر پڑتا ہے اور اس کے انسداد کے لیے کیا ترمیم ضروری ہے۔ [۱]

اس حکومتی منظور شدہ قانون کے خلاف جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے فوری احتجاجی کارروائیاں شروع کر دیں، اور عام جلسہ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو حکومتِ ہند تک پہنچانے میں مدد کی۔ اور اسلام کے قانون کو صاف لفظوں میں واضح کر دیا۔ "روزنامہ سیاست" کے حوالے سے

---

[۱] روزنامہ سیاست لاہور، بابت ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ

مذکورہ بیان پر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے فوری ایکشن لے کر حکومت ہند کو آگاہ کیا :

اس قانون میں کوئی ترمیم مسلمانوں کے بھڑکتے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا نہیں کرسکتی۔ اور مسلمان کسی حال میں کسی ترمیم پر راضی نہیں ہوسکتے ، مسلمانوں کے سامنے ترمیم کا مسئلہ پیش کرنا ، مسلمانوں کے زخمی دل پر نمک چھڑک کر مسلمانوں کے موجودہ اضطراب اور بے چینی کو دوبالا کر دینا ہے۔ یہ ترمیم کا سبز باغ ، اور اس کی جاذب توجہ بہاریں مسلمانوں کو ہرگز ایسا بے خود نہیں کرسکتیں کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے گلے کو ترمیم کی چلتی ہوئی چھری سے جدا کر دیں۔ حکومت کے دامن سے مداخلت فی الدین کا بدنما داغ اس وقت تک نہیں مٹ سکتا ، اور مسلمان اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتے جب تک حکومت اس قانون کو منسوخ نہ کر دے۔ [1]

حکومتِ ہند نے علماء سے استصواب رائے کے سلسلہ میں تحریک شروع کی تھی ، مگر اس دور میں حکومت کے ہاتھوں فروخت علماء کی کمی نہ تھی۔ شمس العلماء کے خطاب یافتہ علماء تقریباً ایک درجن سے زائد تھے۔ ان کو نہ اسلامی مسائل کی فکر نہ مسلمانوں سے ہمدردی ——— مگر بہت سے مسلمان خطاب یافتہ شمس العلماء پر اعتماد کرتے تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے صاف لفظوں میں حکومت ہند کو متنبہ کیا ——— جماعت کے ترجمان مولانا ابرار حسن صدیقی حامدی لکھتے ہیں :

ہندوستان کے ، اور علماء تو اس کا اعلان کر چکے ہیں کہ اس قانون سے مداخلت فی الدین ہی لازم نہیں آتی بلکہ یہ قانون مسلمانوں کی معاشرت ، تمدن ، معاش ، معاد ، سب کو یک قلم میٹ دینے والا قانون ہے ، جس کا تحمل مسلمانوں کے امکان سے باہر ہے۔ اب رہے حکومت کے خطاب یافتہ علماء حکومت انھیں سے استصواب رائے کرے گی مسلمانوں کو ان پر اعتماد و اعتبار نہیں۔ اور اگر اس مہلک اور جدید قانون میں اپنے ذاتی اجتہاد سے شریعت کو پیٹھ دے کر کوئی ترمیم پیش کریں تو اسے مسلمان ہرگز قابلِ

---

[1] ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی : ص ۳/۴ ، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء

عمل نہ سمجھیں گے۔ اور نہ وہ حقیقت میں علماءِ ملت کی آواز ہو گی جو قابلِ پذیرائی ہو حکومت کو چاہیے کہ ہندوستان کے جمہوری علماءِ کرام سے اس مسئلہ میں استصواب رائے کرے۔ حکومت کا فرض ہے کہ علماء کی آواز کو گوشِ ہوش سے سنے اور اس کے مطابق فیصلہ کے لیے تیار ہو۔ [1]

علماءِ ملت کا اہم اجتماع اور تجاویز

قانون تحدید عمر ازدواج سے مسلمانوں میں ایک عام اضطراب اور سخت بے چینی کی لہر پیدا ہو جانے کے سبب ، اس قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی جانب سے ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء / ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ کو بریلی میں علماء ملت کا اہم اجتماع منعقد ہوا۔ یہ جلسہ مسجد نو محلہ میں انعقاد پذیر ہوا۔ شہر اور بیرونِ شہر سے بھی علماءِ اعلام نے شرکت فرمائی۔ جلسۂ عام سے پہلے بعد نماز عصر ایک خاص جلسۂ شوریٰ منعقد ہوا ، جس میں تمام علماءِ کرام اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی مجلسِ شوریٰ کے ممبران شریک ہوئے۔ مجلس شوریٰ میں اس امر پر غور کیا گیا کہ اس مہلک قانون سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو کیا تدابیر کرنی چاہییں۔

بروز شنبہ بعد نماز عشاء ایک جلسۂ عام ہوا جس کی صدارت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمائی۔ نعت و تلاوت کے بعد مولانا معوان حسین مجددی رام پوری کی نہایت زبردست و ولولہ انگیز تقریر ہوئی۔ پھر مولانا اولادِ رسول سید محمد میاں مارہروی کی مولانا رام پوری کی تائید پر مشتمل زوردار تقریر پر تنویر ہوئی۔ بعدہٗ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے خطاب فرمایا۔ آخری تقریر نواب وحید احمد خاں ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی بریلوی کی نہایت زبردست اور مؤثر انداز میں ہوئی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے یہ تجاویز مرتب ہو کر جلسۂ عام میں پیش ہوئیں ، اور بہ اتفاق رائے منظور کی گئیں :

(۱) ——— مسلمانانِ بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ سارد ا ایکٹ کو شریعت حقہ اسلامیہ میں

---

[1] ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی : ص ۱۵ ، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

صریح مداخلت، اور حقوقِ شرعیہ کا اتلاف، اور مسلمانوں کی معاشرتی و اقتصادی زندگی کے لیے سخت مضر اور ناقابلِ برداشت پابندی سمجھتا ہے۔

(۲) ——— یہ جلسہ گورنمنٹ کو ملکہ وکٹوریہ کا اعلان عدم مداخلت فی الدین جس کی توثیق و تائید متعدد بار ہو چکی ہے، یاد دلاتا ہے۔ اور وائسرائے ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ اس اعلان کی پابندی کرتے ہوئے اس ایکٹ کو منسوخ کریں، یا کم از کم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیں۔

(۳) ——— جن چند ناعاقبت اندیش، اور شریعت سے ناواقف مسلمانوں نے اس کی تائید کی ہے، یہ جلسہ ان کے اس عمل پر اظہارِ نفرت و حقارت کرتا ہے۔

(۴) ——— یہ جلسہ مسلمانانِ ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر جگہ عظیم الشان جلسے منعقد کر کے اس ایکٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں، اور گورنمنٹ کو جتا دیں کہ وہ حقیقۃً دین میں مداخلت کر کے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو پامال کر رہی ہے۔

(۵) ——— یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ وائسرائے ہند کو ایک تار ان تجاویز کے متعلق روانہ کیا جائے۔

(۶) ——— یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ انگریزی و اردو اخبارات کو تحریکاتِ بالا کی ایک ایک نقل روانہ کی جائے۔ [1]

خواجہ حسن نظامی اور ساردا بل

خواجہ حسن نظامی کا تعلق جیسا کہ بتایا جاتا ہے محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، علیہ الرحمۃ کے خانقاہ سے تھا۔ یہ ایک معروف صاحبِ قلم تھے اور درگاہ حضرت محبوب الٰہی کی سجادہ نشینی کے باعث بہت معزز سمجھے جاتے تھے۔ سجدۂ تعظیمی کو جائز جانتے تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے اس کا رد فرما کر ظاہر کر دیا کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہے ——— ہندوستانی حکومت اپنے قریب کچھ علماء کو رکھتی تھی، اور جہاں مسلمانوں کے قانون و حقوق کا مسئلہ آتا تو فوراً ان

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، ج ۶۶، ش ۲۰۔

حکومتی علماء سے اپنے منشا کے مطابق فتاویٰ حاصل کر کے خوب تشہیر کرتی۔ خواجہ حسن نظامی ان ہی مخصوص ترین حکومتی علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔

قانون تحدید عمر ازدواج جب ۲۳ اپریل ۱۹۲۹ء کو پاس ہوا، تو جماعت رضائے مصطفیٰ نے کافی غم و غصہ کا اظہار کیا، اور احتجاجی اجلاس کر کے حکومت کو متنبہ کیا، اسی سے متاثر ہو کر حکومت نے یہ کہا کہ اب علماء سے مشورہ لیا جائے گا (جس کی تفصیل لکھی جا چکی ہے) حکومتی مشورہ دینے والے علماء میں خواجہ حسن نظامی پیش پیش تھے، انھوں نے اس قانون کی حمایت میں ایک مضمون لکھ ڈالا، جبکہ جمہور علماء کا متفقہ فیصلہ تھا کہ یہ قانون اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ خواجہ نظامی کا مضمون اخباروں میں خوب چھپا اور صحافتی دنیا نے ذرا اور رنگ مرچ لگا دیا۔

خواجہ نظامی کے مضمون کا بالغ رد جماعت رضائے مصطفیٰ نے کیا، اور ایک ایک سطر کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ خواجہ نظامی کے مضمون کے جگہ جگہ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں اور پھر جماعت کا تنقیدی جائزہ:

...... "تعجب بعض مولویوں اور چند مسلمان لیڈروں پر ہے کہ وہ بھی برہمنوں اور ہندوؤں کے ہم خیال ہو کر اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں"؛

جماعت رضائے مصطفیٰ کا مذکورہ اقتباس پر تنقیدی جائزہ ملاحظہ کریں:

خواجہ صاحب کے ظاہری و باطنی حواس پر ہندوؤں کی مخالفت، اور اس منحوس قانون کی حمایت کے جذبات نے اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ وہ خود رفتہ ہو کر عامہ مسلمین کی مخالفت کو "چند لیڈروں" اور "بعض مولویوں" لکھ کر چند مسلم افراد کی مخالفت میں منحصر کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ خواجہ کی یہ جرأت قابلِ صد ہزار آفریں ہے، اس لیے کہ ہندوستان کے سات کروڑ بگڑے دل اور برافروختہ خاطر مسلمانوں کی آنکھ میں خاک جھونکنا اور ٹھیک دوپہر کے وقت سورج کے وجود سے انکار کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔

خواجہ حسن نظامی آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ قانون ان کروڑوں غیر مسلم ہندوستانیوں کے لیے از حد مفید ہے جن کے ہاں ہندو نسل

کے سبب بچپن کی شادیوں کا رواج ہے۔ اور جس کی وجہ سے آریہ سماجی ان نومسلموں سے کہتے ہیں کہ تم ہندو ہو کیونکہ تم ہندو رسم و رواج رکھتے ہو، اس لیے تم اسلام ترک کر کے ہندو بن جاؤ۔

جماعت رضائے مصطفٰی کا تنقیدی تبصرہ بھی دیکھتے چلیں:

غیر مسلم اقوام سے کوئی فرد خواہ ہندو ہو یا مجوسی، عیسائی ہو یا موسائی، اسی وقت داخل اسلام ہوتا ہے جبکہ دینِ فطرت کی مجموعی طور پر ادائیں اس کے دل میں گہرا اثر کر لیتی ہیں۔ کسی غیر مسلم کا داخلِ اسلام ہونا، اس کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ وہ تمام کفری رسم و رواج اور کفری تعلیمات سے بیزار ہو کر انھیں حقارت سے ٹھکرا کر ان سے کلیۃً دست بردار ہو گیا، اور اس نے مجموعی طور پر اسلامی اصول، شرعی احکام، اور اسلامی تعلیمات کے سامنے گردن اطاعت خم کر دی۔ خواجہ صاحب کو اپنی کاغذی اور محض نمائشی تبلیغ سے اس قسم کے تجربات کیا ہی ہو سکتے ہیں، ہمارے سامنے بفضلہٖ تعالٰی اس وقت نومسلمین کی وسیع فہرست ہے۔ مگر کوئی نومسلم بھی ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جس نے اسلام کی حلقہ بگوشی کا شرف حاصل کر کے بعض شرعی احکام کو قبول کیا ہو، اور بعض کو ناقابلِ قبول جان کر ان سے روگردانی کی ہو۔ . . . خواجہ صاحب نے ہندوؤں کی ہم آہنگی اور ساردا ایکٹ کی موافقت میں ایسا لکھ کر اسلام کی بنیاد ہی کو متزلزل کرنا نہیں چاہا، اور مکمل قانونِ شریعت کی جامعیت پر حملہ ہی نہیں کیا، بلکہ نومسلمین اور نہ صرف نومسلمین بلکہ غیر مسلم اقوام کو خبردار کر دینا چاہا ہے کہ اسلام میں بھی وہ کفری رسم و رواج ہیں جن میں اصلاح و ترمیم کے مسلمان آرزومند ہیں، جن سے مسلمانوں کی معاشرتی اور تمدنی زندگی پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

خواجہ نظامی نے ایک مشورہ دیا ہے، جو اُن کے بقول جودتِ فکر، اور نکتہ رس دماغ کی کھوج ہے۔ پڑھیے دل لگا کر پڑھیے:

نومسلم قوموں میں، بیوہ کی دوسری شادی کا ہندو رسم و رواج کے سبب دستور نہیں ہے۔ اور لاکھوں عورتیں بچپن کی شادی کے سبب نابالغی میں بیوہ ہو جاتی ہیں، اور

ان کی ساری زندگی دوسرا نکاح نہ ہونے کے سبب برباد ہو جاتی ہے ——— اس قانون سے یہ تکلیف بھی دُور ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا اقتباس پر جماعت رضائے مصطفٰی کا تیکھا سوال غور سے پڑھنے کے لائق ہے:

دل تو چاہتا ہے کہ خواجہ صاحب کی اس عقل مندی کی داد دی جائے، مگر جذبۂ تنقید کہتا ہے کہ ذرا صبر کرو، اور یہاں پر خواجہ صاحب سے ایک سوال کرو، سوال یہ ہے: ——— ایک لڑکی کی شادی اس منحوس قانون کے مطابق پندرہ سال کی عمر میں ہوئی، شادی کے ایک ماہ بعد شوہر کا انتقال ہو گیا، نومسلم قوموں میں ہندو رسم و رواج کے سبب دوسری شادی ہوتی نہیں، اور جب ان میں ہنوز یہ رسم و رواج باقی ہے، تو وہ اس نوخیز جوان مگر بیوہ لڑکی کو بٹھائے رکھیں گے یا اس کی دوسری شادی کر دیں گے ——— اگر وہ اس لڑکی کو بٹھائے رکھیں اور اس کی دوسری شادی نہ کریں تو ان کا فعل کیسا ہے؟ ——— غالباً خواجہ صاحب بھی اس کا یہی جواب دیں گے کہ جب ان میں یہ رسم و رواج باقی ہے تو وہ دوسری شادی کیسے کریں گے۔ مگر یہ ان کا فعل نادرست ہے۔ پس ہمیں عرض کرنے کا موقع ضرور ملے گا کہ آپ تو کہتے تھے کہ یہ تکلیف قانون سے دُور ہو جائے گی، کہاں دُور ہوئی؟ جوان لڑکیاں اس قانون سے پہلے بھی ساری عمر شوہر کے بغیر گزار دیتی تھیں، اور اب قانون کے بعد بھی وہی حسرتناک منظر ان کے پیشِ نظر ہے۔ پھر اس قانون نے نومسلم افراد کو کیا فائدہ پہنچایا؟

خواجہ حسن نظامی نے آخری مضمون میں ایک جملہ ایسا استعمال کیا جس نے اکثر مسلمانوں کے دل پاش پاش کر دیئے:

یہ قانون اسلامی شریعت کے خلاف نہیں ہے۔

جماعت رضائے مصطفٰی کا آخری پیراگراف بھی سنتے چلیں:

قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے علماءِ ملت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بچپن کی شادی اسلامی قانون کے مطابق، اور شرعی احکام کے موافق ہے۔ جمہور علماءِ ہند

نے متفقہ طور پر اس امر کا فتویٰ صادر فرمادیا ہے کہ قانون انسدادِ شادی بچگان اسلامی شریعت کے خلاف ہے ——— مگر ایک مدعیِ اسلام کی زبان سے تم یہ الفاظ سُن رہے ہو کہ یہ قانون اسلام کے خلاف نہیں۔ یورپ کی نہ معلوم کس طاقت سے متاثر ہو کر مغربی تہذیب اسلامی دُنیا میں رواج پا جانے کی سعی لاحاصل کرنے والے تمہیں تمہارے علماء کی جانب سے بدول کر کے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہوشیار ہو، اور ان ایمانِ اسلام پر ڈاکہ مارنے والوں کو پہچانو۔ [1]

مختلف مسائل پر عظیم الشان اجتماع اور قراردادیں

ابھی آپ پچھلے صفحات میں گورنمنٹ کے پاس کردہ قانون کو پڑھ چکے ہیں، اور اس پر جماعت رضائے مصطفیٰ کا سخت ترین اور شدید ردعمل بھی دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت دیگر مسائل پر اٹھنے والی آوازیں بھی تھیں۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے لیے ایک ہی مسئلہ درپیش نہیں تھا بلکہ آئے دن ایک نہ ایک اہم مسئلہ حکومت پیدا کر دیتی جس کے سبب جماعت رضائے مصطفیٰ چین سے بیٹھنے نہ پاتی تھی۔

اس زمانہ میں امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری پر کشمیر میں داخلہ پر پابندی لگادی گئی اور "ہندو گجراتی سورت" اخبار کی دریدہ دہنی کے جواب میں ایڈیٹر ماہنامہ آفتاب اسلام شیخ سلیمان ابراہیم کو جیل میں بند کر دیا گیا وغیرہ وغیرہ ——— ان مسائل کو لے کر جماعت رضائے مصطفیٰ نے خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ پر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ کو ملک کے جلیل القدر علماءِ کرام اور مشاہیرِ قوم کا عظیم الشان اجتماع کیا اور مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں اور علماءِ کرام نے تائید کی، جلسہ کی صدارت مولانا حامد رضا نے فرمائی اور مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروزپوری نے حسبِ ذیل تجاویز پڑھ کر سُنائیں:

---

[1] محمد ابراہیم صدیقی، مولانا صحافی: ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی، ص ۲ تا ۸، بابت جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء، ج ۴، ش ۴۔

(۱) ——— اہلِ اسلام کا یہ عظیم الشان اجتماع بہ اتفاق رائے مسودۂ نکاح کو مداخلت فی الدین جانتا مانتا ہے، اس کے خلاف بہت سختی کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اس ناقابلِ عمل مسودہ کو جو اسلامی شریعت کے بالکل منافی اور صریحاً ابطالِ حق ولایت ہے، ہرگز ہرگز قانون کا جامہ نہ پہننے دے۔

محرک: مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، جنرل سکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد

مؤیدین: نواب وحید احمد خاں ایڈوکیٹ بریلوی (رکن جماعت) مولانا عنایت محمد خاں نوری فیروزپوری۔

(۲) ——— یہ عظیم الشان جلسہ عمالِ ریاست کشمیر کے اس فتنہ انگیز و مسلم آزار رویّہ پر دلی نفرت و ملامت کا اظہار کرتا ہے جو حضرت سید صوفی جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، صاحبزادہ سید نور الحسن، مولانا نواب الدین سنکوہی کے داخلہ کو ریاست کشمیر کے حدود میں ممنوع قرار دے کر کیا ہے، حکومتِ ہند اور ریزیڈنٹ ریاست کشمیر سے استدعا کرتا ہے کہ اس امتناعی حکم کو فوراً منسوخ کر کے اہلِ اسلام کے غم و غصّہ کو دُور کریں۔

محرک: خان محمد خان میونسپل کمشنر، پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ چھاؤنی فیروزپور۔

مؤید: نواب سعید محمد خاں رضوی، ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

(۳) ——— یہ جلسہ فدائے ملت مولانا سید حبیب شاہ مالک "اخبار سیاست لاہور" کی تجویز وفد متعلقہ داخلہ حضرت شاہ علی پوری صاحب کو بنظرِ استحسان دیکھتا ہے، حضرت حجۃ الاسلام صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، سرپرست مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مجوزہ وفد کو کامیاب بنانے کے لیے عملی طور پر اس کی رہنمائی فرمائیں۔ نیز ارکانِ وفد میں صدر العلماء شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں رئیس بریلی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صدر المدرسین دار العلوم معینیہ اجمیر شریف، مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی، مخدوم العصر مفتی سید محمد دیدار علی شاہ امیر حزب الاحناف لاہور، اور استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب کو شریک کیا جائے۔

محرک: مولانا عنایت محمد خاں غوری، بانی انجمن معین الاسلام الہ آباد۔

موٗید: مولانا ہدایت یار خاں بریلوی، صدر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

(۴) ——— یہ جلسہ ہند و اخبار ارت کی بالعموم اور "ہند و گجراتی سورت" کی بالخصوص دریدہ دہنی اور سفیہانہ بدلگامی پر اپنے دلی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے، جس میں اسلام اور پیشوایانِ اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے کہ ایسے مفسدہ پرداز، اور فتنہ انگیز اخبارات کے متعلق اشخاص کے خلاف مقدمات قائم کرکے ان کو عبرتناک سزائیں دے جس سے اہلِ اسلام کے مشتعل شدہ قلوب کو اطمینان و تسکین حاصل ہو۔

محرک: حاجی سیٹھ ہاشم جمال صاحب رئیس گونڈل (گجرات)، معاون جماعت رضائے مصطفیٰ۔

موٗید: حاجی قاسم میاں صاحب گونڈل، معاون جماعت رضائے مصطفیٰ۔

(۵) ——— یہ جلسہ شیخ سلیمان ابراہیم صاحب مدیر رسالہ آفتابِ اسلام کی حمایتِ دین میں سزا پانے پر اظہارِ رنج و ملال کرتا ہے۔ برادرانِ اسلام سے شیخ سلیمان ابراہیم کی امداد کے لیے استدعا کرتا ہے۔

محرک: سیٹھ عبدالکریم خاں سیلون (معاون خصوصی جماعت رضائے مصطفیٰ)

موٗید: مولانا محمد عمر نعیمی، ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد [1]

بریلی میں مسجد کی شہادت اور جماعت کا وفد

کسی مذہب میں عبادت گاہ بہت ہی قابلِ احترام چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور جب عبادت گاہوں پر حملہ اور جانبین سے مقابلہ آرائی ہو تو پھر انسانی قدریں بھی ڈھے جاتی ہیں۔ اسلام کسی کی عبادت گاہ کو منہدم کرنے کی تعلیم نہیں دیتا ہے، بلکہ سختی سے منع کرتا ہے، مسجد مسلمانوں کے لیے اہم قابلِ احترام جگہ ہے، جس کو اسلام بیت اللہ سے تعبیر کرتا ہے، مسجد کو منہدم کرنا گویا کہ ساری انسانی قدروں کو پامال کرنا ہے۔

۲۷ ستمبر ۱۹۳۰ء کو دس بجے دن صدر دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی میں یہ اطلاع موصول

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱۶، بابت ۲۷ اگست ۱۹۲۸ء، ج ۶۶، ش ۹

ہوئی کہ مہیش پورہ شہر یا ضلع بریلی میں ہندوؤں نے ایک مسجد شہید کردی۔ اس خبر کو سنتے ہی ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ صحافت کے ارکان مولانا ابرار حسن صدیقی، مولانا سید حبیب احمد مدنی اور جماعت کے سرگرم مجاہد رکن منشی فدا یار خاں بریلوی، ساجد علی خاں رضوی شامل تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا یہ وفد موصولہ اطلاع کے مطابق وہاں پہنچا۔ مسجد کی شہادت پر مسلمانوں کا غم و غصہ بہت زیادہ تھا۔ وفد کو دیکھتے ہی مسلمانوں میں جوش آگیا۔ جماعت کے وفد کی تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ تقریباً پندرہ سال ہوئے مسلمانوں نے اجازت حاصل کرکے کارخانہ دیا سلائی کے متصل ایک قطعۂ زمین مسجد کے لیے خاص کرا لیا تھا۔ اس مسجد کی حیثیت یہ تھی کہ مسلمانوں نے اس قطعۂ زمین کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلہ لگوا دیا تھا، اس جنگلہ میں ایک دروازہ بھی تھا جس کو بند کردیا جاتا تھا۔ مسجد بغیر چھت کے تھی، ایک گوشہ میں نیم کا درخت تھا، جو دھوپ کے وقت نماز پڑھنے والوں پر سایہ کرتا تھا۔ نماز پنج وقتہ ہوتی تھی۔ جمعہ کے دن تقریباً دو سو آدمی ہو جایا کرتے تھے۔ مسجد کے اردگرد کچھ بارکیں بھی ہیں جس میں مسلمان رہتے تھے، مگر ہندوؤں نے آہستہ آہستہ اس کو خالی کروا لیا اور ہندوؤں کے دل میں مسجد کو شہید کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تو انھوں نے اس کارخانہ والے سے مل کر بارکیں پر قبضہ کرلیا، چونکہ کارخانہ کے اکثر عہدیداران ہندو تھے، ۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء کو صبح کے وقت بعض ہندو عہدیداران کارخانہ کی جمعیت میں جاکر اس مسجد کو شہید کردیا، جنگلے کو اکھاڑ پھینکا، اور نیم کے درخت کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانانِ بریلی میں سنسنی پھیل گئی، مگر جماعت رضائے مصطفیٰ کے باحوصلہ و جرأت مند مجاہدین نے موقع پر جاکر معائنہ کیا اور ضلع حکام کو اس کی تفصیل سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ اسی جگہ اسی طرح مسجد بننی چاہیے۔ وفد جماعت رضائے مصطفیٰ کے مطالبہ کو ضلع کلکٹر نے منظوری دیتے ہوئے حکم دے دیا کہ یہاں کے مسلمان ویسی ہی مسجد وہیں پر بنا لیں۔ [1]

☼

[1] ماہنامہ سنی یادگار رضا بریلی: ص ۳، ۴، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

نجدی مظالم پر جماعت کا احتجاج

عرب کی مقدس زمین پر جہاں لاکھوں کے حساب سے صحابہ و تابعین آرام فرما ہیں خصوصًا جنت البقیع جہاں پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جید صحابۂ کرام کے مزارات ہیں، نجدی حکومت جب عرب پر قائم ہوئی، تو اس نے مقابر صحابہ و آثار رسول اللہ کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ عمل عالم اسلام کے دل کو ہلا دینے والا ہے۔ کوئی بھی مسلمان اس ذلیل حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا، اپنی جان تو دے سکتا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے ناموس پر حرف نہ آنے دے گا، چہ جائیکہ مزارات پر بلڈوزر چلائے جائیں۔ ابن سعود کی حکومت نے وہ سب کچھ کر دکھایا جو مسلمان اپنے حاشیۂ ذہن میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ اس نے اسلام میں تفرقہ ڈالا اور اسلام کے پیارے شیرازے کو پارہ پارہ کر دیا۔ [1]

جنت البقیع کے انہدام سے اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے بے چین ہو کر ۱۸ جون ۱۹۲۶ء کو ایک عام جلسہ مسجد بی بی جی صاحبہ میں زیر صدارت مولانا حامد رضا خاں بریلوی منعقد کیا ۔۔۔ مجمع بہت کثیر تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے معتمد عمومی مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی بہرائچی کی ولولہ انگیز تقریر شروع ہوئی۔ مولانا بہرائچی کے بیان سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ مولانا نے چیدہ چیدہ واقعات حجاز و مظالم نجد بیان فرمائے۔ ان مظالم کو سن کر مجمع بے چین ہو گیا، تاب ضبط باقی نہ رہی، اور گریہ و بکا کا شور مچ گیا۔ مولانا بہرائچی خود بھی بے تاب تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تقریبًا ایک گھنٹہ تقریر جاری رہی۔ تقریر کے درمیان حجاز کی سیاسی کشمکش پر بھی روشنی ڈالی۔ ان کے بعد مولانا حکیم مختار احمد صدیقی رضوی رکن وفد خدام الحرمین کی رقت انگیز تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے حجاز کے چشم دید حالات بیان فرمائے۔ مجمع میں شور و فغاں کی آوازیں بلند تھیں، آپ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ وہاں کے حالات بتائے، آخر میں ذیل کی تجاویز پاس ہوئیں:

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے مفتی عبد القیوم ہزاروی کی کتاب تاریخ نجد و حجاز مطبوعہ رضوی کتاب گھر بھیونڈی ۱۲ رضوی غفرلہ

(۱) ۔۔۔۔ مسلمانانِ بریلی کا یہ جلسہ ان وحشیانہ حرکات پر نہایت نفرت و حقارت اور انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے جو نجدیوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اختیار کر کے مسلمانانِ عالم کو بے چین کر دیا ہے۔ اور ابن سعود کے وجودِ نامسعود کو ایک لمحہ کے لیے بھی حجازِ مقدس میں روا نہیں رکھتا۔

(۲) ۔۔۔۔ یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی بے چینی، اور اضطراب روحانی و ایمانی جذبات کا لحاظ کر کے نجدی کو آئندہ کے لیے مقابر متبرکہ کی بے حرمتی اور ان کی عمارات کو ہاتھ لگانے سے منع کر دے۔

(۳) ۔۔۔۔ یہ جلسہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس تاجدارِ دکن کے اس احسان کا شکر گزار ہے، جو انھوں نے حجازِ مقدس میں نجدی کی منہدم عمارات کی تعمیر کے لیے انجنیئر بھیج کر تمام مسلمانانِ عالم پر فرمایا ہے۔ اور استدعا ہے کہ ابن سعود نجدی کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر محترمہ کی اہانت پر اپنی ناراضی و رنج کے اظہار کے ساتھ متنبہ فرما دیں، کہ حجازِ مقدس کی ایک ایک چیز مسلمانانِ عالم کی ودیعت ہے، وہ کیوں تمام جہان کے مسلمانوں کے حقوق میں ہاتھ ڈالتا ہے اور کیوں نہ اس نے تمام عالم کے علمائے اسلام سے انہدام قبور کی نسبت پہلے فتویٰ طلب کیا؟

(۴) ۔۔۔۔ یہ جلسہ ہندوستان کے تمام مسلم والیانِ ملک سے استدعا کرتا ہے کہ وہ نجدی کو حجازِ مقدس سے نکالنے کی تدابیر پوری قوت کے ساتھ عمل میں لائیں۔

(۵) ۔۔۔۔ ابن سعود نے صرف اپنے ہم عقیدہ بلا کر جو "مؤتمر عالم اسلامی" مرتب کی ہے یہ جلسہ بزور اعلان کرتا ہے کہ وہ مؤتمر اسلامی نہ قابل اعتماد ہے اور نہ اس میں شریک ہونے والے ہندی ہمارے نمائندے ہیں۔ [1]

بلادِ حرم میں نجدی کی کہانی مفتی اعظم کی زبانی

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے سربراہ ثالث حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۷، بابت ۲۸ جون ۱۹۲۶ء، ج ۶۲، ش ۳۹۔

بریلوی نے نجدیوں کے مظالم کی داستان خود اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہے۔ اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر پورا مضمون پڑھیے، رُوح کانپ جاتی ہے، دل تڑپنے لگتا ہے ——— حضرت کا پورا مضمون بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے ——— ملاحظہ ہو:

"وہابیہ نجدیہ اپنے کو حنبلی کہتے ہیں مگر فقہاء نے انھیں خارجی بتایا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بس دنیا میں وہی مسلمان ہیں اور سب مشرک مباح القتل۔ انھوں نے حرمین طیبین میں علماء اور سادات کو اپنے اسی عقیدہ کی بنیاد پر شہید کیا ہے، اور ان کے مال لوٹے ہیں (کما فی رد المحتار) اس وقت کے نجدی بدمذہبی و گمراہی اور ظلم و ستم، قتل و غارت میں پہلے نجدیوں سے بدرجہا بڑھ گئے ہیں، اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کو وہ ضرر پہنچ رہے ہیں، جنھوں نے حجاج اور یزید کو بھی شرما دیا ہے۔ آج عرب کی سرزمین بے گناہوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے، اور نجدی فراعنہ وہ طوفان برپا کر رہے ہیں جس کو سننے سے جگر شق ہو جاتا ہے۔ معتبر ذرائع سے جو پیہم خبریں موصول ہو رہی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کے داخلہ سے پہلے شریف طائف نے راہِ فرار اختیار کی، اور طائف شریف سے خالی کر دیا۔ باشندگانِ طائف نے نجدیوں سے مقابلہ نہ کیا، نہ ان میں اس کی قوت تھی، بلکہ انھوں نے امن کی درخواست کی، دعوتیں دیں، ہتھیار گھروں سے نکال کر باہر پھینک دیئے، تاکہ ان کی نسبت کسی قسم کے مقابلہ کا وہم پیدا نہ ہو سکے۔ لیکن باوجود اس کے نجدیوں نے قتلِ عام کیا۔ علماء، مشائخ، امراء و تاجر طبقہ کے لوگ بیدردی سے قتل کیے گئے۔ بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور مردوں کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ ایک روز میں تین تین کروڑ روپیہ کی مالیت نجدیوں کی لوٹ سے حاصل ہوتی تھی، صحابہ کے مزارات کی بے حرمتی کی گئی، حضرت عبداللہ ابن عباس صحابی جلیل الشان کا قبۂ مزار شریف توپوں کا نشانہ بنایا گیا، اور آخر کار مسمار کر دیا گیا۔ اور توہین کے لیے پکارا کہ: "عبداللہ ابن عباس اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اپنے پرستاروں کو بچاؤ" ——— مسلمانوں کو قتل کرتے وقت اشقیا یوں نعرے لگاتے تھے:

نقتل اعداء اللہ لامان اللہ،

ہم اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اللہ کو امن دینے کے لیے

لوٹ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کے بدن سے کپڑے اُتار لیتے، جوتیاں چھین لیں، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، عرب خاتونیں ننگی منزلوں پیادہ چلائی گئیں، تین روز تک طائف کے مسلمان قید کیے گئے۔ ان پر پانی بند کیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں شیبی صاحب کلید بردار کعبۂ مقدسہ، اور ان کا خاندان، اور دوسرے معزز خاندان تیغ جفا سے شہید کر ڈالے گئے۔ اہلِ مکہ جانوں کے اندیشہ سے وحشت بدوشت مارے مارے پھر رہے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی اکثر آبادی گھر چھوڑ کر آوارہ ہو چکی ہے۔ باقی پنجۂ ظلم کے اسیر ہیں۔ ان گرفتارانِ بلا کو قید سے آزاد کرانے کے لیے کثیر رقمیں طلب کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور جلد ان ظالموں کو ان کے ظلموں کی سزا دے۔ (آمین)

ہندوستان کے وہابی آپے سے باہر ہیں، علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ نے ان پر کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ انھیں مرتد بتایا ہے۔ انھیں اہلِ حرمین سے اس کے بدلے لینے ہیں، اس لیے یہاں کے وہابی نجدیوں کے مظالم پر رات و دن پردے ڈال رہے ہیں۔ اور اخبارات میں اس کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر اخبارات وہابیوں کے ہاتھ میں ہیں، وہ صحیح واقعات اور نجدیوں کے مظالم چھاپنے سے گریز کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہماری طرف سے جو مضامین اخبارات کو پہنچے ہیں، ان کو شائع نہیں کیا گیا۔ آپ خود اس باغی، غدارِ دین، فرعونِ وقت کے انکارِ جرم کو اس کی بے گناہی کی سند ٹھہرا رہے ہیں۔ اور اس نجدی کی تائید کے لیے ہندوستان سے وفد بھیجنے کی تجویزیں کر رہے ہیں مسلمان ہوشیار رہیں، ان کے دغا و فریب میں نہ آئیں، کوئی وفد جو اہلِ سنت کے سوا دوسرے افراد پر مشتمل ہو، ہندوستان کے مسلمانوں کا نائب و قائم مقام نہیں ہے .... ہندوستان کے مسلمان نجدیوں کے مظالم سن کر بے چین ہیں۔ اگر نجدی اس وقت اس قسم کے مظالم نہ کرتے تو بھی مسلمانانِ عالم ارضِ پاک میں ان کے تسلط کو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ ان سے نفرت و بے زاری کے لیے ان کی بدمذہبی اور ان کے باطل عقیدے کافی ہیں۔ اور یہ مظالم ان کے عقیدہ کی بنا پر ہیں۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں نجدیوں کے خلاف آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔ اور خود شریعت کا فتویٰ ان کو باغی اور بے دین قرار دیتا ہے، تو پھر کون مسلمان ہے جو ان کی تائید کر سکے۔

جماعتِ مبارکہ رضائے مصطفٰی کو میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ اپنی پوری کوشش صرف کر کے علمائے اہلِ سنت کا ایک وفدِ عرب بھیجے، جو وہاں کے حالات کی تحقیق اور مجلسِ اسلامی کی شرکت کر کے احکامِ شرعی کا تحفظ کرے۔ ضرورت نے مضطرب کیا ہے، کہ میں نے جماعت رضائے مصطفٰی سے ایسی تحریک کی، باوجودیکہ مجھے معلوم ہے کہ جماعتِ مبارکہ کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے لیکن میری طرح جو مسلمان بے چین ہوں، وہ درد ملت سے متاثر ہو کر جلد جماعت کے لیے کافی سرمایہ بہم پہنچائیں، تو جماعت وفد کا انتظام کر سکے گی، اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے، اور جماعت یہ بار اٹھانے کی ہمت کرے تو میں اپنی طرف سے پانچ سو (۵۰۰) روپیہ کی ناچیز رقم اس مقصد کے لیے پیش کروں گا ـــــ فقط: فقیر مصطفٰی رضا قادری برکاتی نوری عفی عنہ

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۴۳ھ۔ [1]

جماعت رضائے مصطفٰی کا خیر مقدم

آپ مفتیِ اعظم مولانا مصطفٰی رضا بریلوی قدس سرہٗ کا تفصیلی مضمون پڑھ چکے ہیں، آخری پیراگراف میں انھوں نے جماعت رضائے مصطفٰی کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی ہے کہ وہ عرب ایک وفد بھیج کر صحیح حالات کی جانکاری حاصل کرے۔ اور مجلسِ اسلام میں اس کی نوعیت اور عالمِ اسلام کا ردِ عمل بتلائے ـــــ مفتیِ اعظم کے جذبۂ ایمانی کو دیکھیے کہ انھوں نے خود اپنی جیبِ خاص سے پانچ سو روپیہ دینے کا عزم ظاہر کیا۔ اس زمانہ میں پانچ سو روپیہ کی ایک اچھی خاصی اہمیت ہوا کرتی تھی۔

حضرت مفتیِ اعظم مولانا مصطفٰی رضا نوری بریلوی کی تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے اراکینِ جماعت رضائے مصطفٰی نے تحریر فرمایا کہ:

جماعت رضائے مصطفٰی اپنے مخدوم پیشوائے ارشاد کے سامنے سرِ نیاز خم کرنے کے سوا اور کیا جواب رکھتی ہے۔ ہر امر میں مخدوم کی اطاعت ہم پر لازم ہے خاص کر

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵، ۶، بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ء، ج ۶۲، ش ۲۰

یہ معاملہ تو اس قدر اہم ہے کہ اس کے لیے جس طرح ہو سکے سعی میں دریغ نہیں کی جا سکتی ـــــ اگر مسلمانانِ ہند نے اپنی زندگی اور بیداری کا ثبوت دیا، تو ہم ضرور اپنے مخدوم محترم سے اس تبرک کو حاصل کریں گے۔ [1]

راقم السطور اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر کہہ رہا ہے کہ حضرت مفتیِ اعظم نے اپنا تعاون پانچ سو روپیہ بعد میں جماعت رضائے مصطفٰی کو عنایت کر دیا تھا۔ اور شہر بریلی کے تاجر اور دردمندانِ اسلام نے بھی کچھ تعاون کیا، مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ وفد عرب گیا یا نہیں ـــــ کیونکہ ہمارے پاس اس کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے، چونکہ ساری رپورٹیں ایسی خبر نہیں دے رہی ہیں، اور روداد جماعت رضائے مصطفٰی سال چہارم ۱۳۴۲ھ بالکل خاموش ہے ـــــ اور یہ ہو سکتا ہے کہ روداد سال پنجم میں کوئی ایسی خبر مندرج ہو مگر سال پنجم کی روداد کوشش بسیار کے بعد بھی نہ مل سکی۔ ہاں دبدبۂ سکندری اول الذکر اقتباس دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جماعت مبارکہ نے اس منصوبے کو عملی شکل بھی دی کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ "مولانا احمد مختار صدیقی رکن وفد خدام الحرمین نے اپنے چشم دید واقعات بیان کیے" جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کی جانب سے ایک وفد گیا۔ اگرچہ سرمایہ کی کمی کے باعث جانے میں دیر ہوئی اور نجدیوں کی شقاوت اور ان کے مظالم میں اور اضافہ ہو تا گیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے جنت البقیع کے مزارات کو بھی شہید کر ڈالا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ۱۹۲۵ء میں ابھی کوئی وفد گیا ہو پھر ۱۹۲۶ء میں دوسرا وفد گیا ہو جس میں مولانا حکیم مختار احمد بھی شامل تھے۔

بہرحال جماعت رضائے مصطفٰی کا جذبۂ ایمانی، اور جوشِ اسلامی لائقِ تقلید ہے۔ اس کا درخشندہ باب مسلمانانِ برصغیر کو دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔

علمائے بریلی کا ایک اہم جلسہ

جماعت رضائے مصطفٰی نے مقامی علماء و فضلا کی ایک اہم مجلس رکھی، اور اس میں

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ء

ابھرتے اور سلگتے ہوئے مسائل پر تبادلۂ خیال کر کے سب کی آرا معلوم کیں، کیونکہ کسی بھی تنظیم کو منصوبہ اور پروگرام بنانے کے لیے ضرور ہوتا ہے کہ اپنے ہم خیال اور دیگر آزاد خیال اصحاب فکر و نظر کے خیالات معلوم کر کے اپنے منصوبے تیار کرے ــــــــ جماعت رضائے مصطفی بریلی کے معتمد عمومی مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی بہرائچی نے مجلس میں پاس شدہ تجاویز کی اطلاع دی تھی۔ یہ جلسہ ۳ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ کو بعد نماز مغرب زیر صدارت مولانا حامد رضا خاں زیب سجادہ آستانۂ رضویہ منعقد ہوا ــــــــ تجاویز یہ ہیں:

(۱) ــــــــ یہ جلسہ مسلمانان کلکتہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے، اور ہندوستان کی ستم انگیزیوں پر نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) ــــــــ یہ جلسہ حکومت حجاز کے لیے ابن سعود نجدی یا اس کے کسی ہم مشرب سے کسی حال میں راضی نہیں ہے۔

(۳) ــــــــ جمعیۃ العلماء ایک فرقۂ خاص کی جماعت ہے، عام مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں ہے اسی لیے اس کی آواز مسلمانان ہند کی آواز نہیں ــــــــ اسی طرح خلافت کمیٹی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔

(۴) ــــــــ ابن سعود نے مکہ مکرمہ میں اپنے زیر اثر جشن مؤتمر کے لیے خاص اپنے ہوا خواہوں کو دعوت دی ہے، وہ ان کے ہم خیالوں کا ایک اجتماع ہے۔ عام مسلمانان عالم کی مؤتمر نہیں اور نہ اس مؤتمر کو مسلمانان عالم نظر اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ [۱]

ہندو مسلم اتحاد اور اعلیٰ حضرت کی پیشین گوئی

مسلم لیڈروں کی ضمیر فروشی کی ایک لمبی داستان ہے۔ انھوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے کیا کیا کام اختیار کیے اس کی کچھ تفصیل لکھی جا چکی ہے۔ یہاں پر مقصود ذکر یہ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کے برے نتائج اسی دوران سامنے آنے لگے تھے، اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

۱؎ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۱۰ تا ۱۳ مئی ۱۹۲۶ء، ج ۶۲، ش ۲۴

نے جو اس کی مخالفت فرمائی تھی، اس کی تائید ہونے لگی تھی، امام احمد رضا نے ہندو مسلم اتحاد سے پیدا ہونے والے خدشات کا جو اظہار فرمایا تھا وہ کچھ آپ کی حیات میں ہو گیا اور کچھ بعد میں ہوا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشادات، ان کی مومنانہ فراست، ایمانی بصیرت اور نگاہِ ولایت کا نتیجہ تھے۔

ان کی نگاہِ بصیرت نے پہلے جو دیکھ لیا تھا وہی بعد میں رونما ہوا۔ ان کی سبھی پیشین گوئیاں ایک ایک آفتاب کی طرح چمکیں، صداقت کا نور پھیلایا اور ہو بہو پوری ہوئیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا:

آج قربانیاں بند کی جاتی ہیں، کل اذانیں بند کی جائیں گی۔ [۱]

ہندو مسلم اتحاد سے پہلے کسی مسلمان نے یہ آواز نہ سنی تھی کہ ہندوؤں کو اتنی جرأت ہو گئی کہ وہ مسجدوں میں مسلمانوں کو بآواز بلند خدا کا نام لینے سے بھی روکیں، اور اذانیں بند کریں؟

ــــــــ روزنامہ اخبار بریلی میں یہ خبر شائع ہوئی:

حافظ امیر احمد صاحب کو موضع پپلروں (ریلوے اسٹیشن سجالی براستہ موضع کوٹ حیات خان علاقہ پنجاب) کی کسی مسجد میں روزہ افطار کرنے کا اتفاق ہوا، وقت افطار حافظ صاحب موصوف نے بلند آواز سے اپنے معبود برحق کا نام لیا، تو اس گاؤں کے ہندو سکھ باشندے بر سر فساد ہوئے، اور ان کو اذان کہنے سے روکا گیا، اس پر وہاں کے کسی مسلمان نے معذرت کی کہ یہ مسافر ہیں، تو ان حافظ صاحب اور ان کے ساتھی غلام احمد صاحب کی جان بچی، اور آبرو ریزی نہ ہوئی۔ [۲]

اس طرح کے واقعات نہ جانے کتنے پیش آئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ارشادات حرف بہ حرف بالکل صادق آئے۔ اس وقت امام احمد رضا کی آواز پر کان نہ دھرا گیا۔ بعد میں نوحہ و سینہ پیٹنے سے کیا فائدہ ہوتا ــــــــ مذکورہ واقعہ سے متاثر ہو کر جماعت رضائے

۱؎ احمد رضا بریلوی، امام: انفس الفکر قش مطبوعہ حسنی پریس بریلی

۲؎ روزنامہ اخبار بریلی: ص ۲، بابت ۱۳ جون ۱۹۲۲ء، ج ۵، ش ۱۲، ک ۳

مصطفیٰ کے مفتی مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی نے فوراً اس پر احتجاج کرتے ہوئے زوردار انداز میں لکھا:

یہ سب ناگوار آوازیں، شعائرِ اسلام پر حملہ کرنے والی صدائیں، اسی ہندو مسلم ناپاک اتحاد کا نتیجہ ہے ——— مسلمانو! آنکھیں کھولو۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر عمل کرو۔ ان کے ارشادات تمہارے کانوں تک پہنچ چکے، وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے۔ تم اپنے نفع و نقصان کو دیکھو! ——— دوست و دشمن کو پہچانو! ——— انھوں نے زبانی ارشادِ قرآنی ہدایت پہنچا دی کہ انھیں دوست نہ بناؤ، یہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ تمہارا مصیبت میں پڑنا انھیں دل سے پیارا ہے۔ ان کے منہ سے عداوت ظاہر ہو چکی ہے، اور جو دل میں چھپا رکھی ہے وہ اور سخت تر ہے ——— یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضآء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر [1] (القرآن الحکیم: پ

———

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۹، بابت ۱۹ جون ۱۹۲۲ء، ج ۵۸، ش ۳۲

جماعتِ رضائے مصطفیٰ

تحریکِ انسدادِ شُدھی

تحریکِ شُدّھی کا پس منظر

شدھی کے معنی ہیں پاک کرنا، ہندو اس سے یہ مراد لیتے تھے کہ جو لوگ پہلے ہندو تھے پھر اسلام قبول کر لیا وہ ناپاک ہو گئے، انھیں پھر ہندو بنا کر پاک کیا جائے۔ اسی خیال سے انھوں نے اپنی تحریک کا نام "شدھی تحریک" رکھا تھا ——— اب آپ ذرا اس تحریک شدھی کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد اس کے انسداد کی تحریک میں جماعت رضائے مصطفیٰ اور اس کے سربراہ اور وفد اسلام کے قائد و سپہ سالار اعظم مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی خدمات کا جائزہ لیں۔

پہلے یہ کہ ہندوؤں میں کوئی جماعت مذہبی نہیں تھی، اور ہندوازم کی تبلیغ کا کوئی شعبہ نہ تھا، بلکہ ہندو اپنے دھرم کی تبلیغ دوسرے دھرم میں کرنا قطعاً غلط قرار دیتے تھے، اس وجہ سے کہ کہیں کسی مناظرہ و مباحثہ میں ہندو مناظر ہار گیا، دوسرا مناظر غالب آگیا، اور اس کی حقیقت پسند باتیں ہندو مناظر پر اثر کر گئیں تو ہندوازم اپنے مناظر ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی ——— مگر پنڈت سوامی دیانند سرسوتی نے اس کو غلط کر کے بند دروازوں کو کھول دیا، اور تمام مذاہب کو عام دعوت دے دی گئی کہ ہر مذہب والا ہم سے مناظرہ کر سکتا ہے، اور اس بات پر عمل کیا گیا کہ اسلام کی اشاعت روز بروز بڑھ رہی ہے اس کی صرف یہی ایک وجہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ دیگر مذاہب میں کرتے ہیں تو کیوں نہ ہم انہی اصولوں کو اپناتے ہوئے دیگر اقوام میں ہندوازم کی تبلیغ کریں ——— تبلیغی کام ملکی پیمانہ پر صرف ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا، تبلیغ کا آغاز کرنے سے پیشتر اس کے زیر اثر اخبارات اور دیگر کتابوں کے ذریعہ ہندوؤں کی ذہنی تعمیر کی گئی، اور مسلمانوں کی ذہنی تخریب پر کافی زور دیا گیا۔ اور تبلیغ خاص کر مسلمانوں کے درمیان کرنے کا فیصلہ ہوا، اور خصوصاً

راجپوتانہ علاقہ کو میدانِ جنگ کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ اب وہ ذہنی تعمیر و تخریب کیا تھی؟ اس کا ایک نمونہ پیش کرنے کے بعد یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح لٹریچر پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو ورغلایا جا رہا تھا، اور اسلام پر حملہ کر کے اجتماعی طور پر ہندوؤں کو اس کام کے لیے تیار کرنا مقصود تھا۔ راولپنڈی (جب ہندوستان کی تقسیم نہیں ہوئی تھی) کے ایک مشہور ہندو صحافی و قلم کار "شرما امرائے" نے ایک مضمون لکھا جو ہندو روزنامہ اخبار لاہور ۹، ۱۱ اپریل ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات پڑھیں:

مسلمانوں نے دنیا میں اور خاص کر ہندوستان میں جو ترقی کی ہے، وہ صرف تلوار کی وجہ سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ اہلِ اسلام نے اپنے دیوانہ وار مذہبی جوش سے اپنے اندر اس قدر اسپرٹ پیدا کر لی تھی کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں عظیم سے عظیم مشکلات کا سامنا بڑی مردانگی سے کرتے رہے ہیں، مگر سوائے چند متعصب مورخوں کے کوئی تاریخ داں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ دینِ محمدی کی نشو و نما تلواروں کے سائے تلے ہوئی ہے۔ ہندوستان میں انھوں نے صرف اسی نمائش سے ہی سیکڑوں ہندوؤں کو اسلام کے جھنڈے تلے لے لیا۔ اور جنھوں نے اپنے دھرم ترک کرنے سے انکار کیا، ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

پنجاب، مشرقی بنگال، صوبہ گجرات، سندھ، دہلی اور آگرہ کے علاقہ میں جن میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، وہ علاقے ہیں جن میں مسلمانوں کی زبردست سلطنتیں قائم تھیں۔ جہاں انھوں نے زبردستی ہندوؤں کو دینِ محمدی قبول کرنے کے لیے مجبور کیا۔ مثلاً مدراس، مہاراشٹر وغیرہ جو کہ ان کی حکومتوں سے دور تھے، وہاں مسلمانوں نے بالکل زور نہیں پکڑا۔ — اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے ہمارے بھائی ہندوؤں کی غلطی کا شکار ہوئے جن لوگوں نے مسلمانی راج میں ذرا سی بھی لغزش کی، ہندوؤں نے انھیں برادری سے باہر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے بھائیوں سے تنگ آئے ہوئے نہ صرف آپ پتت ہوئے، بلکہ اپنے رشتہ داروں اور برادری تک کو پتت کرنے کا ذریعہ بنے۔

موجودہ زمانے کے ہندی مسلمان ان پتت ہندوؤں کی اولاد میں یا مسلمان راج میں زبردستی مسلمان بنائے گئے، ہندوؤں کی غلطی کا شکار ہوئے، جنھوں نے زن، زر یا عہدہ کی خاطر دھرم کو تلانجلی دے دی، وہ جو اپنے مذہب کی بے خبری سے اور مسلمانی تعلیم کے خاص صوفی فقیروں کے اثر سے اپنے دھرم کو چھوڑ گئے۔ یہ باتیں سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے تعصب کے چشمے اپنی آنکھوں میں لگائے ہوئے ہیں، ہر ایک پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ چند صوفی علما و فقرا کو چھوڑ کر مسلمانوں نے کبھی اپنے مذہب کی پُرامن طریقے سے اشاعت نہیں کی، ان کی مذہبی تاریخ خون سے لکھی ہوئی ہے۔

اب اکثر یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ ہندو لوگ اپنے مذہب کی اشاعت غیروں میں کیوں نہیں کرتے۔ کیا شروع سے ان کا یہ دستور العمل رہا ہے؟ یا صرف مسلمانوں کے زمانہ میں آکر ہی انھوں نے اپنے دروازے غیر مذاہب کے لیے بند کر لیے؟ —

پیشتر اس کے کہ میں اس سوال پر قلم اٹھاؤں، میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندو لوگوں نے عموماً اور ان کے مذہبی پیشوا برہمنوں نے خصوصاً مسلمانوں کے زمانہ میں بہت ہی اخلاقی گراوٹ دکھائی، اگر ان میں کچھ بھی حب الوطنی اور دھرم کا پیار ہوتا، تو آج کروڑوں کی تعداد میں مسلمان اس دیش میں نظر نہ آتے۔ اکبر، جہانگیر، دارا شکوہ وہ ہستیاں تھیں جو کہ مسلمانی دھرم سے متنفر ہو چکی تھیں۔ ان کے وقت میں ہندوؤں کو ذرا آزاد خیالی دکھانے کی ضرورت تھی، اور تو جانے دیجیے اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کے بہادر جرنیل سردار ہری سنگھ نلوہ، برہمنوں کے زیرِ اثر نہ ہوتے، تو آج پنجاب اور سرحدی صوبہ میں لاکھوں مسلمانوں کی بجائے لاکھوں امرت دھاری سکھ نظر آتے، ہندو دھرم کی پیاسی روحیں جب جب ہندو دھرم میں آنے کے لیے تلملائیں، ہندوؤں نے اپنے مضبوط آہنی دروازے ان کے لیے بند کر دیے۔ اور ہندو دھرم اور ہندوؤں کو نقصان پہنچا جس کا خمیازہ یہ آج کل بھگت رہے ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے زمانہ میں اپنے دروازے غیر مذاہب کے لیے کیوں بند کر دیئے، جبکہ وہ شاکھائیں اور یوپی وغیرہ قوموں کو اژدہے کی طرح نگل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں سے پہلے جتنی جاتیاں ہندوؤں کے زیر اثر آئیں، وہ دھرم کی جگیاسو تھیں۔ انھوں نے صاف دل سے ویدک دھرم کی تحقیقات کی، اور آخر اس پر ایمان لائے، لیکن مسلمانوں کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ ہندوستان میں آئے نئے مذہب کی اشاعت اور لوٹنے کے لیے تلوار ان کے ہاتھ میں تھی، بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو پُرامن طریقہ سے مذہب کی سچائیاں بتاتے، انھوں نے زبردستی کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن سے ہندو لوگ متنفر ہو گئے، اور اپنے دھرم کو "شدھ" رکھنے کے لیے مسلمانوں سے عدم تعاون شروع کر دیا۔ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا بند کر دیا، اور یہی سلوک اُن لوگوں سے کیا جو ہندو سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو لوگ مسلمانوں سے دُور دُور رہنے لگے۔ حتیٰ کہ ان میں پرچار کرنا، اور ان کو اپنے مذہب میں شامل کرنا اپنے مذہب کی ہتک سمجھا، کہ اگر غلطی سے کسی ہندو نے مسلمانوں کی رسوئی کی خوشبو لے لی، تو وہ بھی اپنے مذہب سے پست سمجھا گیا۔ اس عدم تعاون کا سبب صرف ہندو دھرم کی مجلسی حالت کو برقرار رکھنا تھا۔ ہندو یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ورن آشرم کی مریادا میں جس پر کہ ہندو دھرم کی ہستی مبنی ہے خلل واقع ہو۔

اگر وہ مسلمانوں کے واسطے اپنے دروازے کھول بھی دیتے تو ان کے سامنے یہ سوال درپیش ہوتا کہ شدہ شدہ مسلمانوں کو کس ورن میں شامل کیا جائے جس سے ان کی روٹی بوٹی کا سوال حل ہو سکے۔ یہ مشکلات تھیں جن کا حل ہندو لوگوں کو نہیں ملتا تھا۔ ہندوؤں کی بدقسمتی سے ان کو کوئی رہبر یا آچاری نہ مل سکا جو کہ اس سوال کو حل کر سکتا ———— اس وقت ہندوؤں میں ایک ایسا آچاری پیدا ہوا جس نے ہندو دھرم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچایا، اس نے ان سب مشکلات کا حل کر دیا، جو ہندو دھرم کو غیر مذاہب کے مقابلہ میں پیش آتی تھیں۔ اس کی چلائی ہوئی آریہ

سماج" نے ہندوؤں کی اصلاح کے لیے اچھا کام کیا، مگر آریہ سماج نے شدھی کی طرف بڑی توجہ نہیں دی، جیسی کہ اس کو دینی چاہیے تھی، آریہ سماج خود ذات پات کے بندھنوں کو توڑ نہ سکا۔ آریہ سماج کا بانی ایک غضب کا انسان ہوا ہے، اس کی زمانہ شناسی، معاملہ فہمی اور دُور بینی کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ کوئی ایسا سوال نہیں تھا جس کا حل اس نے نہ بتا دیا ہو۔ اگر "آریہ سماج" اس کے نقشِ قدم پر چلتا تو آج تک ہندو دھرم کا زبردست سنگٹھن ہو جاتا کہ کوئی بیرونی و اندرونی طاقت اس پر حملہ نہ کر سکتی۔

آریہ سماج میں بیداری پیدا ہوئی، سوامی شردھانند نے آگرہ میں "بھارتی شدھی سبھا" کی بنیاد ڈال دی ہے کہ جن کا مقصد اُن نیم ہندو اور نیم مسلمان لوگوں کو جو ہندو دھرم میں آنے کے لیے تلملا رہے ہیں، شُدھ کیا جائے۔ کام شروع ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوؤں کے سب فرقے بڑے جوش سے اس کام میں مشغول ہیں، یہ بہت ہی نیک آثار ہیں، مگر میں "شدھی سبھا" کے کارکنوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اس بات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھیں کہ ملکانہ راجپوتوں، گوجروں اور جاٹوں میں اول تو پرچار کی ضرورت ہی نہیں، وہ خود ہندو دھرم کو جانتے ہیں۔ اگر بالفرض پرچار کی ضرورت پڑے، آریہ سماج کو اپنے اصول بالائے طاق رکھ کر صرف سناتن دھرم کا ہی پرچار کرنا چاہیے، کیونکہ اب ہمارا فرض ان کو ہندو بنانا ہے نہ کہ آریہ سماجی۔ [1]

مذکورہ بالا مضمون آپ نے مطالعہ کیا، اس میں اسلام اور اہلِ اسلام پر کس کس طرح حملے کیے ہیں، بلکہ صاف طور پر یہ تاثر دیا کہ اسلام کی تبلیغ صرف اور صرف تلوار کے زور سے ہوئی۔ آریہ سماج ہندوؤں کی مذہبی تنظیم تھی، اس کی ذیلی شاخوں اور تنظیموں میں "تحریکِ شدھی" اہمیت کی حامل تھی، اس کا صرف یہی مقصد تھا کہ مسلم راجپوتانہ قوم کو یہ ذہنی طور پر باور کرایا جائے کہ تم لوگ ہندو ہو، تمھارے آبا و اجداد ہندو تھے،

---

[1] شریامرۃ روزنامہ روزانہ ہندو اخبار لاہور، بابت ۹ و ۱۱ر اپریل ۱۹۲۳ء

تحریک شدھی کا طوفانی تبلیغی مشن

مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو ازم میں داخل کرنے کی تحریک شدھی تو بہت پہلے سے چلی، مگر اس کا طوفانی تبلیغی دورہ ۱۹۲۳ء سے شروع ہوا، تقریباً راجپوتانہ ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار کیا گیا، جگہ جگہ، گاؤں گاؤں جاکر مسلمانوں کو شدھی ہونے کے لیے کہا جاتا تھا، روپیہ پیسہ اور عورتوں کی لالچ بھی پیدا کی جاتی تھی۔ اور نہ جانے کس کس طرح کے حربے استعمال کیے گئے بقول مولانا سید ایوب علی رضوی نائب ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی:

وہ (آریہ) ان لوگوں (مسلم راجپوتانہ) کو کثیر روپیہ بھی دیتے ہیں، کبھی کبھی خوش لباس عورتوں کو بھی سامنے لاتے ہیں، بڑے بڑے طبقہ کے دولت مند ہندو، والیانِ ریاست تک پنچایت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور ان سے کہتے ہیں کہ تم ہندو ہو جاؤ، ہم تمھارے ہاتھ کا کھائیں گے، تمھیں بیٹیاں دیں گے، تمھارے قرضے ادا کریں گے، اور ہندو نہ ہونے کی شکل میں گاؤں کا پٹواری بھی ناراض ہے۔ اسٹیشن کے بابو صاحب بھی برہم ہیں۔ کوئی ہندو سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے تم ہندو تھے تمھیں بادشاہانِ اسلام نے جبراً مسلمان کیا ہے، مسلمان بت پرست ہیں اور معاذ اللہ خانۂ کعبہ میں بت رکھا ہوا ہے، مسلمان اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کے صدہا بے سروپا بہتان باندھتے ہیں جھوٹے قصے شاہانِ اسلام کی توہین، اسلام پر غلط اور بے جا حملے، مسلمانوں کی نسبت جھوٹے قصے ناگری میں چھاپ چھاپ کر "ٹریکٹ" اور رسالے گاؤں میں تقسیم کرتے ہیں۔[1]

آریہ شدھی کا طریقۂ تبلیغ

آریوں کا طریقہ شدھی کرنے کا بڑا گھنونا تھا۔ یہ عام سی بات ہے اور ہر سنجیدہ شخص

[1] ایوب علی رضوی، سید، مولانا: روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سال چہارم ۱۳۴۲ھ ص ۱۳، ۱۴

کہے گا کہ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ لالچ سے نہیں کی جاتی بلکہ اس کا پیغام ہر آدمی کو پہنچاؤ، اور اپنے مذہب کی حقانیت و صداقت کو اس پر واضح کرو، یہاں تک کہ وہ، وہ مذہب اختیار کرلے، مگر شدھیوں کی جماعت نے یہ نہ کرکے دوسرے طریقے اختیار کیے۔ چونکہ جس مذہب میں سچائی ہوتی ہے، خود بخود آدمی اس سے مانوس ہوکر متاثر ہوتا ہے اور جو بے بنیاد ہو یا باطل ہو اُسے بالائی حربے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے بقول:

"۴½ لاکھ مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ہنود نے بڑے پیمانے پر تیاریاں کی ہیں اور گاؤں گاؤں "شدھی سبھائیں" قائم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔[1]

اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اور بھی حربے استعمال ہوئے — مولانا سید ایوب رضوی لکھتے ہیں:

آریوں کی کوششیں تقریباً تیس سال سے جاری ہیں، اور بہت سے آریے مختلف جہتوں سے ان گاؤں میں مقیم ہوگئے ہیں، اور انھوں نے قرض ادھار دے کر بہت سے دباؤ پیدا کر لیے ہیں، یہ رات دن طرح طرح کے حیل سے اغوا کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ آریوں کی گشتی جماعتیں بھی برابر دورہ کرتی رہتی ہیں۔ انھوں نے غریب نومسلمین مفلوک راجپوتوں کو بہکانے کے لیے ملازم رکھ لیا ہے۔ اور لوگوں کے گمراہ کرنے پر علاوہ تنخواہ کے انعام بھی مقرر کیے ہیں۔ اس وجہ سے بندۂ طمع رات و دن ان غریبوں کے گمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً آریوں کی بڑی جماعتیں بڑی شان و شوکت کے ساتھ موٹروں میں ہتھیاروں کے ساتھ مسلح ہوکر آتی ہیں اور اپنے مال اور قوت کا اثر ان کے دلوں پر جماتی ہیں۔ بیاہ شادی کی تقریبوں کے اجتماع کے موقع پر ان سب میں آریے پہنچتے ہیں، لیکن آریوں کا طریقۂ تبلیغ اور زیادتی دباؤ افترا پردازی طمع میں منحصر ہے۔[2]

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵، بابت ۵ فروری ۱۹۲۳ء، ج ۵۶، ش ۲۴

[2] جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: روداد سال چہارم ۱۳۴۲ھ ص ۱۳، ۱۴

اسلام کو جتنا نقصان اہلِ اسلام سے پہنچا ہے اتنا غیروں کے ہاتھوں نہیں پہنچا ——— ایک طرف پنڈت شردھانند اسلام کے خلاف پوری طاقت لگائے ہوئے تھا، اور دوسری طرف اس کو مسلم لیڈروں نے جامع مسجد دہلی کے منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بٹھایا، اس شخص کو پاک منبر پر بٹھا کر اسلام کے نام کو بدنام کر دیا۔ جامع مسجد میں لے جانے کا جو نتیجہ ہوا اس کی کیفیت سید ایوب رضوی کی زبانی سُنیئے:

> شردھانند وغیرہ خود بھی دیہاتوں کے دورے کرتے ہیں، اور دیہات کے لوگوں کو ان کی وہ تصویریں دکھا کر ورغلایا جاتا ہے جو اس وقت کھینچی گئی تھیں جبکہ ہندو پرست لیڈروں نے شردھانند کو جامع مسجد دہلی میں منبر پر بٹھایا تھا، اور سب مسلمان نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ غرضکہ آریوں کی تبلیغ کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ وہ نہ کبھی مذہب کی حقانیت کو پیش کرتے ہیں، نہ انھیں اس طرف متوجہ ہونے دیتے ہیں، بلکہ انھوں نے بنی نوع انسان کی اس کثیر تعداد کا مذاق بگاڑ دینے کی بلیغ کوششیں کی ہیں۔ اور ان کے سامنے تبدیلی مذہب حصولِ زر کا نہایت آسان اور بے محنت ذریعہ بنا کر پیش کیا ہے۔ [1]

یہ تھا آریوں کے شدھی کرنے کا طریقہ، مذکورہ طریقوں کے اور بھی طرح طرح کے ہتھیار استعمال کر رہے تھے، اور بے چارے غریب مسلمانوں کو مرتد بناتے تھے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کا ہنگامی اجلاس

کوئی بھی مسلمان آریوں کی پھیلائی ہوئی دل دوز کہانی سن کر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تحریک شدھی کو کچلنے اور راجپوتانہ علاقہ میں صورتِ حال پر تبادلۂ خیال کرنے اور آئندہ کی حکمتِ عملی اور کوئی جامع منصوبہ بنانے کے لیے علماء اور عوام کا ایک ہنگامی اجلاس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء کو بلایا۔ جلسہ سے

---

[1] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: روداد سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵

ہٹ کر علماء کی ایک خاص نشست کا اہتمام ہوا، اور آریہ سماج کی شدھی تحریک سے نپٹنے کے لیے ایک لائحۂ عمل تیار کر لیا گیا کہ ایک وفد کے ساتھ جماعت رضائے مصطفیٰ کے علماء وہاں پر تبلیغی دورہ کریں۔

تلاوتِ قرآنِ پاک کے بعد نعت شریف پڑھی گئی، پھر مولانا حکیم غلام احمد سنبھلی نے تاریخی ثبوت کے ساتھ شاہانِ اسلام کے اس حسنِ سلوک کا بیان فرمایا جو انھوں نے اپنے زمانۂ سلطنت میں ہنود کے ساتھ کیے ہیں، اور یہ بھی بتایا کہ:

> زوالِ سلطنتِ اسلامیہ کے بعد بھی کبھی مسلمانوں نے ہندوؤں پر کوئی زیادتی نہیں کی، بلکہ مختلف اوقات میں ہندو مسلمانوں پر مشق ستم کرتے رہے۔ قریب کے زمانہ کے واقعات سب کے سامنے ہیں۔ اب کے ہنود نے خاص اسلام پر یورش کی ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو گمراہی سے بچائیں۔ اور اپنی آرام کی نیندیں اور راحت کے اوقات ان کی تعلیم و ارشاد پر قربان کر دیں۔

پھر استاذ العلماء مولانا رحم الٰہی منگلوری نے نہایت دل پذیر و عالمانہ تقریر فرمائی، مولانا منگلوری نے ثابت کیا ہے کہ:

> دینی ناواقفیت ہی کسی مسلمان کے بہکنے کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان راجپوتوں اور ویسی اور دوسری قوموں کے لیے مذہب سے واقفیت کے ذرائع بہم پہنچائے جائیں۔

مولانا رحم الٰہی منگلوری نے اپنی تقریر کو معقول اور منقول دلائل سے سامعین کے ذہن نشین کر کے راجپوتوں کی دست گیری کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ظاہر کی ——— اس کے بعد مولانا عبد العزیز فتحپوری نے اخباروں سے اس فتنۂ ارتداد کے حالات جلسہ کو سنائے، پھر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے اسلام کی حقانیت اور اس کی عظمت کا ایسا نقشہ صفحاتِ قلوب پر کھینچا جس سے مسلمانوں کے دل اسلام کی محبت کے مزے لینے لگے، اور اس فتنۂ ارتداد کا اس طرح بیان فرمایا کہ مجمع چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ مولانا مرادآبادی نے مسلمانوں کو اتباعِ شریعت کی طرف توجہ دلائی، اور احکامِ اسلامی کی خلاف ورزی کو

مسلمانوں کی کمزوری، اور مخالفین اسلام کی جرأت و ہمت کی علت ثابت کیا ــــــ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ مجمع نے بالاعلان بلند آواز سے تمام خلافِ شرع باتوں سے توبہ کی اور اس پر آمادگی ظاہر کی کہ مسلمان ایک وقتِ مقررہ پر مسائلِ شرعیہ سیکھیں ــــــ پھر مولانا نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد جانے اور اپنے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو راہ پر لانے، اور ان کی دینی خدمت کرنے کا ذکر کیا۔ اور پُرزور انداز میں یہ بتایا:

اس وفد کو کسی کی مخالفت اور مباحثہ وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں، یہ وفد اپنے اسلامی بھائیوں کو پابندِ اسلام بنانے کی کوشش کرے گا۔

مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی کے بعد جماعت رضائے مصطفیٰ کے ناظر نواب حمید احمد خاں بریلوی نے مختصر سے جملے کہہ کر مولانا حشمت علی خاں لکھنوی کو موقع دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظر مولانا لکھنوی نے ایک پُردرد نظم پڑھی جس میں اسلام کی داستانِ شجاعت تھی ــــــ آخری جلسہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے وفد کی کامیابی اور اسلام کی ترقی کے لیے دُعا فرمائی۔ مولانا بریلوی اور تمام مجمع برہنہ سر ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو کر درد دل کے ساتھ دعائیں کر رہا تھا۔ اس وقت کثیر التعداد مجمع میں کوئی آنکھ نہ تھی جس نے آنسوؤں کا تار نہ باندھ لیا ہو۔ لوگ ایسے بے اختیار روئے کہ مسجد دردناک آہوں سے گونج اٹھی۔ اس طرح یہ جلسہ ختم ہوا۔ [1]

ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے وفد روانہ

جیسا کہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ جماعت رضائے مصطفیٰ نے ہنگامی اجلاس بلایا منصوبہ تیار کیا، کہ ان مسلم راجپوتوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے اگر فوری طور پر نہیں پہنچا گیا، تو ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ بالآخر اس جلسہ میں اس بات کا فیصلہ کہ صبح یعنی ۹ رجمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ / ۲۷ر جنوری ۱۹۲۳ء بروز شنبہ صبح ۹ بجے جنکشن اسٹیشن بریلی

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۵/۶، بابت ۵ فروری ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۲۳

سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا پہلا وفد اسلام روانہ ہوا ــــــ اس وفد اسلام کی قیادت مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری کر رہے تھے۔ دس جیّد علماءِ کرام پر مشتمل یہ وفد بریلی سے چل کر سب سے پہلے میرٹھ کے علاقہ میں پہنچا۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کو رخصت کرنے کے لیے سیکڑوں مسلمان علی الصبح اسٹیشن پر موجود تھے ــــــ اور دل سے دعائیں دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب فرمائے ــــــ وفد اسلام کے رخصت ہونے سے قبل ناظر جماعت مبارکہ نواب وحید احمد خاں نے یہ پیغام عوام کو سنایا ــــــ پیغام:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

برادرانِ ملّت دردمندانِ اسلام! یہ غضب ناک جلسہ آج دل و جگر پر کاری ضرب کھانے کے بعد کراہنے اور ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں کھینچنے، اور اپنی بدنصیبی پر رونے کے لیے منعقد کیا ہے۔ افسوس اسلام جیسا مقدس مذہب، جس کے سامنے دنیا سرِنیاز خم کیے چلی جاتی ہے اور آئے دن قومیں کی قومیں اور فوجیں کی فوجیں اس کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوتی رہتی تھیں، آج ہم بدنصیب، کم ہمت، نامرد، بزدل، غفلت شعار، ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی بے پروائیوں کی بدولت اس حال کو پہنچ گیا کہ ہنود جیسی قوم کہ جس کے یہاں ایک خارج شدہ ہندو کو بھی پھر اپنے مذہب میں واپس لینا دشوار ہے "گاؤں گاؤں میں شدھی سبھائیں قائم کرے"؟ اور ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کو ہندو بنا ڈالنے کے اعلان پر اعلان کروائے۔ مسلمان کسی پر چڑھ کر نہیں گئے، کوئی حملہ نہیں کیا، بلکہ اتحادِ ہنود میں محو ہو رہے ہیں۔ ان کے لیڈر اپنے مذہبی شعار تک کو اس اتحاد کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ ریاست حیدرآباد میں ان کی خاطر ذبیحہ گاؤ کو بند کر کے مسلمانوں کو ان کے جائز شرعی مذہبی حق سے محروم کر دیا ہے۔ اس پر بھی ہندوؤں کا غصہ کسی طرح فرو نہیں ہو سکتا، اور ان کے آتشِ غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے دمبدم ترقی کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ ملتان، لاہور، امرتسر، آرہ، کرتارپور وغیرہ کے واقعات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

"ہندو مہا سبھا" کے اجلاس گیا میں پنڈت مدن موہن مالوی نے ہندوؤں میں کیسے اشتدادی انتظام کی کوشش کی، اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مسلح کرنے کی رائے دے کر مسلمانوں کے لیے کیسا خطرۂ عظیم پیدا کر دیا ہے ـــــــ برادرانِ اسلام، علماء کے اقدام سے ڈر رہے تھے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا   آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

خدا خیر کرے ابھی تو اس سمندر میں طغیانی کے آثار نمودار ہوئے ہیں، موجوں کا تلاطم کیا حال کرے گا، یہ حال دیکھ کر ملک کے تمام مسلم اخبارات نے شور برپا کر رکھا ہے کہ علماءِ اسلام دوڑیں، ڈوبتوں کو بچائیں، بھٹکتوں کو سمجھائیں، غریب کمزور مسلمانوں کی دستگیری کریں۔ ہندوستان کی مختلف جماعتوں کو بھی خطاب کیا جاتا ہے اطبقۂ علماء کو بھی آوازیں دی جاتی ہیں، روزانہ اخبار دیکھے جاتے ہیں، لیکن اب تک نظر میں نہیں آیا کہ کوئی جماعت اسلام کی حمایت میں بے تابانہ میدانِ عمل میں آئی ہو ـــــــ اس لیے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے باوصف کمال، بے استطاعتی، بے سامانی قدم اٹھایا، اور اپنے علماء کو توجہ دلا کر ایک چھوٹا سا وفد بنا لائی، جو دس ارکان پر مشتمل ہے، اور اس وقت آپ کے سامنے اسلامی خدمات کے لیے کمربستہ تیار ہے ...... وفد اپنی کارگزاریوں کی اطلاع دیتا رہے گا۔ ہمیں رنج ہے کہ ہم اپنی ناداری کی وجہ سے اپنے علماء اور پیشوایانِ مذہب کو اس اسلامی خدمت کے لیے نہایت عسرت و تکلیف کے ساتھ روانہ کر رہے ہیں۔

الحمد للہ یہ حضرات ان تکالیف کو جو اس راہ میں برداشت کرنا پڑیں عمر بھر کے آرام و آسائش اور عیش و راحت سے زیادہ پیارا سمجھتے ہیں، مگر بہت زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ کام ہماری بے سر و سامانی کی وجہ سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکے۔ [1]

---

[1] نواب وحید احمد خاں منشی: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۵، ۶، بابت ۵ فروری ۱۹۲۳ء

نواب وحید احمد خاں بریلوی کی اس تفصیلی تقریر کے بعد دعاؤں کے ہجوم میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ، مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا کی قیادت میں میرٹھ کے علاقے کے لیے روانہ ہو گیا۔

اور بریلی سے ہدایات جاری ہوتی رہیں، وفد اسلام کی کامیابیوں کی اطلاعیں بھی آتی رہیں۔ بریلی کی مرکزی کمان حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے ہاتھوں میں تھی۔ اس بات کی وضاحت نہیں ملتی کہ وفد میں "دس افراد کون تھے؟

پہلا وفد اسلام میرٹھ پہنچا

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا وفد اسلام دس نفوسِ قدسیہ پر مشتمل ۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء کو روانہ ہو کر سب سے پہلے میرٹھ پہنچا۔ وفد اسلام کے پہنچنے پر مرکزی دفتر بریلی کو ان الفاظ میں اطلاع دے دی گئی کہ:

> الحمد للہ ہمارا وفد راجپوت مسلمانوں کی مذہبی حمایت و حفاظت کی غرض سے ضلع میرٹھ پہنچ گیا، اور اب وہاں دورہ کر رہا ہے ـــــــ مزید کیفیت سے بعد میں اطلاع دی جائے گی۔ [1]

مولانا سید ایوب علی رضوی نائب ناظم جماعت مبارکہ کے بقول:

> ہمارا پہلا وفد اضلاع میرٹھ و بلند شہر و علی گڑھ کا دورہ کرتا ہوا ـــــــ فتنۂ ارتداد کی تفتیش میں آگرہ پہنچا۔ [2]

وفد اسلام کے میرٹھ پہنچنے پر مسلمانانِ میرٹھ نے اس کا شاندار استقبال کیا، اور قیام کیے بغیر میرٹھ کے قرب و جوار کے گاؤں و قصبات کا دورہ کرتا ہوا آگرہ پہنچا ـــــــ پہلے آپ میرٹھ کے قصبات کے حالات ملاحظہ کریں۔

---

[1] ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۶، بابت ۵ فروری ۱۹۲۳ء

[2] ایوب علی رضوی، سید، مولانا: روداد جماعت سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۱

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے سرپرست وقائد اور سالار اعظم مولانا مصطفیٰ رضا کے تفصیلی مکتوب سے یہاں ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو انھوں نے مرکزی دفتر بریلی کے ناظم کے نام تحریر فرمایا تھا ——— مکتوب کا اقتباس :

آج کئی روز کے بعد آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں، جانتا ہوں کہ آپ کو لمحہ لمحہ وفد کی اطلاع کا شدید انتظار ہوگا، لیکن عذر خواہی کے لیے حالتِ سفر اور مقصد کی اہمیت بس ہے ——— قریاتِ ضلع میرٹھ (۱) گوندی (۲) سلائی (۳) توڑی (۴) سرادہ کشور (۵) شاہ جہانپور (۶) بیالہ (۷) لکوا (۸) بغیانہ (۹) سلطان پور (۱۰) مراد پور ——— ان گاؤنوں میں مسلمان اچھی حالت میں ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں اور نمازی بھی ہیں۔ البتہ بدقسمتی سے پلکوا، سرادہ، بیالہ، توڑی وغیرہ میں غیر مقلدین ہیں، جو عام مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں، اور ان کی بدولت روزمرہ جھگڑا فساد ہوتا رہتا ہے ——— البتہ میرٹھ کے قریب دو چار گاؤں ایسے ہیں جہاں کے مسلمان گائے کا گوشت کھانا برا سمجھتے ہیں، اور مسلمان کا جھوٹا کھانے پر پرہیز کرتے ہیں۔ اپنے برتن میں کھاتے پیتے ہیں اور تقریبات میں بھی ہنود کا ساتھ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس دورے کے بعد پھر ان کی طرف توجہ کی جائے گی۔

تعجب ہے کہ یہ گاؤں میرٹھ کے متصل ہیں، اور میرٹھ میں اہل علم بھی ہیں، مدارس اسلامی بھی ہیں، مگر وہاں کے مسلمانوں کی حالت اب تک ایسی افسوس ناک ہے ——— اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ [1]

ضلع بلند شہر کا دورہ

نائب ناظم مولانا سید ایوب علی بریلوی کے بقول: جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام

[1] مکتوب گرامی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری بنام ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ صدر دفتر بریلی، محررہ ۱۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء

آگرہ کے بعد ضلع بلند شہر کے دورے پر گیا [1] ——— ضلع آگرہ کے بالمقابل بلند شہر کی حالت بہتر تھی، بلند شہر کے گاؤں اور قصبات کے دورے کی تفصیل مولانا مصطفیٰ رضا نوری سالار اعظم وفد اسلام کے مکتوب گرامی سے سنیے :

ضلع میرٹھ کی حالت دریافت کرنے کے بعد ہم ضلع بلند شہر کی طرف متوجہ ہوئے، اس ضلع میں بکثرت راجپوت آباد ہیں، یہ راجپوت "چوہان" خاندان کے ہیں، مسطورۂ ذیل گاؤں میں خاص مسلمانوں کی آبادی ہے۔ مسجدیں بھی ہیں، نمازیں با جماعت ہوتی ہیں۔ اکثر مساجد میں گرم پانی کا انتظام ہے، مسجدوں میں عمدہ فرش اور پردے ہیں ——— اس سے ظاہر کہ یہاں کے مسلمان مذہب کا درد اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ اور ان کی حالتیں بفضلہ تعالیٰ قابل شکر ہیں۔ ان گاؤنوں کے نام یہ ہیں: (۱) آصف آباد (۲) چندیرہ (۳) بھادسرائے (۴) مہولی (۵) رسول پور (۶) سنیا (۷) خرم پور (۸) باغ والا (۹) اجیت پور (۱۰) بھگوان (۱۱) ماندہ (۱۲) ہوگرہ (۱۳) پرتاپ گڑھ (۱۴) گنگاولی (۱۵) تاج پور (۱۶) بھینسہ ولی (۱۷) جہانت پور (۱۸) گڈھی اترۃ یہاں کے مسلمان پکے مسلمان ہیں، اور رسوم کفریہ و ریشہ دوانی کفار سے بعنایت الٰہی بالکل محفوظ ہیں۔ اور اسلام کے خلاف کوئی کلمہ کسی زبان سے سننا گوارا نہیں کرتے ہیں۔

مذکورہ انھیں دیہات کے قریب (۱) گنورہ شیخ (۲) شاہ نگر (۳) چندیرو (۴) محمد پور (۵) تاج پور بھی ہیں۔ ان میں بلوچ آباد ہیں، ان میں بھی رسوم کفار نہیں ہیں، اور مذہبی حالت بکرمہ تعالیٰ غیر مخدوش ہے ——— تاہم ہمارے وفد نے بعض دیہات میں کوشش کی ہے کہ دینی تعلیم کا سلسلہ رائج ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی کی قوی امید ہے۔ [2]

[1] ایوب علی رضوی، سید، مولانا: روداد جماعت مبارکہ سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۱

[2] مکتوب گرامی مولانا مصطفیٰ رضا نوری، بنام ناظم جماعت مبارکہ صدر دفتر بریلی، محررہ ۸ر جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

ضلع بلند شہر کا دورہ کرکے جماعت رضائے مصطفیٰ نے اسلام پر حملہ کرنے والوں کا صفایا کردیا، ان جگہوں کے مسلمان بہتر حالت پر تھے، مگر ان کو اور مضبوط کردیا۔

آگرہ میں وفد اسلام کا زبردست استقبال

آگرہ کو آریوں نے اپنا اکھاڑہ بنا رکھا تھا، اور یہیں پر راجپوت زیادہ تر آباد ہیں، پنڈت شردھانند نے "شدھی بھارتی سبھا" قائم کی، اور یہیں سے گاؤں گاؤں میں شدھی سبھائیں قائم کرکے وہاں کے مسلم راجپوتوں کے ایمان پر حملہ کیا جاتا تھا۔

یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ جنگی حکمت یہ ہے کہ جس پر تمہیں حملہ کرنا ہے یا جس کا دفاع کرنا ہے، تو پہلے اس کے قرب و جوار کے اعضاء کو مضبوط کرو، اور متحدہ محاذ بناکر جنگ لڑو، اور اگر ایسا نہ کیا جائے، اور آناً فاناً اس محور و مرکز پر ہلّہ بول دیا جائے، یا دفاعی طاقتیں جھونک دی جائیں تو عقب سے حملہ کا خطرہ اور بغاوت کے آثار بدستور باقی رہتے ہیں، اور یہ عقب کا حملہ بڑا جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ پھر جنگ کا پانسہ پلٹنے کے بجائے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا، شکست و ریخت مقدر بن جاتی ہے ——— اسی لیے وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے لیے ضروری تھا کہ وہ قرب و جوار کے اضلاع کی حالت و کیفیت جان کر اس کی اصلاح کرے، پھر محور پر نظریں جماکر لڑے، اسی نقطۂ نظر سے وفد اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی، جنگ اس کے حق میں ثابت ہوئی۔

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ میرٹھ اور بلند شہر کا دورہ کرتے ہوئے آگرہ پہنچا، وہاں پر اللہ تعالیٰ نے کیسی کامیابی نصیب فرمائی، اسی جماعت کے ایک قریبی اور معتمد کی زبانی سنیے ——— لکھتے ہیں:

> وفد اسلام دورہ کرتا ہوا آگرہ پہنچا۔ یہاں کے مفتی شہر حضرت مولانا مولوی سید محمد دیدار علی صاحب اور ان کے فرزند ارجمند جناب مولانا مولوی مفتی سید احمد صاحب نے اس وفد کا کمال احترام کیا، اور اس کی اعانت میں بہت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ان کی محنتوں اور مخلصانہ کوششوں سے وفد کو اپنی ابتدائی حالت میں بڑی تقویت

> ہوئی۔ انھیں کے اثر سے شہر کے باشندوں نے وفد کے ساتھ بہت ہمدردی کی، جن میں جناب حاجی ولی اللہ خاں صاحب اور جناب منشی وارث علی خاں صاحب اور جناب منشی کریم بخش صاحب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ حاجی صاحب نے عرصے تک وفد کو اپنے مکان میں مقیم رکھا، اور دیہات میں سراسیمہ پھرا کیے، اور اب تک یہ اصحاب وفد کی ہر طرح کی اعانت قلبی اخلاص کے ساتھ فرما رہے ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ [1]

علاقۂ ارتداد آگرہ کا ایک منظر

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی دیگر کاروائیاں پڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علاقۂ ارتداد کا ایک اجمالی منظر پیش کیا جائے، جو آگرہ میں کہرام بپا کیے ہوئے تھے۔ ذیل کے اقتباس سے اندازہ ہو جائے گا کہ کیسی دردناک اور دل فگار داستان تھی اور نہ جانے کتنے مسلم راجپوتوں کو آریوں نے مرتد کر دیا تھا ——— ایک منظر:

> علاقۂ ارتداد میں نومسلموں کی حالتیں دیکھ کر ہمارے مبلغین وفد کو وہ صدمے ہوئے کہ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ نام پوچھیے تو بھوپ سنگھ، روپ سنگھ، دلی سنگھ، ہندوانی نام، شکل دیکھیے تو داڑھی ندارد، دھوتی بندھی ہے، سر پر بالشت بھر کی چٹیا ہے، دروازوں پر رام رام لکھا ہے، الٹیا تھال کھانے پینے کے برتن ہیں، چوکا دیکھ کر کھانا پکایا جاتا ہے، مسلمانوں سے چھوت مانتے ہیں، اپنے برتن نہیں چھونے نہیں دیتے، ان کے برتنوں کو ہاتھ نہیں لگاتے، وحشت کا یہ عالم کہ پاس بیٹھنے اور بات سننے کو تیار نہیں۔ [2]

اس سے کہیں زیادہ وحشت ناک منظر تھا، ہر چہار جانب سے مسلمانوں پر یلغار تھی، اور میدان جنگ میں صرف جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام دس نفوس قدسیہ پر مشتمل بے یار و

---

[1] جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: روداد سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۱

[2] " " " " " ص ۱۲، ۱۳

مدد گار اسلام کی پاسبانی کرتا ہوا اور بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوا گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور قریہ قریہ پھر رہا تھا۔

مبلغین وفد اسلام کو اذیتیں

آریہ سماجی ایمان کو لوٹتے پھر رہے تھے، اور ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے دوسری جانب وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ بے سروسامانی کے عالم میں گشت کر رہا تھا۔ شورش زدہ علاقوں میں جب وفد اسلام جاتا تو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں، وہ اس کو برداشت کرتے رہے ——— چونکہ اس برداشت کی مثالیں تاریخ اسلام میں بھری پڑی ہیں، وہ ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ بقول مولانا سید ایوب علی بریلوی:

> مبلغین وفد اسلام جب ان کے گاؤں میں پہنچتے ہیں تو ان پر کیچڑ پھینکتے ہیں، کتے دوڑاتے ہیں، دور دور سے ہنسی اور تمسخر اڑاتے ہیں ——— گاؤں میں آریوں کے اغوا سے یہ انتظام کر دیا جاتا ہے کہ مبلغین اسلام کو آٹا، دال، نمک، مرچ کوئی چیز میسر نہ آنے پائے۔

ان مصائب اور پریشانیوں کے باوجود وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے ہمت نہ ہاری اور وہ بھوکے پیاسے رہ کر ٹھوکریں کھاتے ہوئے بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کمربستہ رہے۔ اور پھر اللہ نے ان مبلغین اسلام کو وہ کامیابی عطا فرمائی کہ:

> مگر الحمد للہ مبلغین نے جس صبر و تحمل کے نمونے پیش کیے وہ ان کے دلوں پر نقش ہو گئے اور اسلامی اخلاق نے ان کے قلوب کو اس طرح تسخیر کیا کہ انھوں نے اپنی خواہش سے نام بدلوائے، چوٹیاں کٹوائیں، میلاد شریف پڑھوائے، بار بار قرآن کریم سنا، اور پھر استدعا جاری رہی، میسر نہ ہوئے، طہارت اور نماز کے طریقے سیکھے، جہاں آب و دانہ بند کر رکھا وہاں اتنی بڑی بڑی جماعتوں سے نماز ہو رہی ہے کہ شوکت اسلام نظر آنے لگی۔ [1]

---

[1] جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: روداد سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء، ص ۱۲

آریہ مہا سبھا کا جلسہ اور شدھی ریزولیوشن

آگرہ آریہ سماجیوں کا مرکز تھا، آریہ تبلیغی مشن یہیں سے جاری تھا، آریہ نو مسلم راجپوتوں کی نسل کو اپنے مذہب کی طرف کھینچتے تھے، اور اس میں اپنی زبردست طاقتیں صرف کر رہے تھے۔ ان کے جلسوں میں والیانِ ریاست، اور بڑے بڑے دولت مند شریک ہوتے، اور بڑی سرگرمیوں کے ساتھ عمل کی تیاریاں کرتے تھے۔

تحریک شدھی کو برق رفتاری سے تیز کرنے کے لیے ۳۰ / ۳۱ دسمبر ۱۹۲۲ء کو "مہا سبھا" کا جلسہ بلونت راجپوت ہائی اسکول آگرہ میں بصدارت راجہ دھراج ناہر سنگھ رئیس شاہ پورہ بھیلواڑہ ریاست اودے پور میواڑ منعقد ہوا۔ اس میں شدھی یعنی مسلمانوں کو آریہ مذہب میں داخل کرنے کا ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا۔ اور اس بات پر بھی سب لوگ متفق ہوئے کہ لٹریچر کے ذریعہ تحریک شدھی شروع کی جائے، اور آریہ سماجی لٹریچر مفت تقسیم کر کے مسلم راجپوتوں کے گھر گھر پہنچا دیا جائے ——— اس سلسلہ میں یہ شخص بہت پیش پیش تھے۔ ٹھاکر کرپا رام ماسٹر راجپوت بورڈنگ ہاؤس لاہور اور راؤ گوپال سنگھ رئیس کھروا ضلع اجمیر شریف۔ [1]

"آریہ مہا سبھا آگرہ" کے جلسہ کی کارروائی مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے مرکزی دفتر بریلی کو ارسال فرما دی تھی، تاکہ وہاں مجلس شوریٰ منعقد ہو کر کوئی مثبت قدم اٹھایا جائے، اور خود بھی اس پر غور و فکر کر رہے تھے۔ مزید یہ کہ آریہ مہا سبھا جلسہ کی پاس شدہ تجاویز اور ان سے تعلق رکھنے والے والیانِ ریاست کی منظورات کو بھی صدر دفتر بھیج دیا گیا۔ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے جو مہا سبھا جلسہ کے پریسیڈنٹ اور استقبالیہ کمیٹی کی اسپیچوں میں پریسیڈنشل ایڈریس روانہ کی تھی، اس کے آخر میں لکھا ہے:

> مجھے یہ سن کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے کہ اب کی بار مہا سبھا نے ان چھتری بھائیوں کو جن کو خراب و گندے لوگوں نے زبردستی مسلمان بنالیا ہے، پھر شدھ کرنے کا اچھا ارادہ ہے، یہ نہایت ہی عمدہ اور بہتر بچار ہے۔ اس کام میں اپنی خوشنودی

---

[1] مصطفیٰ رضا نوری، مفتی اعظم: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۱۹ فروری ۱۹۲۳ء

کا اظہار کرتا ہوں۔ [۱]

آریوں کا دُوسرا طریقۂ تبلیغ

آریہ مہا سبھا کے اجلاس میں یہ پاس ہوا تھا کہ مسلمانوں کو شدھی کیا جائے، اور طریقہ شدھی کرنے کا، اور کن خطوط پر یہ تحریک چلے گی یہ پاس نہ ہو سکا تھا۔ اس کے لیے بعد میں جلسہ ہوا جس میں یہ پاس کیا گیا کہ پہلے جو چھوت چھات ہے، اس کو دُور کیا جائے، ہندو بھائی مسلمانوں کو برتن نہیں چھونے دیتے، ان سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے ——— یہ سب دور کیا جائے، اور مسلمانوں سے خوب میل ملاپ کیا جائے، تاکہ آریہ مشن کو تقویت مل سکے۔ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے جو رپورٹ صدر دفتر بریلی ارسال کی تھی، اس میں بھی اس جلسہ کا مختصر الفاظ میں ذکر ہے، مگر وہ رپورٹ جلسہ ہونے سے پہلے بھیجی گئی تھی ——— آریوں کا طریقۂ تبلیغ متعین کرنے میں اس جلسہ نے اہم رول ادا کیا۔

بقول مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی:

> آگرہ میں آریوں کی ایک عام سبھا ہونے والی ہے ——— جس میں چھوت چھات توڑنے کا عملی نظارہ کیا جائے گا۔ [۲]

مسلمانوں کی حالات سے بے خبری

آریہ کی عام سبھا سے یہ منظور ہوا کہ ایک طرف تو تبلیغی دورہ جاری ہے، دوسری جانب لٹریچر بھی جاری رہے گا، تیسری اُور کثرت کے ساتھ شدھی سبھائیں قائم کی جائیں، چوتھی طرف جا بجا مدارس قائم کر کے آریائی تعلیم ذہن نشین کرائی جائے، اور مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ تم لوگ ہماری قوم کے ہو، تمھارے باپ دادا ہندو ازم پر تھے،

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۱۹ فروری ۱۹۲۳، ج ۵۹، ش ۲۶

[۲] 〃 〃 〃 : ص ۶، 〃 〃 〃

اب تمھارے سامنے صحیح راستہ آگیا ہے، اور پانچویں جانب طبی کیمپ قائم کر کے جگہ جگہ شفاخانے کھولے جائیں، تاکہ ان ذرائع سے اپنا حصول مقصد ہو، اور ان کو آلۂ کار بنایا جائے۔

مذکورہ حالات روزانہ اخبارات میں چھپتے رہتے تھے، ہندوؤں کی بکثرت جماعتیں میدانِ عمل میں اتر چکی تھیں، مسلمانوں کی طرف سے صرف جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا وفد اسلام ان کے مدِمقابل تھا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی قلت کے ساتھ غیروں کی کثرت تھی، یہاں بھی ہزاروں اور لاکھوں کے درمیان صرف دس نفوسِ قدسیہ میدانِ جہاد میں جہاد کا علم اٹھائے ہوئے تھے۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری کو افسوس اس بات کا تھا کہ ہندوؤں کی پوری قوم بیداری کے ساتھ عملی طور پر سرگرم ہے اور مسلمان مذکورہ حالت کو غلط بتا کر خوش فہمی میں مبتلا ہو رہے تھے ـــ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے الفاظ میں:

> وہ کامل بیداری سے صیادانہ گھات میں ہیں، اور مسلمان اس قدر بھولے ہیں، کہ ابھی تک اس خبر کا وثوق و اعتبار بھی نہیں۔ ضلع بلند شہر اور میرٹھ میں آدمی ایسے ملے، جو کہتے تھے کہ یہ خبریں غلط ہیں۔ کوئی مسلمان نہیں بہکایا جاتا نہ کسی کو آریہ بنانے کی کوشش ——— اخبار غلط خبریں لکھ رہے ہیں۔ مگر یہاں آنے سے اس علاقہ کے مسلم راجپوتوں کی جو حالتیں دریافت ہوئیں، ان سے دل زخمی ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں ان کو ہدایت فرمائے، ان کے نام ہندوؤں کے سے ہیں، سروں پر چوٹیاں رکھتے ہیں، نہ اپنا برتن کسی کو دیں، اور نہ کسی کا خود استعمال کریں، وعظ کے ساتھ تمسخر کریں، ان کی نقلیں بنائیں، منھ چڑائیں، نفرت کریں، پاس نہ آئیں، خدا کی پناہ کیا حالت ہے۔ [۱]

⁂

---

[۱] مکتوب گرامی مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، بنام ناظم مرکزی جماعت مبارکہ صدر دفتر بریلی: محررہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

سلطانپورہ میں وفد اسلام

جماعت رضائے مصطفیٰ کا مختصر سا قافلہ آریوں کی یلغار کو روکنے کے لیے بظاہر ناکافی تھا، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ دوسرے افراد کو شامل وفد اسلام کیا جائے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد سلطانپورہ ضلع آگرہ کے دورے پر گیا، یہ موضع آگرہ سے متصل ہے، آب و ہوا شہر جیسی ہے، لوگوں کا رہنا سہنا بھی شہروں جیسا۔ وفد اسلام کے پہنچنے پر ایک جلسہ منعقد کرکے مسلمانوں کو اسلام پر سختی سے قائم رہنے کی تلقین کی، اور اس پر استدعا کی کہ ہمارے وفد میں شامل ہوکر اسلام و مذہب کی خدمت انجام دیں، اس پر بھی وفد اسلام کو کامیابی ملی، سب نے وعدہ کیا ——— بقول مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی:

———

ہمارا وفد اسلام موضع سلطانپورہ میں، جو آگرہ سے متصل ہے پہنچا اور وہاں کے راجپوتوں سے ملاقات کی، یہ لوگ شائستہ تعلیم یافتہ اور قابل ہیں، اسلامی ہمدردی وحمیت رکھتے ہیں، ہم نے اپنا دردِ دل کہا اور ان سے استدعا کی کہ آپ ہمارے وفد میں شامل ہوکر اپنے رشتہ داروں اور برادروں کی دستگیری کے لیے چلیے، اللہ کا شکر ہے کہ ان میں سے بعض صاحبوں نے وعدہ کیا ——— انشاءاللہ العزیز کل ہمارا وفد کھڑوالی جائے گا۔ [1]

شاہی جامع مسجد آگرہ میں وفد اسلام کا خطاب

۴ر فروری ۱۹۲۳ء کو وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے شاہی مسجد آگرہ میں جمعہ کے دن اپنے تبلیغی پروگرام کو ہزاروں مسلمانوں کے درمیان رکھا، جو شہری اور دیہات کے آئے ہوئے تھے ——— سب نے اس کو سراہا اور خصوصیت کے ساتھ شاہی جامع

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، بابت ۱۹ر فروری ۱۹۲۳ء

مسجد آگرہ کے امام وخطیب مولانا ضیاء الاسلام وفد اسلام کے ساتھ بہت زیادہ ہمدردی کا اظہار فرماکر تبلیغی مشن میں شامل ہوگئے۔ نماز جمعہ میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی رکن وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے تقریر میں یہ ثابت کیا:

اس وقت اسلامی احکام کے خلاف عمل کرنا، اسلام کو اس نازک حالت میں سخت صدمہ پہنچانا ہے ——— اور اس کے دشمنوں کی تائید ہے۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی کامیاب تقریر پر مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی لکھتے ہیں:

ہمارا وفد جامع مسجد پہنچا جہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا، نماز جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے بہتر رکن حضرت مولانا المحترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زیدت برکاتہ نے اسلام کی شان وشوکت اور موجودہ حالت پر دل گداز تقریر فرمائی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے ——— اس موقع پر مولانا نے داڑھیاں منڈوانے، اور کبائر میں مبتلا ہونے سے توبہ کروائی، مسجد کا وسیع صحن توبہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ [1]

مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی تقریر کے چرچے شہر میں گونج رہے تھے، جن لوگوں نے جلسہ میں توبہ کی تھی، وہ اپنے دوست واحباب سے توبہ کرانے پر مصر تھے۔ جامع مسجد آگرہ سے وفد اسلام کا پیغام دُور دُور تک پہنچ گیا، اور جو لوگ نہیں جانتے تھے، انھوں نے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے شمولیت کی درخواست کی۔

سلطان پور کے مسلمان وفد اسلام میں شامل

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا آگرہ کے دیہات میں پہلا دورہ سلطان پورہ کا تھا۔ آپ نے پچھلے صفحات میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے ——— وفد اسلام

---

[1] مکتوب گرامی مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری، بنام ناظم مرکزی صدر دفتر بریلی: محررہ ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء

کی اپیل پر سلطان پورہ کے افراد حامیانہ جذبات سے وفد اسلام میں تبلیغی خدمات انجام دینے کے لیے دوسرے دن شامل ہو گئے، چونکہ وہاں کے مسلمانوں کے رشتہ دار دوسرے علاقوں میں بکثرت پھیلے ہوئے تھے، اور علاقائیت کا اثر بھی مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے جماعت رضائے مصطفیٰ نے ان کی شمولیت کو اسلام کی پہلی فتح قرار دیا اور پھر دوسرے علاقوں کے دورے پر نکل گئے۔ سلطان پورہ کے وفد کی قیادت مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے بابو محمد شتاب خاں راجپوت رئیس سلطان پورہ کو سونپ دی، اور ان کا ایک الگ وفد تشکیل دے دیا، مگر ان کے تبلیغی پروگرام وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے ماتحت تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے نائب ناظم مولانا سید ایوب علی رضوی کے الفاظ میں:

جناب بابو محمد شتاب خاں صاحب اپنی کافی جماعت لے کر دیہات میں دورے کیا کرتے تھے اور اپنے برادرانہ تعلقات، اور ذاتی وجاہت واثر سے وفد کو بڑی امداد پہنچاتے رہے ہیں۔ اگر کہیں ناکامی کی صورت نظر آتی، تو شب میں روتے، اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کیا کرتے، فضلِ الٰہی سے صبح کو نقشہ بدل جاتا تھا۔ اس وفد کی نقل وحرکت نے سرزمینِ ارتداد میں ایک جنبش پیدا کر دی، اور جہاں یہ وفد پہنچا، قرب وجوار کے دیہات کے کثیر التعداد مسلم راجپوت اس سے آملتے۔ اور اسلامی محبت کی آغوش وا کر کے دو بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح نہایت شوق سے بغل گیر ہوتے۔

سلطان پورہ ضلع آگرہ کے وفد کے امیر بابو محمد شتاب خاں تھے۔ وہ اپنے قصبہ کے بااثر شخص اور زمیندار تھے۔ ان کا طریقۂ تبلیغ یہ تھا —— بقول مولانا رضوی:

پہلے تو اس وفد کے اراکین جن کو اخلاق کے مجسمے کہنا چاہیے، ان کو مخاطب کر کے ایک دل آویز تقریر سناتے، جس میں اسلام کی حقانیت اور اس کی خصوصیاتِ امتیازاً برکات اور اس کے دینِ الٰہی، ذریعۂ نجات اور وسیلۂ بہبودِ دنیا وآخرت ہونے کا ذکر ہوتا تھا۔ جب یہ تقریریں دل ہلا دیتیں، اور حقانیتِ اسلام کا جوش ان کے سینے میں موجیں مارنے لگتا، تب ان سے استدعا کی جاتی کہ اپنے بھائیوں کی دستگیری کرو، اور جو اغیار کے پنجے میں پھنسا چاہتے ہیں، طمع اور لالچ کے شکار

ہو رہے ہیں، انھیں اس مصیبت سے بچاؤ —— وہ سب وفد کے ساتھ شامل ہو کر کوششیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ کامیابی دیتا۔ [1]

وفد اسلام کا طریقۂ تبلیغ اور خطوط

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے اپنے دس افراد پر مشتمل وفد کی مجلس شوریٰ منعقد کر کے آریوں کے طریقۂ کار کو مدنظر رکھ کر ان کی کاٹ کے لیے کچھ طریقے اور خطوط کا تعین کیا، کیونکہ آریہ کا حملہ ہر چہار جانب سے ہو رہا تھا، اور ہر حملے کا جواب بھی دینا تھا ورنہ وہ کسی بھی حملہ میں کامیاب ہوتے نظر آتے۔ یہ طے پایا کہ جگہ جگہ مدارس قائم ہوں اور لٹریچر کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو ان تک پہنچایا جائے، کچھ علماء کا وفد برابر متاثرہ علاقہ میں دورہ بھی کرے —— مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

وفد نے اشارۃً وکنایۃً بھی کسی چندہ کی تحریک نہیں کی، نہ اس کا ارادہ، مگر روپیہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے، جس کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں —— ان لوگوں کی ہدایت کے لیے متعدد رسالے، حمد وتوحید کی نظمیں، عقائد کی تعلیم، اسلام کی خوبیاں چھاپنا پڑیں گی، جو ان میں مفت تقسیم کی جائیں گی، حسب ضرورت مدرسے کھولے جائیں گے، جابجا امام ومعلم مقرر کیے جائیں گے، جو مستقل طور پر قیام کر کے کام کریں۔ وقتاً فوقتاً نگراں جماعت دورہ کرتی رہے گی۔ غیر مستطیع لوگوں کو نماز کے لیے کپڑے دیے جائیں گے۔ [2]

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے اس تفصیلی مکتوب میں ان لوگوں کے نام بھی لکھے ہیں، جنھوں نے وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھ تعاون کیا۔ حاجی ولی اللہ خاں محلہ رکاب گنج آگرہ کا بھی شکریہ ادا کیا ہے، جنھوں نے پچاس جوڑے کپڑے وفد اسلام

---

[1] ایوب علی رضوی بریلوی، مولانا: روداد جماعت مبارکہ چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۲

[2] مکتوب گرامی مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، بنام ناظم صدر دفتر بریلی، محررہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

کو دیئے، جو غیر مستطیع لوگوں میں تقسیم کیے گئے۔

شُدھیوں کا گڑھ موضع کھڑوائی اور وفدِ اسلام کی فتح

موضع کھڑوائی شہر آگرہ سے کافی دُور ہے، یہاں پر کافی مسلم راجپوت آباد ہیں، مگر بدقسمتی سے شدھیوں کے شکنجے میں چلے گئے، انھوں نے آریہ سماجی رنگ غالب کر دیا، اور صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ تحریکِ شدھی کا بہت زور تھا، اور اس کے حامیوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ جماعتِ رضا کے وفدِ اسلام نے ضروری سمجھا کہ پہلے اسی جگہ کو پاک صاف کر دیں، پھر آگے کا پروگرام بنایا جائے۔

۱۷ رجمادی الاخری ۱۳۴۱ھ کو وفدِ اسلام بصد شان و شوکت آگرہ سے موضع کھڑوائی کو روانہ ہوا، روانگی سے قبل وفدِ اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے اپنی سعی کو زبردست بنانے کے لیے موضع سلطانپورہ ضلع آگرہ کے مسلم راجپوتوں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور وہ حامیانہ جذبات کے ساتھ بے دریغ وفدِ اسلام میں شامل ہوئے۔ ان میں معزز طبقہ کے دولت مند راجپوت بھی شامل تھے۔ لہ ــــ جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد گیارہ بجے اسٹیشن آگرہ کنٹونمنٹ

لہ سلطانپورہ کے حالات پچھلے صفحات میں گزر چکے ہیں۔ تاہم اس وفدِ اسلام میں شامل ہونے والے سلطانپورہ کے مسلمانوں میں محمد شتاب خاں، رمضان خاں، عبدالمجید خاں، بابو عنایت خاں، ماسٹر عبدالغفور خاں، مرزا محبوب علی بیگ، عبدالحمید خاں وغیرہ تھے۔ ان میں محمد شتاب خاں آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم سلطانپورہ بالخصوص قابل تعریف تھے۔ بقول مولانا حشمت علی لکھنوی: "آپ کا دردِ اسلام اور مذہبی حمیت یہ ہے کہ آپ ہم غریبوں کے ساتھ اسٹیشن سے پیادہ چلے اعلاء کا وہ تعظیم و احترام کیا جو ایک مخلص عقیدت مند کو کرنا چاہیے۔ آپ کے قابلِ قدر مخلصانہ جذبات سے وفدِ اسلام کو اپنے مقصد میں بہت بڑی کامیابی ہوئی، اور آپ کے اثر سے ہم کو اپنے مقاصد میں بہت کچھ فائدہ پہنچا" ــــ نذیر احمد خاں ساکن موضع سانداں ضلع آگرہ نے وفدِ اسلام کا کافی تعاون کیا، اسلامی ہمدردی رکھتے تھے۔ بقول مولانا لکھنوی "آپ کی اسلام دوستی اور احکامِ اسلام پر استحکام نے وفد کی بہت بڑی اعانت کی ہے۔" دبدبۂ سکندری ص ۸، ۹ بابت ۱۹ فروری ۱۹۲۳ء، ۱۲ رضوی غفرلہٗ

پر پہنچا، ساڑھے گیارہ بجے گاڑی روانہ ہوئی، اور ڈیڑھ بجے رنکتہ اسٹیشن پہنچ گئے۔ یہاں سے سواریاں نہ ملنے کے سبب سارا سامانِ سفر اسٹیشن ہی پر چھوڑ کر وفدِ اسلام موضع کھڑوائی کے لیے روانہ ہوا۔ سوا تین بجے کھڑوائی پہنچے، آبادی نظر آنے پر کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے وفدِ اسلام آبادی میں داخل ہوا۔ اور آبادی کی حالت بد سے بدتر تھی۔ مسلمانوں کے مکانات پر رام رام، سر پر چوٹیاں تھیں ــــ مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی کے الفاظ ہیں:

> ہم آبادی میں داخل ہوئے تو یہاں کے مسلمان کہلانے والے راجپوتوں کی حالت اس سے بھی بدتر پائی، جو اخبارات میں دیکھی، اور لوگوں سے سُنی تھی۔ مسلمانوں کے نام مرلی سنگھ، ہری سنگھ تھے۔ سلام کی جگہ رام رام کہتے تھے ...... ملاقات ہوتے ہی کہا "صاحب ہم کو نماز روزہ نہ بتانا، اس سے خاندان بگڑ جاتا ہے۔ اور ہماری راجپوتی میں فرق پڑتا ہے۔"

مسلم راجپوتوں کی حالت دیکھ کر، اور ان کی باتیں سُن کر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ نام کے بھی مسلمان ہیں، بلکہ ایسا گمان ہوتا تھا کہ ہندوؤں کے گاؤں میں آ گئے ہیں۔ اسلام نام کی کوئی چیز نہیں تھی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا ہے ــــ اور دیگر علاقوں میں مسلمان اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ اخبارات والے خبریں غلط شائع کر رہے ہیں۔ مولانا حشمت علی لکھنوی مسلمانوں کی غفلت شعاری اور حالات سے بے خبری کا ماتم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> اللہ اکبر! ــــ مسلمان ایسے خوابِ غفلت میں پڑے سو رہے ہیں، کہ ان کے بھائی اس حالت کو پہنچ گئے، اور انھیں خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اب تک یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ خبر جھوٹ اڑائی گئی ہے، بھلا کہیں مسلمان بھی ہندو ہو سکتے ہیں ــــ میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ ہماری بے خبری، سستی اور مخالف کی باخبر سرگرمی سے ہمیں سخت نقصان پہنچا۔ ابھی ایک موضع کھڑوائی میں آریوں کی طرف سے جماعتیں ان غافل لوگوں کو بہکانے کے لیے دورہ کرتی رہتی ہیں ــــ کاش! اب بھی ہمارے مسلمان بھائی آنکھیں مل کر اس غفلت کی نیند سے چونک

انھیں۔ اور اپنے ان ڈوبتے ہوئے بھائیوں کا ہاتھ پکڑیں۔ [1]

موضع کھڑوائی کے مسلم بے خبر راجپوتوں کو جمع کر کے وفد اسلام نے ان کو اسلام کی تعلیمات بتائیں اور تقریریں کیں۔ وفد اسلام کی پُر اثر اور جادو بھری تقریر نے ان لوگوں کے باطل اعتقادات، جو اُن کے دلوں میں رسوخ و استحکام سے جمے ہوئے تھے، متزلزل کر ڈالے، ان کے تمام شبہات دُور کیے، اُن کے سارے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور ان کو بتایا کہ تم لوگ اسلام کے دشمنوں کے پنجے میں آ گئے ہو، سچا مذہب صرف اسلام ہے، باقی سب باطل ہیں۔ ان راجپوت سنگ دلوں سے نماز پڑھنے کا اقرار کرایا۔ یہ وفد اسلام کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ مسلم راجپوتوں کو داڑھیاں بڑھانے، چوٹیاں کٹوانے، نام بدلوانے پر بھی نیم راضی کر لیا تھا۔ اسلامی کشش نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

دوسرے روز علی الصبح وفد اسلام کے علما اسی گاؤں کھڑوائی کی دوسری چوپال میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر راجپوتوں کو بلا کر سمجھایا۔ اور ان کی اسلام سے دُوری پر حیرت و افسوس کا بھی اظہار کیا، نماز کی طرف رغبت دلائی، کچھ آسان مسائل بتائے۔ سنگ دل راجپوتوں نے نماز پڑھنے کا اقرار کیا۔ ایک مسلم راجپوت جن کا نام نواب علی خاں تھا، ان کے سر پر چندو ڈول کی جیسی چوٹی تھی، وفد اسلام کے علما نے اس چوٹی کے بارے میں سب کو سمجھایا، اور پھر انھوں نے ان باتوں کو مان لیا۔ پھر مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے اپنے دستِ مبارک سے قینچی لے کر چوٹی کاٹی اور اسلام کی تجدید بھی فرمائی۔ دوسرے صاحب اٹھے جن کا نام برہما تھا، مولانا بریلوی نے ان کا نام رحمت علی خاں رکھا اور چوٹی کاٹی ——— اس کامیابی پر مولانا لکھنوی کا اظہارِ مسرت اور وفد اسلام کا جوشِ اسلامی دیکھیے ——— بقول مولانا لکھنوی:

> اصحاب وفد نے ان دونوں کو مدت کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح گلے لگایا، انھیں مبارکبادیں دیں، کلمۂ شہادت کے غلغلے بلند ہوئے، اور دُعا ہوئی کہ "اللہ

[1] حشمت علی لکھنوی، مولانا: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۹، بابت ۱۹ فروری ۱۹۲۳ء

> تعالیٰ اسی طرح ہمارے ان ساڑھے چار لاکھ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جلد تر ہم سے ملا دے۔ آمین۔ [1]

دوسرے دن وفد اسلام کے بلائے ہوئے مسلمان بھائی موضع ساندھن، موضع سیانہ اور موضع فتحپورہ سے آ گئے۔ یہ سب لوگ مسلم راجپوت تھے۔ اور سب مسلمان پختہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا تھے۔ ان لوگوں کے آنے پر موضع کھڑوائی کے لوگوں کی ایک عام مجلس کی گئی، اور پورے گاؤں کے راجپوت جمع ہوئے، اور دوبارہ سمجھایا، اور آئے ہوئے مسلمانوں نے برادری کا زور ڈالا۔ بحمد اللہ اس کا کافی اثر ہوا۔ اور ان میں سے ایک گروہ یعنی آدھا گاؤں شدھیوں سے جدا ہو گیا ——— مولانا لکھنوی کے الفاظ میں:

> بفضلہٖ تعالیٰ ان سے جدا ہو کر اسلامی احکام کے آگے سر خمیدہ ہو گیا۔ ہم نے ان کی چوٹیاں کاٹیں۔ انھیں تجدید اسلام کرائی ——— ابتدائی تعلیم کا مدرسہ کھول دیا ——— اور اب انھیں نماز روزہ کی تعلیم دی جائے گی۔ ان میں جوان اصحاب بھی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد سیکھ جائیں گے۔ یہ گروہ ان شاء اللہ تعالیٰ بالکل مستقل ہو گیا ہے۔

جہاں ایک طرف گاؤں کے آدمی وفد اسلام کے حامی ہو گئے تھے، اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو گئے تھے ——— مگر دوسری جانب آدھا گاؤں وفد اسلام سے سخت نفرت کرتا تھا ——— بقول مولانا لکھنوی:

> دوسرا گروہ بہت سخت سرکش اور متمرد ہے۔ یہ ہم سے نفرت کرتا ہے، ہم سے بدکتا ہے، بھڑکتا ہے، ہم سے ہنسی کرتا ہے، ہم نماز پڑھتے ہیں تو یہ مسلمان کہلانے والے لوگ تمسخر سے پیش آتے ہیں۔ اس گروہ کی ہدایت کے لیے اور بھی زیادہ زبردست ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمارا وفد اس بات کی غور و فکر میں ہے، ہم استقلال کے ساتھ کام کیے جائیں۔ [2]

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۹، ۱۹ فروری ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۲۶، ک ۲

[2] حشمت علی لکھنوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۹، ۱۹ فروری ۱۹۲۳ء

موضع کھڑوائی کو فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ وفد اسلام کے مجاہدانہ کردار، اور اسلام کے جاں نثاروں نے بڑی محبت و پیار سے راجپوتوں کو قریب کیا —— وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے اہم رکن مولانا حشمت علی لکھنوی نے فضل حسن صابری رامپوری کو ایک تفصیلی مکتوب میں پوری کیفیت بیان کی ہے۔ انھیں کے الفاظ میں سنیے:

راجپوت علاقہ کے خزاں دیدہ چمنستانوں میں پھر اسلامی ہوائیں چلیں، پھر باد بہار نے اپنے فیضان کرم سے توجہ فرمائی، پھر مردہ زمین میں جان پڑنے کی امید پیدا ہوئی، پھر مسلمانوں کی پنجۂ اغیار میں پھنسی ہوئی نسلوں کے لیے آزادی کے اسباب مہیا ہوئے۔ پھر اسلامی سمندر میں موجیں اٹھیں، پھر اندھیری رات میں صبح درخشاں کے آثار نمودار ہوئے —— للہ الحمد! ایک وہ دن تھا کہ ہمارا وفد اس علاقہ میں پہنچا اور اس نے وہ جگر خراش مناظر دیکھے جس کے تصور سے دل کانپتا ہے۔ مسلمانوں کی نسلیں، مسلمانوں کے تحت جگر کفری رسوم میں مبتلا .... ہندوؤں کی سی معاشرت، ہندوؤں کی سی صورت، اس پر طرہ یہ کہ آریہ اپدیشک ان میں دورے کر رہے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لیے مدتوں کی لگاتار انتھک کوششیں درکار ہیں۔ ان کو مانوس کرنا، اور اپنی باتیں سنانے کے لیے راضی کر لینا بڑی بات تھی، مگر فضل الٰہی شامل حال تھا کہ ہمارے خیال میں یہ بات آئی کہ ہم موضع سلطانپور وہ کے راجپوتوں میں سے با اثر حضرات کو اٹھالیں، اور اپنے ساتھ لے لیں، جن سے علاوہ برادری کے ان لوگوں کے تعلقات قرابت و رشتہ داری بھی ہیں۔ ہماری یہ تدبیر کارآمد ثابت ہوئی اور بہت تھوڑے عرصہ میں ہم کو یہ بات میسر آئی کہ اس موضع کے لوگوں کی نفرتیں دور ہو گئیں، اور ہم سے مانوس ہو گئے، ہماری مجلسوں میں آنے لگے۔ [1]

موضع کھڑوائی جہاں شدھی تحریک نے اپنے پاؤں جما لیے تھے، اور مسلم راجپوتوں کو

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۵، ۶، بابت ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء، ج ۵۹ اش ۔

نیم ہندو بنا دیا تھا، مگر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے فضل الٰہی سے کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی کے بعد کھڑوائی کو لاوارث چھوڑنا گویا کہ دوبارہ محنت شاقہ کی ضرورت پڑتی۔ اسی کے پیش نظر وہاں وفد کو دو جگہ تقسیم کر دیا گیا کہ ایک وفد اپنے دفتر یعنی محلہ رکاب گنج آگرہ کو پوری اطلاعیں دے اور وہاں پر تبلیغی دورہ جاری کرنے کے لیے اگلا لائحۂ عمل مرتب کرے۔ اور دوسرا وفد کھڑوائی میں مقیم رہے اور کوششیں جاری رکھے ان کے پاس جائیں۔ انھیں احکام اسلام کی تعلیم کرتے رہیں۔ مذہب اسلام کی حقانیت ان کے ذہن نشین کرتے رہیں۔ احکام الٰہی کی عظمت ان کے دلوں میں جماتے رہیں —— ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اسلامی باتیں سننے کا شوق لیے آتے ہیں، اپنی خواہش ظاہر کر کے اپنے گھر بلاتے ہیں۔ قرآن عظیم نہایت شوق و رغبت کے ساتھ سنتے ہیں۔ ۱۸ رجمادی الآخر سے لے کر ۲۱ ر جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ تک بڑی جد و جہد کے بعد مذکورہ حالات پیدا ہوئے۔ [1] کھڑوائی میں رک جانے والے وفد میں مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی وغیرہ تھے۔

جامع مسجد آگرہ میں جلسہ

موضع کھڑوائی میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی کامیابی کے بعد وفد اسلام کو دو جگہ تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک وفد اپنے صدر مقام آگرہ کو ۲۱ رجمادی الآخر ۱۳۴۱ھ میں آ گیا، جن میں مولانا رحم الٰہی منگلوری، مولانا حشمت علی لکھنوی اور مولانا شفاء الرحمٰن مظفر پوری تھے۔ دوسرے دن بروز جمعہ یعنی ۲۲ رجمادی الآخر ۱۳۴۱ھ کو بعد نماز مغرب شاہی مسجد آگرہ میں ایک مختصر سا جلسہ منعقد ہوا، جس میں مولانا رحم الٰہی منگلوری نے اپنے کلمات طیبات سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ مولانا منگلوری نے تقریر کی:

علم دین کی ضرورت و اہمیت، اور یہ کہ اس وقت اسلامی دنیا میں جو ایک عظیم

---

[1] محمد شفاء الرحمٰن رضوی مظفر پوری، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۵، بابت ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء

انقلاب پیدا ہوگیا ہے، اس کا اصل سبب علم دین کی کمی ہے۔ اور یہ کہ مسلمان اب بھی آنکھیں کھولیں، اپنے بچوں کو علم دین کی تعلیم دلائیں۔ اور وہ خود علماء کی مجالس میں بیٹھ کر ان کے ارشادات سے مستفید ہوں۔

اور مولانا منگلوری نے کھڑوائی کے واقعات مفصلاً بیان فرمائے۔ اور محلہ رکاب گنج آگرہ موضع سلطانپورہ متصل آگرہ کے ہمدرد اسلام اصحاب کا زریں الفاظ میں شکریہ ادا فرمایا جنھوں نے اپنے حامیانہ جذبات سے اس وفد کی بہت بڑی اعانت کی تھی ——— مولانا منگلوری کے بعد مولانا حشمت علی لکھنوی نے بیان فرمایا۔ اس وعظ میں اسلام کی حقانیت اور اس کی عظمت ایسے دل چسپ پیرایہ میں بیان کی گئی کہ بقول مولانا شفاء الرحمٰن مظفر پوری:

بے اختیار مجمع تڑپ اٹھا ——— آنسوؤں کے جھالے برس رہے تھے، اور حاضرین زار و قطار رو رہے تھے۔ وہ چوٹیاں بھی دکھائیں جو موضع کھڑوائی میں وہاں کے راجپوت بھائیوں نے کٹوائی تھیں، مجمع کا اندازہ تقریباً ایک ہزار کہا جاتا ہے۔ [1]

جلسہ میں آخری تقریر مولانا مفتی سید دیدار علی الوری کی ہوئی۔ آپ نے مسلمانوں کو احکام اسلام کی پابندی اور مشرکانہ رسوم کی بیخ کنی کی طرف توجہ دلائی، اور وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی نہایت تحسین و آفرین فرمائی، لوگوں کو اس کا ہاتھ بٹانے کی طرف متوجہ فرمایا۔ پھر دعا و سلام پر جلسہ ختم ہوگیا۔

موضع کھتینا، آگرہ

۲۳ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ کو وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ موضع کھتینا پہنچا، جو آگرہ کے قریب ہے، یہاں ایک چہلم کی تقریب سے چند گاؤں و دیہات کے لوگ جمع ہوئے۔ اور آریہ تحریک شدھی کی کامیابی اور اپنا لیکچر سنانے کے لیے بہت کوششیں کر رہے تھے۔ وفد اسلام پہنچا، اور اس نے ان کی اصلاح کی کوشش کی۔ مؤثر پیرایہ میں اسلام کی خوبیاں ان کے ذہن

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء

نشین کرائیں۔ اثنائے تقریر میں مسلم راجپوت الحمد للہ کہہ کر سوال کرنے لگے۔ ان کے شافی جواب دیئے گئے۔ ان کے شبہات دور کر کے ان کی تسلی کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ تو راہ راست پر آئے ہی، انھوں نے اپنے دوست احباب اور دوسرے بھائیوں کو بھی ورطۂ ہلاک سے نکالنے کی ہمت کی، اور یہ درخواست کی کہ ایک انجمن بنائی جائے، جس میں سربرآوردہ اور بااثر راجپوت کام کریں اور بے خبر ناواقف لوگوں کو غلط راہ سے بچانے کی کارآمد اور معتبر تدابیر اختیار کریں۔

مسلم راجپوتوں کی درخواست پر "انجمن مسلم راجپوت" کے نام سے بنیاد ڈال دی گئی ——— یہ انجمن اپنے طور پر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی ہدایات پر خدمت دین میں مشغول رہی۔ [1]

تحریک شدھی کا مقصد تبلیغ

مناسب خیال کرتے ہوئے آریوں کی تحریک شدھی کا مقصد تبلیغ بھی واضح ہو جائے تاکہ آگے کے واقعات کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

ان کا مقصد تبلیغ اپنے دھرم کا پرچار اور دھرم کی تبلیغ نہیں ہے۔ نہ وہ اس کے پابند ہیں، کہ جس کو مرتد کریں اس کو آریہ ہی بنائیں۔ بلکہ اگر وہ بت پرستی بھی قبول کرے (معاذ اللہ) تو بھی خوش ہیں۔ اور اس کو وہ اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقصد مذہب کی تبلیغ نہیں، بلکہ مسلمانوں کی تعداد کم کرنا ہے، جس نہج سے بھی میسر آسکے۔ ہندوؤں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں میں مالی طاقت تو رہی نہیں، منصب عہدے اور تجارت میں بھی مسلمانوں کا وجود نظر نہیں آتا، صرف ایک تعداد ہے جو باشندگان ملک میں ایک حیثیت رکھتی ہے۔ اور اب بظاہر اسباب اگر ہندوؤں کے جور و ستم کو کوئی چیز مقابلہ میں آنے سے روکتی ہے تو وہ یہی جماعت کی طاقت ہے۔ اس کا شیرازہ منتشر کرنا چاہیے

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء

اسی مقصد کے لیے ہندوؤں کے مختلف طبقوں نے مختلف قسم کے کام کیے، ایک طبقہ آ
یار بن کر کام کرے گا، اور اس نے اعتماد پیدا کر کے اتحاد کے پردے میں ایسے نقصان پہنچا
دیئے جو لڑائی کی صورت میں نا ممکن تھے۔ اور اس کے ساتھ مل کر مسلم سادہ لوح یا خود غرض
لوگوں نے بھی مسلمانوں کی جماعت کی طاقت کو بہت کچھ صدمہ پہنچایا۔

کہیں ہجرت کے مشورے دیئے گئے، اور ہزارہا مسلمان جوش دلا کر بے خانماں کر ڈالے
گئے۔ کہیں مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا کر ان کی قوت کم کر دی گئی۔ اور اس وقت ایک کثیر
التعداد طبقہ ہے جو مسلمانوں کی کثیر تعداد جماعت کو، ان کے پیشواؤں کو دشمنی اور عداوت کی
نظر سے دیکھتا ہے، اور ان کا خاکہ اڑانا عین ثواب سمجھتا ہے۔ ہندوؤں پر مر مٹنے والا مسلمانوں
کا بدخواہ اور بدترین دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے اس مدبر طبقہ نے مسلمانوں کو جہاں
تک ہو سکا ایوانِ حکومت سے بھی نکالا۔ ایک طبقہ نے مسلمانوں کو جا بجا پیٹنا شروع کر دیا ہے،
اور ہندوستان میں کثیر مقامات پر خونیں معرکے ہوئے مسلم لیڈروں نے مظلوم مسلمانوں کا
ساتھ نہیں دیا، ان کی ہمدردی میں ایک لفظ نہیں کہا۔ اہلِ دولت مسلمان گھروں میں دبک کر
بیٹھ گئے۔ اور لٹے ہوئے ویران کیے ہوئے غارت شدہ گھروں کے باقی ماندہ مظلوم مذ جیل خانے
ہوئے اور اپنے یارانِ وطن کی عنایت سے انھوں نے سخت سخت سزائیں پائیں۔ دوسرا
طبقہ شدھی سنگٹھن کا علم لے کر میدان میں آ گیا کہ مسلمانوں کی طاقت کم کی جائے، اور مسلمانوں
کو ورغلا کر مرتد بنایا جائے —— بس یہی ہے اس تحریکِ شدھی کا مقصد تبلیغ اور اس کا راز۔ [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کا مقصد تبلیغ

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا مقصد یہ تھا کہ ان مسلم راجپوت بھائیوں کو اسلامی
تشخص کے ساتھ برقرار رکھنا ہے، چونکہ انھوں نے میدان خالی پا کر ایک عرصہ دراز تک راجپوتوں
کو اپنے ساتھ متفق کرنے کے لیے مستقل کوششیں جاری رکھیں، جن کا قدم روز بروز تیز ہوتا

[1] محمد ایوب علی رضوی، استید، مولانا: روداد جماعت رضائے مصطفیٰ سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵، ۱۶

جاتا تھا۔ راجپوت علاقے کی حالت نہایت رنج دہ تھی، اور وہ مسلمانوں کی طویل غفلت،
دینی بے پروائی کا نہایت برا نتیجہ تھا، ہندو راجپوت اور مسلم راجپوت میں کوئی فرق باقی نہ رہ
گیا تھا۔ ہندوؤں کی رسومات اختیار کر رکھی تھیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان کی اصلاح میں
بے حد جلدی کی جائے، اور وفد اسلام کا مقصد یہ بھی تھا کہ سوئے ہوئے مسلمانوں کو
بیدار کرنا ہے۔ [1]

سلطانپورہ میں مجلس مشاورت

غالباً ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ کو وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی "مجلس
شوریٰ" منعقد ہوئی۔ اس مجلس مشاورت کا اہتمام بابو محمد شتاب خاں آنریری مجسٹریٹ نے
اپنے دولت خانہ موضع سلطانپور میں کیا تھا۔ مجلس شوریٰ کے لیے اپنے تمام علماء کرام،
مبلغین و مناظرین کو پہلے سے اطلاع دی جا چکی تھی۔ اس میں اس بات پر بحث و تمحیص کرنا
تھی کہ آیا اب تک جو وفد اسلام کو کامیابی ملی ہے، اس کے اسباب و علل پر غور و فکر کیا جائے، اور
مزید نئی حکمت عملی تیار کی جائے، تاکہ شدھی تحریک کے جدید ہتھیاروں سے لیس مسلح حملہ آوروں
سے نپٹا جا سکے۔ اور ان کو ان کے ہی میدان میں شکست کا منھ دیکھنا پڑے۔ اور اس پر بھی
بحث ہوئی کہ تحریکِ شدھی کا موجودہ طریقۂ تبلیغ کیا ہے اور اس کی کاٹ کیسے کی جائے گی۔

مجلس مشاورت کا اعلان تو مخصوص لوگوں میں کیا گیا تھا، مگر اس موقع پر ایک جم غفیر
جمع ہو گیا، چونکہ وفد اسلام کی آمد پر موضع سلطانپورہ نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے
دیگر مسائل شرعیہ دریافت کیے تھے، موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے وفد اسلام جماعت رضائے
مصطفیٰ کے سرگرم مبلغ و مناظر مولانا قطب الدین برہمچاری کا دلکش بیان ہوا۔ مولانا
برہمچاری نے راجپوتوں کی ہی زبان میں ان کو سمجھایا، ویدوں اور شاستروں کے حوالے سے
اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ پورے مجمع پر ایک بات بیٹھ گئی تھی۔

[1] مکتوب مولانا حشمت علی لکھنوی بنام شاہ فضل حسن صابری: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۴، بابت ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء

موضع نوبستہ کا تبلیغی دورہ

سلطانپورہ کی مجلسِ مشاورت کے بعد موضع نوبستہ کے دورہ کا تبلیغی پروگرام مرتب کیا گیا یہاں پر روغن گر مسلمان بکثرت آباد ہیں۔ اور ان کی حالتیں نہایت خراب تھیں، ہندوؤں کی بہت سی رسمیں ان میں رائج تھیں، اور بڑے قبیح قسم کے افعال پائے جاتے تھے۔ موضع نوبستہ ضلع آگرہ میں پہنچنے کے بعد ایک جلسہ کا اعلان کر دیا گیا۔ وقتِ مقررہ پر پورے گاؤں کے باشندے جمع ہو گئے۔ جلسہ میں تقریباً ہزار سے زائد آدمیوں کا اجتماع تھا۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے اسلام کی حقانیت اور اس کا نعمتِ الٰہی ہونا ثابت کیا۔ اور احکام اسلام کی پابندی، مشرکانہ مراسم کے ترک کے دینی و دنیوی منافع بیان کیے۔

وفد اسلام کی اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ مجمع نے بلند آوازوں سے توبہ کی، اور احکام شرعیہ کو اپنا دستور العمل بنانے کا عہد کیا، اور ان لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اپنے بچوں کو اردو دینیات پڑھانا فرض سمجھیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ غیر مستطیع لوگوں کی دینیات کی کتابوں سے اعانت کی جائے گی۔ اور جو زیادہ عمر کے لوگ ہیں وہ بھی اگر موقع پائیں تو کم از کم اس قدر دینیات پڑھ لیں جو ان کی مذہبی ضروریات کے لیے کافی ہو، اور جنھیں اتنا موقع نہیں ہے اُن کے معلومات حاصل کرنے کا یہ طریقہ مقرر کر دیا گیا کہ مسجد کے امام روزانہ بعد نماز فجر یا عشاء کم از کم پندرہ منٹ دینیات کی کتابیں سنایا کریں۔

وفد اسلام نے عورتوں کی تعلیم کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ چھوٹے بچے لوگوں کے گھروں میں جا جا کر مسائل سنایا کریں۔ مذکورہ تدابیر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور اس پر پورے جلسہ نے آمادگی کا اظہار بھی کیا۔ مسلم راجپوت وفد اسلام سے اتنا قریب ہوئے کہ وقتاً فوقتاً مسائل دریافت کرنے کے لیے آتے رہتے تھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ایک ایسا اثر پڑا کہ صدر دفتر مقام آگرہ میں مسلسل مسلم راجپوتوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی کسی کو نماز کی تعلیم دی جاتی تو کسی کو دیگر مسائل بتائے جاتے۔ یہ سب وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی کامیابی ہی کا نتیجہ تھا۔ [1]

[1] حشمت علی خاں، مولانا: دبدبۂ سکندری (رامپور) ص ۴، بابت ۲۶ر فروری ۱۹۲۳ء

میدانِ ارتداد میں واحد جماعت رضائے مصطفیٰ

راجپوتانہ علاقوں میں خصوصاً آگرہ میدانِ ارتداد کا اہم اکھاڑہ تھا۔ میدان ارتداد میں تحریکِ شدھی اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ اور اس کے انسداد کے لیے صرف اور صرف جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا وفد اسلام میدانِ جنگ میں لڑ رہا تھا ظاہری اسباب تو ایسے آتے تھے کہ گویا وفد اسلام اب دم توڑ دے گا، اور میدانِ جنگ میں شکست کھا کر پسپائی اختیار کرے گا۔ مگر اس کے باحوصلہ اور مجاہد سالار مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کی قیادت نے تحریکِ شدھی کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ پھر بھی یہ ضروری تھا کہ اسلام کے نام پر ساری جماعتوں کو میدان میں آجانا چاہیے تھا، مگر بار بار صدائیں بلند کرنے کے بعد بھی وہ اکیلی ہی رہتی تھی۔

یہ بات مسلّم ہے اور بالاتفاق مانی جا چکی ہے کہ میدانِ ارتداد کی طرف دفعِ ارتداد و انسداد شدھی اور تبلیغِ اسلام کے لیے اسلامی جماعتوں میں سب سے پہلے قدم اٹھانے والا اور میدان میں آنے والا جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد تھا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ مسلمانوں میں حفاظتِ اسلام کا احساس جماعت رضائے مصطفیٰ نے پیدا کیا، بیداری کی لہریں اس کی حرکت سے پیدا ہوئیں۔ مسلمانوں کے مُردہ قالب میں تبلیغ کی رُوح اسی نے پھونکی، سوتوں کو جگایا، جاگتوں کو اٹھایا، اور میدانِ عمل میں ایک گرماگرمی پیدا کر دی۔ ارتداد کا وسیع رقبہ مبلغینِ جماعت رضائے مصطفیٰ کے قدموں سے پامال نظر آنے لگا تھا اور آریوں کی دیرینہ سال کوششیں ناکام ہونے لگی تھیں، تحریکِ شدھی کا انسداد کیا تھا۔ [1]

تحریکِ شدھی نے مذاقِ صحیح بگاڑ دیا

یہ ایک عام سی بات ہے کہ کسی قوم میں جب صحیح مذاق بگڑ جاتا ہے اور اس میں بری خصلتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں، تو پھر مصلح کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس قوم کی نفسیات سے

[1] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۰، ۱۱

مذاق کو صحیح کرے، اور ان میں انہی کے نفس سے اچھی راہوں کی تلاش کرے، بُری راہوں کو ان کے سامنے رکھ دے۔ یہی حال مسلم راجپوتوں کا ہوا تھا کہ تحریک شدھی نے ان کا مذاق بگاڑ دیا۔ اور وہ ایمان کو ایک تجارت سمجھنے لگے تھے کہ جس جماعت نے زیادہ پیسے دینے کا وعدہ کیا تو اسی جماعت کے ہو گئے۔ آریہ تحریک شدھی والے مسلم راجپوتوں کو پیسے کا لالچ دے کر بہت سے لوگوں کو مرتد بنا چکے تھے۔ جب جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام پہنچا تو اس سے بھی کہیں زیادہ پیسے کا مطالبہ کیا کہ "اگر آپ آریہ سے زیادہ روپیہ دیں گے تو آپ کے مذہب میں داخل ہو جائیں گے" ——— مولانا سید ایوب علی رضوی نائب ناظم جماعت رضا مصطفیٰ بریلی نے آریوں کے مذاق بگاڑنے اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے اسلام کی حقانیت سے اسی مذاق کو صحیح کرنے پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے ——— رقم طراز ہیں:

جماعت رضائے مصطفیٰ نے جب دیکھا کہ علاقۂ ارتداد کے نومسلموں کے مذاق آریوں نے خراب کر دیئے، حتیٰ کہ آج ان میں بجائے صدق و حقانیت کے روپیہ کی جستجو اور ٹٹول ہے، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کون سی جماعت ان کو روپیہ دیتی ہے۔ اور انھوں نے مذہب کو ایک موروثی جاگیر سمجھ لیا ہے، جس کو ضرورتوں کے لیے رہن رکھ دینا کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ان لوگوں میں جب تک صحیح مذاق نہ پیدا کیا جائے حق کی طلب اور سچائی کی جستجو جب تک ان کا قلبی مقصد نہ ہو، اس وقت تک وہ مذہبی برکات سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جلسے تقریریں، مدرسے اور خاص صحبتیں اور اخلاقی تربیت اور مؤثر تعلیمیں اختیار کی گئیں۔ اسی مذاق کے درست کرنے کے لیے ہمارے مبلغین نے جا بجا دیہات اور علاقۂ ارتداد میں آریوں سے ان کے مذہب کی حقانیت کا مطالبہ کیا، جس کا بفضلہ تعالیٰ یہ اثر ہوا کہ نادان راجپوتوں کی بھولی جماعتیں سر اٹھا کر منتظرانہ دیکھنے لگیں، کہ کون حق پر ہے کون باطل پر۔ [1]

ﷲ

ل: روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۷، ۱۸

موضع فتحپورہ کا دورہ

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی اتنی ہمہ تن مصروفیت کہ ایک جگہ سکون سے کئی دن نہیں رہ سکتے، کہیں اطلاع ملی کہ فلاں جگہ آریہ تحریک شدھی پہنچنے والی ہے، تو فوراً وہاں پہنچ گئے، اور بے باکانہ انداز سے مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کر دیا ——— وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد اور مبلغ مولانا ابو البرکات سید احمد الوری لکھتے ہیں:

بحمد اللہ ہمارا وفد راجپوت علاقوں میں سرگرم سعی ہے، اشاعت و تبلیغ کی اہم مصروفیتوں میں اتنا وقت نہیں مل سکا کہ حالات کی اطلاع دی جا سکتی، اس لیے آج ایک عرصہ کے بعد اطلاع دی جا رہی ہے ——— حالات ایسے اضطراب انگیز ہیں کہ کوئی وقت فرصت و اطمینان کا نہیں ملتا، جہاں کام کیا جاتا ہے وہاں کے مہمات شبانہ روز کی مصروفیت چاہتے ہیں۔ مزید برآں ہر طرف سے دمبدم وحشت انگیز خبریں پہنچی ہیں۔ آریہ پرچار جا بجا پھر رہے ہیں، انھوں نے یہاں کے راجپوتوں میں ایک عجیب خلفشار پیدا کر دیا ہے۔ [1]

موضع فتحپورہ، شہر آگرہ سے کافی دور کے فاصلے پر واقع ہے، فتحپورہ کی حالت بڑی نازک تھی، جب یہ اطلاع ملی کہ موضع فتحپورہ کو تحریک شدھی نے گھیر لیا ہے، فوراً ایک وفد تشکیل کر کے وہاں بھیج دیا گیا، وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے پہنچنے پر شدھی آریوں میں کھلبلی مچ گئی۔ فتحپورہ کے کچھ مسلمانوں کو جمع کر کے اسلام کی حقانیت و صداقت کا ایک مختصر سا بیان دیا۔ پھر تو راجپوتوں کی کشش وفد اسلام کی طرف ہو گئی، وفد اسلام کے رکن اور مناظر مولانا غلام قطب الدین برہمچاری جو آریہ اور ہندو مذہب سے کافی واقفیت رکھتے تھے، اور سنسکرت زبان پر عبور تھا، اور راجپوتوں کی زبان معمولی روزمرہ کی بولی جانتے تھے۔ انھوں نے انہی کی زبان میں سمجھایا۔ اس کا فتحپورہ کے لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ ان کے طبائع بہت جلد مانوس ہو گئے۔ [2]

ل: ابو البرکات احمد الوری، سید، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۳، بابت ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء ج ۵۹

ل: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۳، بابت ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء

موضع رائے بھا میں شدھیوں کے کارنامے

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھ کبھی کبھی دھوکا بھی کیا جاتا تھا۔ اور یہ رکیک حرکت تحریک شدھی کی طرف سے ہوتی تھی، چونکہ ان کو یہ خدشہ لگا رہتا تھا کہ اگر یہ وفد اسلام ایک ہفتہ کسی جگہ قیام پذیر ہوگیا تو وہاں کی کایا پلٹ دے گا، اور ہمارے پنڈت مہینوں میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر پاتے ہیں" ——— یہ ایک حقیقت ہے کہ کامیابی و کامرانی ہمیشہ حق کو حاصل ہوتی رہی ہے۔ وفد اسلام حقانیت اور صداقت کی لڑائی لڑ رہا تھا اس لیے اس کے اوپر اللہ کے فرشتوں کا سایہ رہتا تھا۔

موضع فتحپورہ کا حال اوپر پڑھ چکے ہیں، وفد اسلام کے قیام فتحپورہ کے دوران یہ خبر موصول ہوئی کہ آریہ شدھی والے فلاں دن موضع رائے بھا جائیں گے، اس اطلاع کے موصول ہونے پر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ بھی فوری طور پر روانہ ہوگیا۔ موضع رائے بھا پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، بلکہ "ہمیں اس لیے یہ خبر پہنچائی گئی کہ زیادہ دنوں تک فتحپورہ میں قیام نہ کرسکیں" ——— دوسری جانب گاؤں کی حالت بہت خراب تھی، اس گاؤں میں ایک آریہ پنڈت کئی سال سے مقیم تھا، اور اپنے خیالات کی اشاعت میں مصروف رہتا تھا۔ چنانچہ وفد اسلام کے پہنچنے پر اس پنڈت نے لکھیری سنگھ سے کہا کہ آج بڑے بڑے پنڈت آئے ہوئے ہیں، اس لیے آج تمھاری شدھی مناسب ہے۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی پنڈت نہیں آیا، بس وفد اسلام پر خوف طاری کرنے کے لیے ایسی بے ہودہ باتیں اڑا تا رہا تھا۔ وفد اسلام نے وہاں قیام کرکے مسلم راجپوتوں کی اصلاح کی اور آریوں کے فریب سے بچنے کی تدبیریں بتائیں۔ نماز وغیرہ کی تعلیم بھی دی۔ یہ وفد کچھ دنوں تک قیام کرکے پھر قصبہ سلطانپورہ متصل آگرہ پہنچ گیا۔ [1]

موضع سیکچہ میں اسلام کی ضیا باریاں

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے ایک اور بگڑے ہوئے گاؤں موضع سیکچہ کا دورہ کیا۔

[1] ابوالبرکات احمد، سید، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۲، بابت ۲ مارچ ۱۹۲۳ء

یہ گاؤں آگرہ کی تحصیل فتح آباد کے قریب واقع ہے۔ موضع سیکچہ تحصیل فتح آباد ضلع آگرہ میں وفد اسلام میں جانے والے مبلغین و مناظرین جماعت مبارکہ مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری، مولانا قطب الدین برہمچاری، بابو محمد شتاب احمد خاں آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم سلطانپورہ، اور بابو نور محمد خاں رئیس سلطانپورہ تھے۔ یہ بات یاد رہے کہ موضع سیکچہ میں رئیسانِ سلطانپورہ کے قرابت دار تھے۔

موضع سیکچہ میں بھی حالت خراب تھی، مسلمان راجپوت ہندوانہ رسم و رواج اختیار کیے ہوئے تھے۔ وفد اسلام نے انھیں ان کی حالت پر مطلع کیا، اور ایک عام محفل کرکے شریعت اسلامیہ کی خوبیاں ان کے ذہن نشین کرائیں۔ ان کو سمجھانے اور گفتگو کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ درمیان جلسہ شبہات دور کرنے کے لیے سوالات کا بے تکلف موقع راجپوتوں کو دیا گیا تاکہ خوب تفہیم کے ذریعہ اپنا پورا اطمینان حاصل کرسکیں۔ چنانچہ بفضلِ الٰہی سے متاثر ہوئے، اور انھوں نے غسل کیے، اور جن کے سروں پر چوٹیاں تھیں، انھوں نے چوٹیاں کٹوائیں، اور وفد اسلام کے ساتھ نماز ادا کی ——— مولانا ابوالبرکات سید احمد کے الفاظ میں:

> الحمدللہ عجیب منظر تھا کہ جب مسجد میں خدا کے بندے اس کی یاد کے طریقے سیکھ رہے تھے، اور ان کو نماز تلقین کی جا رہی تھی ——— اسی سلسلہ میں موضع اکرن کا ایک نوجوان شخص جس نے اول شرماتے ہوئے لہجے میں انکار کیا، لیکن آخر میں وہ بھی ہمارے ساتھ اتنا مانوس ہوا کہ اس نے خود اپنی چوٹی کٹائی، غسل کیا، اور نماز پڑھی، وہ واپسی پر ہمارے ساتھ آیا، اور نہایت شوق سے نماز سیکھتا رہا۔ اس کو ہندی رسم خط کی نماز کی کتاب دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو ملت حقہ پر قائم رکھے۔ [1]

تمام جماعتیں خوابِ خرگوش کی طرح سوتی رہیں

آریوں کی تحریک شدھی نے پورے راجپوت علاقوں پر چھاپہ مار دیا تھا۔ اور گویا کہ

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۳، بابت ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء

انھوں نے ایک قسم کا مذہبی محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور پھر ان کی کثرت کے بموجب وفد اسلام کے صرف دس نفوسِ قدسیہ کیسے مقابلہ کر سکتے تھے، مگر بفضلِ الٰہی انھوں نے پورے علاقۂ ارتداد میں اسلامی جال بچھا دیا تھا۔ اور ان کے لیے صرف مختصر سی جماعت کے سامنے آنا پہاڑ توڑنے کے مترادف تھا۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے اسلامی جوش و جذبہ کی ہیبت نے آریہ شدھی تحریک کو دوسرے علاقوں سے مار بھگایا، مگر انھوں نے اپنی تحریک اور منظم طریقے سے پورے علاقے میں تیز کر دی۔ اور روزانہ یہ اطلاعیں صدر دفتر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ کو موصول ہوتی تھیں کہ فلاں جگہ آریہ لیکچرار جا رہے ہیں، وہاں پر مسلم راجپوتوں کو شدھی کریں گے، فوراً جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام ان کے تعاقب میں پہنچتا تھا مگر یہ سلسلہ کم تعداد کی بنا پر کبھی کبھی نہ ہو پاتا، جس کی وجہ سے آریوں کو موقع مل جاتا تھا۔ اسی بنا پر وفد اسلام کے سالارِ اعظم مفتیِ اعظم شاہ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے مشترکہ مشورہ کرکے ایک اعلان پریس کے حوالہ کر دیا جس کا لب لباب یہ تھا:

> علاقۂ ارتداد میں آریوں کی چیرہ دستیاں بڑھتی جا رہی ہیں، اور آئے دن ایک نہ ایک نئے گاؤں پر حملہ کرکے شدھی کر رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر تمام جماعتیں اور انجمنیں میدانِ ارتداد میں آکر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھ مل کر اسلام اور اہلِ اسلام کی حفاظت کریں۔ اور مسلم راجپوتوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیں۔

مسلمانوں کی بے حسی آج ہی نہیں بلکہ بہت پہلے سے ہے۔ ہم رونا روتے ہیں کہ آج مسلمان بے حس ہو گیا ہے مگر ۱۹۲۳ء کا ہنگامہ خیز اور معرکہ انگیز دور بتاتا ہے کہ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے ایک سچے پکے مذہب اسلام کی حفاظت اور مسلم راجپوتوں کے ایمان کی حفاظت و صیانت کے لیے نعرہ بلند کیا اور صلائے عام دی، مگر تاریخ کے صفحات بتاتے ہیں کہ ان کا یہ اعلان کئی مہینوں تک ملک کے مشہور اخبارات اور رسائل میں چھپتا ہوا مسلمانوں کے کانوں سے ٹکراتا رہا۔ اسلام کے نام لیوا، اسلام پر جان دینے والے مسلم لیڈران اور ان کی جماعتیں، انجمنیں اور تحریکیں سب خاموش تماشائی بنی ہوئی تھیں ——— جس کی

بنیاد پر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظر مولانا حشمت علی لکھنوی کو لکھنا پڑا کہ:

> جمعیۃ العلماء، خلافت کمیٹی کی طرف سے ابھی تک کوئی عملی خدمت شروع نہیں کی گئی، باوجودیکہ ان جماعتوں کے پاس کافی روپیہ، اور کثیر التعداد مبلغ اور لیکچرار بھی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک جزو اس کام پر مامور کر دیا جاتا تو ان جماعتوں کی شان سے کچھ بعید نہ ہوتا، لیکن نہ معلوم یہ جماعتیں اس کام کو غیر ضروری سمجھتی ہیں۔ اور ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ایمان کا خطرہ ان کو کیوں نہیں بےچین کرتا؟ ——— مسلمانوں کی خوابِ غفلت کب تک رہے گی؟ ——— اور وہ اپنے دین پر ایسے زبردست حملے دیکھ کر بھی ہوش میں نہ آئیں گے؟ ——— [1]

سالارِ جماعت کی صدا صدا بصحرا نہ ہوئی

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے بار بار اعلان پر کچھ جماعتوں اور انجمنوں نے تعاون دینے کا وعدہ کیا۔ وفد اسلام کی اپیلوں کو لے کر اخبارات نے بھی خوب مسلمانوں کو جھنجھوڑا، اور نہ جانے کیا کیا القابات سے نوازا۔ آگے ہم ان جماعتوں کا ذکر کریں گے جنھوں نے وفد اسلام کی آواز پر خاموشی کے پردے کو چیر کر دستِ تعاون بڑھایا، اور وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیرِ اہتمام رہ کر اس کی ہدایات پر پورے علاقۂ ارتداد کا دورہ کیا۔

۱۔ انجمن خدام الصوفیہ فیروز پور، پنجاب
۲۔ انجمن ہدایت الاسلام اچھرہ
۳۔ مدرسہ الٰہیات کانپور
۴۔ انجمن دعوت و تبلیغ [2]

---

[1] حشمت علی لکھنوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۴، بابت ۱۶ر فروری ۱۹۲۳ء

[2] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۱۲ر جون ۱۹۲۳ء

۵۔ انجمن محافظین اسلام مراد آباد
۶۔ انجمن نعمانیہ ہند لاہور
۷۔ انجمن معین الاسلام فیروز پور
۸۔ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ
۹۔ وفد مدرسہ منظر اسلام بریلی
۱۰۔ انجمن حفاظت اسلام آگرہ
۱۱۔ انجمن رضائے مصطفیٰ بیسل پور ضلع پیلی بھیت
۱۲۔ حلقۂ اشاعت الحق لکھنؤ
۱۳۔ جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور
۱۴۔ جماعت مخلصین راجپوت
۱۵۔ وفد اہل سنت لدھیانہ [1]

مذکورہ بالا جماعتیں اور انجمنیں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے تحت کام کرتی تھیں اور وہ اہل سنت سے وابستہ تھیں۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی حیثیت ایک مرکز اور مرجع کی تھی۔ فتنۂ ارتداد کا علاقہ تقریباً دس ضلعوں پر مشتمل تھا، جس کی تفصیلات کچھ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں اور کچھ تفصیلات آئندہ کے اوراق میں ملاحظہ کریں گے۔
مولانا سید ایوب علی رضوی لکھتے ہیں:

ہمارا کام علاقۂ ارتداد کے مختلف اضلاع میں ہے، جن کی تعداد دس کے قریب قریب ہے۔ بہت سی اسلامی جماعتیں ہمارے ساتھ شریک عمل ہیں اور ہماری جماعت رضائے مصطفیٰ، مرکزی حیثیت سے ایک عمدہ نظام کے ماتحت مؤثر کام کر رہی ہے۔ ہماری جماعتوں کے تبلیغی مدارس کثیر تعداد میں ہیں اور بہت سے مبلغ مصروف عمل ہیں۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۷، بابت ۱۱ رجون ۱۹۲۳ء
[2] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۹

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے تعاون کے لیے آئی ہوئی جماعتوں اور انجمنوں کو پورے علاقۂ فتنۂ ارتداد میں تقسیم کر دیا اور جہاں بھی جاتے ایک مدرسہ قائم کر کے ایک مبلغ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ مگر تحریک شدھی اپنے سارے حربے استعمال کر رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ پہلے صرف ایک وفد اسلام سے مقابلہ نہ کر سکے، اب تو وہ جماعت در جماعت ہو گئے ہیں ایسی صورت میں مقابلہ کرنا نہایت دشوار ہے۔ آریہ کی تحریک شدھی نے جان توڑ کوششیں کرنا شروع کر دیں، اور دوسرے علاقوں میں شدھی کا کام برق رفتاری سے جاری کر دیا۔ دوسری جانب جماعت رضائے مصطفیٰ کے پاس مبلغین کی قلت کے باعث دوبارہ اور بار بار دست تعاون کی درخواست کرنی پڑی تاکہ ان آریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے۔
ناظم صدر دفتر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ نے یہ اعلان کیا:

علاقۂ ارتداد بہت وسیع ہے، بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں اب تک کسی جماعت کا کوئی مبلغ نہیں پہنچا ہے۔ اس لیے مزید مبلغوں کی سخت ضرورت ہے۔ اسلامی انجمنوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کا کام کرنے کے لیے جلد سے جلد مبلغین بھیجنے کا انتظام کریں، اور جو انجمنیں مبلغین کا خرچ نہ اٹھا سکیں ان کے پاس کام کرنے والے آدمی ہوں، ایسے آدمیوں کا بھیج دینا ضروری ہے ـــــ مبلغین جماعت کے صدر دفتر آگرہ محلہ رکاب گنج میں پہنچیں۔ [1]

ضلع متھرا میں اسلام کی کرنیں جگمگا اٹھیں

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے ضلع آگرہ کو اپنی ذیلی تنظیموں کے حوالہ کرتے ہوئے ضلع متھرا کا رخ کیا۔ متھرا کے قرب و جوار اور دیگر مواضع میں آریوں نے شدھی کا کام برابر جاری رکھا تھا، یہاں بھی ویسی حالت تھی جیسی کہ آپ نے ضلع آگرہ اور قصبات کے حالات پڑھے ہیں۔ اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا ہے کہ شہر متھرا میں تبلیغی دورہ کرنے کے لیے

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۱۱ رجون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۴، ک

کس تاریخ میں پہلا وفد روانہ ہوا؟ ——— ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ۱۰ ر شعبان المعظم ۱۳۴۱ھ پنجشنبہ کو ضلع متھرا کے ایک گاؤں بڑاولی جو تحصیل چھاتا میں لگتا ہے، وہاں وفد اسلام پہنچا تھا۔ موضع بڑاولی ضلع متھرا کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہاں پر آریوں نے اپنی ایک اہم جگہ بنالی تھی ——— بقول مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی:

> اس علاقہ میں آریوں نے اس موضع (بڑاولی) کو اپنے قیام، اور اپنی کوششوں کا مرکز بنا لیا ہے ——— اور متعدد لوگ یہاں زر کی طمع میں اشدھی کو قبول کرکے مرتد ہو چکے ہیں۔ [1]

مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کی قیادت میں وفد اسلام ضلع متھرا پہنچا، اور یہاں پر اپنی سرگرمیاں تیز کردیں۔ جگہ جگہ جلسہ پند و نصائح منعقد کرکے راجپوتوں کے اندر اسلامی جوش و جذبہ پیدا کیا۔ اور بعض لوگوں کی گالیاں بھی سننی پڑیں۔ مبلغ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ ہر طرح کی باتوں کو برداشت کرتا ہوا، اپنی بات کہتا جائے۔ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے مبلغین و مناظرین کے ساتھ کیا کیا پریشانیاں سامنے آئیں پھر بھی وہ ان ساری باتوں کو، لوگوں کے طعن و تشنیع کو برداشت کرتے ہوئے اسلامی تبلیغ کو دعوتی انداز میں پیش کرتے رہے۔

موضع بڑاولی ضلع متھرا میں راجپوت کے جنازہ کی حیرت انگیز کہانی

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے متھرا کے دورۂ تبلیغ کے دوران ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا، جب شعبان ۱۳۴۱ھ کو موضع بڑاولی تحصیل چھاتا ضلع متھرا میں ایک شخص نسلی مسلم راجپوت جس کا نام نکتا تھا، فوت ہوگیا۔ اس کا بھائی یادو رام شدھی ہوکر مرتد ہوگیا۔ آریوں نے بہت کوشش کی کہ اس میت کو پھونک دیا جائے، موضع بڑاولی کے راجپوتوں نے وفد اسلام کو میت کی تجہیز و تدفین اور نماز پڑھانے کے لیے بلایا۔ ان راجپوتوں کی تمام تر

[1] مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء

کوششیں تھیں کہ اس میت کو آریوں کے قبضہ میں نہ دیا جائے۔ وفد اسلام میں شامل مبلغین مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے علاوہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے رکن مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا عبدالرحمٰن بھی تھے۔ وفد اسلام جب موضع بڑاولی پہنچا تو اس وقت نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کی گونجتی ہوئی صداؤں میں پہنچا۔ موضع بڑاولی کے راجپوتوں کو مسائل تجہیز و تکفین بتائے۔ پھر میت کو غسل دیا گیا۔ جنازہ جب قبرستان کی طرف چلا تو تقریباً چار سو مسلم راجپوت ہمراہ تھے۔

آریوں نے میت کو چھیننے اور اپنے قبضہ میں کرنے کے لیے عجیب حربوں کا استعمال کیا۔ ادھر جلوسِ جنازہ میں مسلم راجپوتوں کا اسلامی جوش دیکھنے کے قابل تھا۔ نعرۂ تکبیر کے فلک شگاف نعروں نے آریوں کے دلوں پر قہر برپا کردیا تھا۔ یہ حیرت انگیز روداد مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کی زبانی سنیے ——— رقم طراز ہیں:

> راجپوت صاحبان آوازیں ملاکر اس قدر زور سے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے کہ جنگل اور صحرا گونج اٹھے۔ میدانوں کی بازگشت صدائیں، ان کے نعروں کے جواب دے رہی تھیں۔ عجیب سماں تھا، عجیب منظر تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس زمین میں مسلم راجپوتوں نے جوشِ اسلام کا سچا نظارہ دکھادیا۔ راہ میں تقریباً پچاس ساٹھ آریوں سمیت جمع تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ فساد کرکے ان مسلم راجپوت کو چھین کر آگ میں پھونک دیا جائے۔ مگر مسلم راجپوتوں کی دیرانہ صدائیں، شیرانہ نعروں نے ان کے قلوب میں زلزلے ڈال دیئے اور وہ جنازہ چھیننے کی ہمت نہ کرسکے لیکن "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" ان کی تکبیروں کے مقابلہ میں وہ سنکھ بجانے اور کنہیا کی جے بولنے لگے۔ یہ ایک نہایت دل آزار اور وحشیانہ حرکت تھی، کہ مسلم جنازہ کے ساتھ، اور اللہ اکبر کے نعروں کے مقابلہ میں افعالِ شنیعہ کیے گئے۔ حقیقتاً یہ اس مسلم راجپوت کی ایذا دہی اور اسلام کی توہین تھی۔ راجپوت بھائیوں نے بہت صبر کیا۔ اور انھوں نے دنیا کو دکھادیا کہ وہ اسلامی تحریک کے زیور سے آراستہ ہیں۔ انھوں نے اس قابل نفرت حرکت کا جواب صرف یہ دیا

کر اپنی تکبیر کی آوازیں اور بلند کردیں، اور الحمد للہ حقانی نعروں کے آگے باطل کی مکروہ آوازیں بالکل دب گئیں۔

غرض اس شان و شوکت کے ساتھ جنازہ قبرستان پہنچا، نماز پڑھ کر بالکل قواعد اسلامیہ کے مطابق دفن کیا گیا، بعد دفن قبر پر سورۂ بقر شریف کے اول و آخر کو پڑھ کر فاتحہ پڑھی گئی۔ اور پھر نعرہائے تکبیر کے ساتھ واپسی ہوئی، تقریباً ایک میل تک راجپوت بھائی ہمارے ہمراہ آئے، اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے ـــــــ غرض یہ واقعہ زمین برج کی تاریخ میں یادگار رہے گا، کہاں ہیں وہ آریہ جو اپنے اشتہاروں میں ہمارے مسلم راجپوت بھائیوں کو ہندو لکھا کرتے ہیں۔ اور ان پر بہتان جوڑتے ہیں کہ وہ آریہ بننے کی خواہش کرتے ہیں، ذرا اس واقعہ سے سبق لیں، اور آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں، کیا آریہ دھرم میں جھوٹ بولنا بھی ثواب ہے؟ ـــــــ ہمیں مسلم راجپوتوں کے بکثرت دستخط اس علاقہ میں وصول ہوئے ہیں، جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان ہی رہنا چاہتے ہیں، ہمارے نزدیک آریہ بننا چمار ہو جانا ہے۔ آریہ صاحبان ہمیں معاف رکھیں، اور ہمیں بہکانے ہرگز نہ آئیں۔ [1]

ضلع متھرا میں آریوں کی ناکامی اور وفد اسلام کی کامیابی

وفد اسلام نے ضلع متھرا میں اپنا مستقل مستقر قصبہ گوا کو بنایا تھا، جو شہر متھرا سے قریب ہے یہاں مسلمانوں کی آبادی بکثرت تھی، ہمیشہ حق کی جیت ہوئی ہے، اور باطل کتنے ہی ساز و سامان سے لیس ہو، مگر اسے ہمیشہ شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

---

[1] مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۹، بابت ۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء ش ۳۵ ک ۲
نوٹ: مولانا بریلوی کے محولہ مضمون میں تقریباً ۵۰ راجپوتوں کے نام بھی درج ہیں، جنھوں نے وفد اسلام کا استقبال کیا، اور اسلام پر قائم رہنے کا عہد و پیمان لیا۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

آریوں کی تحریک شدھی کی کوششیں اپنے ساتھ کوئی رُوحانی طاقت نہیں رکھتی تھیں۔ اور نہ ہی ان میں صداقت کی تاثیر کارفرما تھی۔ نہ وہ اپنے مذہب کے اثر سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتے تھے۔ بلکہ ان کی تمام کوششوں کی جان وہ بے شمار روپیہ تھا جو انھوں نے گزشتہ زمانہ کی فرصت میں کروڑوں کی تعداد میں جمع کرلیا تھا۔ وہ اس کا استعمال کرتے تھے، کبھی کبھی زور دباؤ، غلط خبروں اور جھوٹی افواہوں سے بھی کام لیتے جاتے تھے۔ اس کے باوجود بھی ان کی سرتوڑ کوششیں ایک بڑی حد تک ناکام رہتی تھیں۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد جو قصبہ گوا میں مقیم تھا، ضلع متھرا کے گرد و پیش کے مواضع میں گشت کرتا رہتا تھا کبھی گاؤں کے دورہ کے بعد اچھا اثر قائم ہوگیا۔ ان علاقوں کے راجپوت اچھے اخلاق والے تھے۔ اور وفد اسلام کا پرجوش استقبال کرتے تھے۔ وفد اسلام نے ان کی اصلاح میں کافی کوششیں کیں، اور نماز پڑھنے کا طریقہ اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرالیا تھا۔ اس میں کافی حد تک کامیابی بھی ملی تھی۔ [1]

بندرابن ضلع متھرا کا نظارہ

بندرابن متھرا میں ہندوؤں کا ایک مشہور مقام ہے۔ یہاں پر ۱۹۲۲ء میں ۳۹۰۰ ہندو اور صرف سات سو مسلمان آباد تھے۔ بندرابن کے ہندو سخت قسم کے متعصب تھے، اور مسلمان ہندوؤں کی رسم و رواج کو اپنائے ہوئے تھے۔ سات سو چوراسی مندروں میں صرف ایک مسجد تھی۔ وفد اسلام نے آریوں کے اس اہم حلقہ کا دورہ کیا، اور یہاں بھی اسلام کی ضیاء پاش کرنوں نے روشنی پھیلادی۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ اسی مسجد میں قیام پذیر ہوا تھا۔ بندرابن کے مسلمانوں کو صحیح حالت پر لانے کے لیے اصلاحی کام شروع کردیا، اور وہاں پر دو عالموں کو تبلیغ دین اور ان سات سو مسلمانوں کی اصلاح کے لیے متعین کردیا۔ ان دو عالموں کے متعین کرنے کے بعد وفد اسلام دوسرے مقام کے دورے پر نکل گیا۔ [2]

---

[1] مکتوب مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی بنام شاہ فضل حسن صابری، محررہ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۴۱ھ دبدبۂ سکندری بابت ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء [2] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱۲، بابت ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء ش ۳۱، ج ۵۹ ک ۱۔

موضع نوگانواں

بندرابن ضلع متھرا کے دورے سے واپسی پر وفد اسلام ایک چھوٹے سے گاؤں بستی میں گیا۔ موضع بستی میں اسلام کی حقانیت کو واضح کیا، اور احکام شرعیہ کی پابندی کرنے کی تلقین کی، تو ایک نوجوان کو ہرانامی راجپوت نے احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا اقرار کیا ــــــ

پھر اسی سلسلہ میں قصبہ نوگانواں کا تبلیغی دورہ کیا گیا۔ یہ قصبہ کافی علاقہ رکھتا تھا، اس میں بکثرت مسلمان آباد تھے۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے یہاں پر اسلامی دعوت کو عام کرنے اور مسلم راجپوتوں کی اصلاح کے لیے ایک ادارہ قائم کر دیا تھا۔ اور اپنے فعّال مبلغ کو مقرر کرکے ان کی اصلاح کا بہترین طریقہ اپنایا تھا جس کے نتیجہ میں بہت سے راجپوتوں نے احکام شرعیہ پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا، اور کافی حد تک اصلاح معاشرہ اور اصلاح تہذیب کا کام ہوا۔ مسلم راجپوتوں میں ایک قسم کا اسلامی جذبہ بیدار ہو گیا تھا۔ قصبہ نوگانواں میں تقریباً تین ہزار مسلمان راجپوت تھے۔ اکثر اسلام کے جاں نثار اور اس کے فدائی ہو گئے تھے مسجدیں نمازیوں سے بھری نظر آتی تھیں۔ دو شخصوں کے نام بدلے گئے۔ ایک کا نام سکھو تھا محمد خاں رکھا گیا، دوسرے کا نام کشن دیا تھا، سعادت خاں رکھا گیا۔ [1]

مناظرہ، چیلنج کامیاب ہوتا تھا

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آریہ دھرم کے باطل ہونے کے لیے جو کئی طریقے اپنائے ان میں ایک مناظرہ کا طریقہ بہت کارگر اور مؤثر ثابت ہوا تھا۔ یہ کہ جس جگہ وفد اسلام اور تحریک شدھی کا مقابلہ ہو جاتا، تو فوراً مبلغین وفد اسلام مناظرہ کا چیلنج کرتے کہ "ہمارا مذہب اسلام حق پر ہے، آریہ باطل مذہب ہے، اگر تم اپنی حقانیت کو واضح کرنا چاہتے ہو تو مناظرہ کر لو، اگر ہم ہار گئے تو تمہارے ساتھ شامل ہو کر آریہ کی تبلیغ کریں گے۔"

[1] مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۲، بابت ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء

ــــــ مگر آریہ کی شدھی حق پر ہوتی تو فوری طور پر اپنی حقانیت کو واضح کرنے کے لیے مناظرہ کو تیار ہو جاتے، آریوں نے مناظرہ سے پہلوتہی اور اعراض کرنا شروع کر دیا، کسی مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اور بعض مقامات پر کچھ مباحثے ہوئے، جس کا اچھا نتیجہ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے حق میں ہوا ــــــ مولانا سید ایوب علی بریلوی کے الفاظ میں؛

> ہمارے مبلغین نے جابجا دیہات اور علاقۂ ارتداد میں آریوں سے ان کے مذہب کی حقانیت کا مطالبہ کیا، جس کا بفضلہٖ تعالیٰ یہ اثر ہوا کہ نادان راجپوتوں کی بھولی جماعتیں سر اٹھا کر منتظرانہ دیکھنے لگیں، کہ کون حق پر ہے، کون باطل پر ــــــ اور جب آریوں نے مناظرے سے اعراض اور پہلوتہی کی، یا بعض مقامات پر ان سے مباحثے ہوئے، اور وہ تابِ جواب نہ لا سکے تو سمجھیں کی سمجھائیں، اور مجلسیں کی مجلسیں صدہا آدمیوں کی جماعتیں جو مرتد ہونے کے لیے تیار تھیں، پیچھے ہٹ گئیں۔ اور انھوں نے صاف کہہ دیا کہ پنڈت جی اگر آپ میں سچائی ہوتی، تو آپ کچھ مولوی صاحب کے سامنے جم سکتے ــــــ اس طرح فضلِ الٰہی سے ہزارہا اشخاص ارتداد سے محفوظ رہے۔ [1]

صدرالافاضل کا شردھانند کو چیلنج مناظرہ

آریہ کی تحریک شدھی کی قیادت و رہنمائی پنڈت شردھانند کر رہے تھے جن کے دل میں اسلام کی شدید ترین دشمنی بھری ہوئی تھی۔ ہر ہر لفظ اسلام اور اہلِ اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے نکلتا تھا۔ اگر اسلام حقانیت اور اپنی سچائی پر قائم نہ ہوتا تو آج ہندوستان میں اسلام اور مسلمان نام کا ایک فرد بھی نہیں بچتا۔ کیونکہ ۱۹۲۲ء میں ہندوستان سے مسلمانوں کو عرب بھگانے کی تحریک چلی، اور یہ کہہ کر مسلمانوں پر جگہ جگہ حملے اور فسادات برپا

[1] روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: سال چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۱۸

کیے گئے کہ اگر مسلمانوں کو کم نہ کیا گیا، تو ہندو بھائی اقلیت میں آجائیں گے، اور مسلمان اکثریت میں

وفد اسلام کے اہم مبلغ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے میدان ارتداد میں اس کے انسداد کے لیے شدھی تحریک کے داعی و مبلغ پنڈت شردھانند کو ایک پوسٹر چھاپ کے چیلنج مناظرہ دیا۔ اور اس میں شردھانند سے مطالبہ کیا کہ:

جب آپ ویدک دھرم کا پرچار، اور آریہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں، اور دنیا کی اقوام کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں، تو آپ کا پہلا فرض تھا کہ آپ اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے تیار ہوتے۔ اور اپنے خیالی دو ارب سے زیادہ عمر والے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے دنیا کو چیلنج دیتے، نہ کہ آپ سے مطالبہ کیا جائے اور آپ خاموش ہوں۔ [1]

مذکورہ اشتہار کثیر تعداد میں چھاپ کر ملک کے گوشہ گوشہ، اور علاقۂ ارتداد کے چپہ چپہ میں بھیجا گیا تھا۔ پنڈت شردھانند کو ذرا سی ہمت نہ ہو سکی کہ اس مناظرے کے اشتہار کو قبول کرتے۔ بلکہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے شردھانند کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ جیسے معلوم ہوتا کہ آج شردھانند جی فلاں گاؤں کا دورہ کریں گے، یا تو خود پہلے پہنچتے یا پنڈت جی پیچھے دوڑتے ہوئے پہنچتے تھے ——— اور پہلا مطالبہ مناظرہ کا ہوتا تھا۔ شردھانند کو جیسے خبر ملتی کہ مولانا مراد آبادی بھی آئے ہوئے ہیں، تو فوراً پروگرام منسوخ کر کے راہ فرار اختیار کرتے۔

مناظرہ کے چیلنج سے اسلام کو یہ فائدہ پہنچا کہ جو لوگ مرتد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، انھوں نے بخوبی جان لیا کہ آریہ مذہب باطل ہے اور اسلام حق ہے۔ اگر اسلام حق نہ ہوتا تو پنڈت جی مناظرہ کر کے آریہ مذہب کی حقانیت ظاہر کرتے۔ بہرحال ہر جگہ آریہ کو منھ کی کھانی پڑی اور وفد اسلام کو ہر جگہ کامیابی نصیب ہوئی۔

[1] نعیم الدین مراد آبادی، سید، مولانا: اشتہار مناظرہ بحوالہ روداد جماعت مبارکہ ۱۳۴۲ھ

شدھی ہونے والوں کے گھروں میں ماتم

ضلع متھرا کا ایک گاؤں جو چھپلا تھوک کے نام سے جانا جاتا تھا، وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا دورہ ہوا۔ وہاں کی حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ وفد اسلام کے جانے سے بہت مسلمان مرتد ہونے سے بچ گئے، اور اسلام پر قائم رہنے کا عہد کیا۔ مردوں سے زیادہ عورتیں اسلام کی پابند تھیں۔ ان کو یہ شدھی ہونا ہرگز اچھا نہ تھا۔ مردوں سے عورتیں برابر کہتی تھیں کہ "آریوں کے پاس مت جاؤ، شدھی نہ ہو" ——— مگر آریوں کے بہلانے اور روپیہ کے لالچ نے کچھ لوگوں کو مرتد کر دیا۔ اور دوسری طرف ہندو اچھوتوں نے ان کے ساتھ کھانے اور پینے سے انکار کر دیا۔ وہ مرتد شدہ افراد جنیو پہنے جب اپنے گھروں کو واپس ہوئے عورتیں رونے لگیں اور گھروں میں ماتم برپا ہو گیا ——— ان کی عورتوں نے کہا:

جنیو چمار کو دے دو ——— پھر ہمارے گھر آؤ ——— ورنہ قدم نہ رکھنا۔

اسی موضع تھوک کے قریب ایک اور گاؤں بنام اسپار واقع ہے۔ اسپار سے تھوک والوں کی کچھ شادیاں ہونے والی تھیں۔ اسپار میں پکے قسم کے مسلمان تھے۔ انھیں جب خبر ملی کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے تو انھوں نے نائی کے ہاتھ یہ پیغام کہلا بھیجا:

تم بھنگی ہو گئے ہو ——— جب تک تم مسلمان نہ ہو گے، ہم تمھارے یہاں شادی نہ ہونے دیں گے ——— تم ہمارے گاؤں کی طرف رُخ نہ کرنا۔ [1]

ایک ضعیف العمر کی استقامت

موضع چھپلا تھوک ضلع متھرا کا تفصیلی ذکر ابھی گزرا ——— وفد اسلام کے دورے کے دوران اسی گاؤں میں ایک ضعیف العمر راجپوت کی استقامت اُس وقت سامنے آئی جب وفد اسلام کی نصیحت بھری تقریریں ہو رہی تھیں ——— بقول مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی:

[1] مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۳، بابت ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۶

ایک ضعیف العمر راجپوت گھنشام خاں ہے، اس کا دل درد سے بھر آیا، اور ہمارے وفد کی تقریریں سن کر روتا جاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اگر (خدا نہ کرے) تمام گاؤں آریہ یا ہندو ہو جائے تو بھی میں اپنے دین پر قائم رہوں گا۔ اور اسلام ہی پر مروں گا چاہے، یہ لوگ مجھے کتنی ہی تکلیف پہنچائیں۔ چاہے مجھے گاؤں ہی چھوڑنا پڑے ـــــ اس ضعیف کی ہمت جواں تھی، اور استقامت قابلِ تعریف۔ [1]

حق و باطل کا فیصلہ آگ کرے گی، مناظرِ اعظم کا چیلنج

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظر و مبلغ، مناظرِ اعظم مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے ساتھ تبلیغی دورے پر موضع آنور تحصیل گوبردھن ضلع متھرا پہنچے۔ آنور پہنچنے کے لیے وفد پا پیادہ سہبری پہنچا، اور سہبری سے سواری پر آنور کے لیے روانہ ہوئے، کچھ دور پیدل چلنا پڑا۔ پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ آج اور کل شدھی کی سبھا ہونے والی ہے، اور اس میں کچھ مسلم راجپوت اشدھی ہوں گے۔ موضع آنور میں آریہ نے اپنا پنجہ جما کر اثر ڈال لیا تھا۔ یہاں کے راجپوت ان کے دام تزویر و اغوا میں آچکے تھے۔ اور آریہ کا جادو یہاں تک اثر کر گیا تھا کہ وہ مسلم راجپوت وفد اسلام کی صورت سے نفرت کرتے تھے۔ دس آریہ موجود تھے اور اپنے خیالات کی تشہیر سے تمام گاؤں مرتد ہونے پر آمادہ کر لیا گیا تھا۔ وفد اسلام کے علماء سے ان آریوں نے بے رخی سے یہ کہا کہ "آپ کا سمجھانا بے کار ہے" ـــــ وفد اسلام نے نفسیات پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان سے کون چیز یہ باتیں کہلا رہی ہے۔ اس لیے وفد اسلام بد دل نہ ہوا، بلکہ یہ کہا کہ ہم اپنے بھائیوں سے صرف ملنا چاہتے ہیں، وفد اسلام نے ان سے نہایت تواضع اور انکسارانہ نرمی، ملاطفت کے ساتھ چند باتیں سن لینے کے لیے استدعا کی ـــــ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے الفاظ میں:

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۲، بابت ۳۰ر اپریل ۱۹۲۳ء

جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ ہماری تقریر سننے پر کچھ رکتے ہوئے آمادہ ہوئے، مگر تقریر شروع ہو جانے کے بعد ان کے قلوب میں گرویدگی پیدا ہو گئی، اور انھوں نے ہمارے وفد کی تعلیم سے اثر لینا شروع کیا۔ آریوں کی کوشش ان میں مانع نہ ہو سکی۔ [1]

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے قیام کے دوران دوسرے دن پنڈت شردھانند ریاست بھرتپور کی گاڑی پر بہت شان و شوکت کے ساتھ پہنچے، ان کو آنے کے بعد معلوم ہوا کہ وفد اسلام بھی پہنچا ہوا ہے۔ شردھانند کے ساتھ میں آریہ اور سکھ بندوقیں، تلواریں اور لاٹھیاں لیے موجود تھے۔ اس خطرناک مبہم اور موہوم فضا میں بھی مولانا حشمت علی لکھنوی نے شردھانند سے مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ ان کا چیلنج کرنا تھا کہ تمام اسلحے حرکت میں آگئے، مگر کسی کی ذرا سی جرأت و ہمت نہ ہو سکی کہ وفد اسلام کے مختصر سے قافلے پر حملہ کر دے۔ وفد اسلام اس وقت اللہ کی حفاظت میں تھا، اور فرشتے اس کی نگہبانی کر رہے تھے۔ مولانا حشمت علی لکھنوی کے چیلنج مناظرہ پر شردھانند نے انکار کر دیا۔ اس وقت مولانا لکھنوی جذباتِ اسلامی میں نہ سما سکے اور اسلامی جوش نے یہ کہلوا دیا ـــــ بقول مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی:

> مولانا کے اسلامی جوش کی یہ کیفیت ہوئی کہ انھوں نے ایک شخص کی معرفت پیغام بھیجا، کہ ایک گڈھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی جائے، اور ہم اور آپ ہاتھ میں ہاتھ لے کر اس آگ میں کود پڑیں، تو دنیا حق و باطل اور صادق و کاذب کا فرق دیکھ لے گی اور ان شاء اللہ العزیز حق ظاہر ہو جائے گا ـــــ پنڈت جی نے اس سے بھی انکار کیا، لیکن موضع کے راجپوتوں نے اس سے بہت بڑا اثر لیا، حتیٰ کہ سب آریہ سے متنفر ہو گئے۔ [2]

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ طریقہ نہ اپنایا جاتا تو پورا گاؤں کا گاؤں شدھی ہو جاتا۔ مولانا لکھنوی کے اسلامی جذبہ اور صادق اخلاص نے ایمان کی حفاظت کی۔

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱۲، بابت ۳۰ر اپریل ۱۹۲۳ء
[2] " " " " " " " "

جماعت احمدیہ کی فتنہ سامانی

جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام ضلع متھرا کے مختلف مواضعات اونڈی، نوگانوا، بڑاولی وغیرہ میں خدمت اسلام میں مشغول تھا۔ ان علاقوں میں وفد اسلام کئی مہینے سے کام کر رہا تھا۔ اور محنتیں اور جفاکشی قلوب پر نقش ہو چکی تھیں۔ وفد اسلام نے اپنا خون پانی ایک کر دیا تھا، اس کے قیام و خدمت سے حالتیں بہت درست ہو گئی تھیں، لوگ اسلام کے گرویدہ ہو گئے تھے، اشدھی سے باربار انکار کر چکے تھے۔ آریوں کو کئی مرتبہ سخت سخت ناکامیاں ہوتی تھیں، اور آریوں کو ذلت کے سوا کچھ نہیں ملا۔

جہاں جہاں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے راہیں ہموار کی تھیں، اور مسلمان اسلام سے قریب آچکے تھے وہاں قادیانی پہنچ کر مسلمانوں کے سامنے مرزا کی نبوت پیش کرنے لگے۔ اور ساری قوت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت تسلیم کرانے میں صرف کر دی، اس پر جماعت رضائے مصطفیٰ نے مزاحمت کی، مگر جماعت احمدیہ نے مسلم راجپوتوں کو راغب کرنے کے لیے وہی آریائی طریقہ اپنایا کہ جو اُن کی بات مانتا وہ اس کو روپیہ دیتے۔ زمینداروں اور کاشتکاروں کو طویل قرضہ دینے کا وعدہ کرتے، اور بینک کھولنے کے لیے کہتے۔

وفد اسلام کی جانکاہ محنت کے ذریعہ مسلمان شدہ راجپوت میں ایک طرح کی ہلچل مچ گئی۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، اور دوسرے لوگوں کو اشدھی ہونے سے روکتے تھے، اور اس کوشش میں پھرتا ان کو ثواب معلوم ہوتا تھا، مگر اب ان لوگوں کی اس چاندی کے طوفان میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ اعلانیہ بے تکلف روپیہ کا سوال کرتے تھے اور صاف کہتے تھے کہ اگر تم روپیہ دو تو مسلمان ہوں گے، ورنہ آریہ ہم کو ہزار روپیہ دے رہے ہیں۔

——— مگر اس چاندی کے طوفان میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا عزم مصمم دیکھیے:

> اللہ تعالیٰ کرم فرمائے، حالات بہت خطرناک ہیں۔ ہمارا وفد اپنی جانبازانہ مساعی میں مشغول ہے ——— مسلمان دعا کریں، اور ان شاء اللہ العزیز یہ کوشش بے کار نہ جائے گی، روپیہ کا سیلاب ایک مرتبہ آکر گزر جائے گا ——— مگر

مذہب میں حقانیت نہیں ہے تو وہ کیا حق کے سامنے ٹھہر سکے گا؟ ہمیں اللہ کے فضل سے امید ہے کہ ہماری فقیرانہ کوشش ضرور کامیاب ہوگی اور یہ فتنہ ضرور پسپت ہوگا۔ [۱]

جماعت احمدیہ نے دوسری جانب لوگوں کو ترغیب دی اور بچوں کو قادیان لے جانے کا ارادہ کیا۔ اور طرح طرح کے حربے استعمال کیے مگر اللہ کے فضل سے وفد اسلام نے جماعت احمدیہ پر بہت جلد کنٹرول حاصل کر لیا۔ اور آخر کار قادیانیوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ [۲]

علاقۂ ارتداد میں مدارس کا قیام

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے اصول میں یہ بات تھی کہ جن جن علاقوں کا دورہ کرتے، اور وہاں پر کچھ دنوں تو خود مبلغین وفد اسلام قیام کر کے راہیں ہموار کرتے، اس کے بعد اس جگہ پر ایک مدرسہ قائم کر کے ایک اچھا مدرس مقرر کر دیتے تھے۔ وفد اسلام کا یہ عمل اور طریقہ نہایت اچھا تھا، چونکہ نئی نسل کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر اسلامی تعلیمات کو داخل کیا جائے۔ اگر کوئی بھی مسلمان اسلام پر پختگی سے قائم ہے تو کوئی بھی دوسری قوم اس کے ایمان و یقین کو متزلزل نہیں کر سکتی۔

وفد اسلام کو جب مبلغین کی ضرورت ہوتی تو وہ اخبارات میں اعلان کراتے تھے اور مدرسین کی بھی فراہمی کے لیے کوششیں ہوتی تھیں مستقل مدرسین کی ضرورت کے پیش نظر ایک خط کے ذریعہ شاہ فضل حسن صابری ایڈیٹر دبدبۂ سکندری رام پور کو مطلع کر کے مدرس کی ضرورت کا احساس دلایا:

> مرکز تبلیغ آگرہ کے لیے ایسے مستقل مدرسین کی ضرورت ہے، جو بچوں کو اُردو، ہندی کی ابتدائی تعلیم دے سکیں، اور روزہ نماز کی ضروری باتیں بچوں کو سکھا سکیں، تنخواہ

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۳، بابت ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۶، ک ۲

[۲] " " " ص ۵، بابت ۱۴ مئی ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۸، ک ۲،۱

حسب لیاقت دی جائے گی۔ [1]

وفد اسلام کو جہاں بھی کامیابی ملی، فوری طور پر ایک مدرسہ قائم کرکے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کی بھی تعلیم و تربیت کا بندوبست کر دیا۔ بڑوں کے پڑھنے کے اوقات اور بچوں کے پڑھنے کے اوقات الگ الگ ہوا کرتے تھے۔

جولائی ۱۹۲۳ء کو ضلع میرٹھ، متھرا، علی گڑھ اور آگرہ کے اضلاع میں کچھ مدارس کا افتتاح ہوا جس میں موضع سوجان، اوندی اور نرولی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ موضع سوجان ضلع علی گڑھ میں انجمن خدام الصوفیہ کے مبلغ مولانا غلام فرید کو متعین کیا تھا۔ موضع اوندی میں منشی نصیب علی راجپوت کو مقرر کیا۔ [2]

موضع نرولی ضلع ایٹہ جہاں آریوں نے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی تھیں، مگر مسلمان راجپوتوں کے اسلامی و ایمانی جذبہ نے ناکام بنا دیا، ان میں مزید اسلامی لہو کو تیز کرنے کے لیے جماعت رضائے مصطفی کے زیر کمان وفد شروانی کی جد و جہد سے چودھری محمد شعیب خان بہادر رئیس سہاور کے مصارف سے ایک مدرسہ مستقل طور پر قائم کر دیا گیا تھا۔ [3]

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفی کے مدارس صرف مدارس کی حد تک نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس کے سالانہ اور ششماہی امتحانات اور معائنہ جات ہوا کرتے تھے۔ پہلے سال کے معائنہ کے لیے مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی خدمات حاصل کی گئیں، اور پھر دوسرے سال کے معائنہ کے لیے مولانا سید علی اصغر تشریف لائے۔ مولانا سید علی اصغر معائنہ کرتے ہوئے مدارس اور مدرسین کی حالت تحریر کرتے ہیں کہ:

> مدارس قابل اطمینان حالت میں جاری ہیں، مدرسین بھی محنت کر رہے ہیں۔ خصوصاً منشی حشمت علی صاحب۔ اس وقت زیر درس اردو کی دوسری اور تیسری کتاب ہے۔ حساب بھی سکھایا جا رہا ہے، دس تک پہاڑے بچوں نے یاد کر لیے ہیں۔ نماز بھی

---

[1] عبد الحی آگرہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۲، بابت ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء

[2] ناظم وفد جماعت رضائے مصطفی: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۴۳، بابت ۹ جولائی ۱۹۲۳ء

[3] محمد اسماعیل رضوی صدیقی، حکیم: " " ص ۸، بابت ۲ جولائی ۱۹۲۳ء

سکھائی جا رہی ہے۔ ایک بچہ امام کیا جاتا ہے، اور اس کے پیچھے لڑکوں کی صف اور ان کے پیچھے لڑکیوں کی، لڑکیوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنے اور سجدہ میں دونوں پاؤں بچھانے کی تعلیم دی گئی ہے ـــــ میں موضع کے مدرسہ کا معائنہ کرکے قصبہ میں پہنچا، یہاں متعدد مساجد دیکھیں، دل باغ باغ ہوگیا۔ اور میں انھیں دیکھ کر یہ سمجھا کہ بفضلہ تعالی یہاں اسلام کا اچھا اثر ہے، لوگ باخبر ہیں، میں نے اس پر شکر کیا، مگر جب قصبہ میں پہنچا تو یہاں ان کی ناگفتہ جہالت دیکھ کر گویا کلیجہ شق ہوگیا، وہ جہالت و غفلت ہے، وہ تاریکی و ظلمت ہے کہ الامان الحفیظ۔ [1]

نوگانواں میں دوبارہ آریوں کی کوشش ناکام

قصبہ نوگانواں ضلع متھرا کے مفصل حالات گزشتہ اوراق میں مطالعہ کر چکے ہیں یہاں دوبارہ آریوں کی کوشش اور پھر ناکامی کا ذکر بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفی موضع آنور کے دورے پر تھا، اور واپسی پر اچانک یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قصبہ نوگانواں پر دوبارہ آریوں نے یورش کی ہے، اور کچھ لوگوں پر اپنا جادو چلا کر مرتد کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ ہنوز وفد اسلام کو بیٹھنے اور آرام کرنے کی مہلت نہ مل پائی کہ وفد اسلام فوراً غازیانہ ہمت کے ساتھ اس طرف روانہ ہوگیا۔ نوگانواں میں بابا جی کے استھل پر آریوں نے راجپوتوں کو گھیر لیا تھا، اور جب وفد اسلام پہنچا تو اس وقت لالہ شیام لال یہ تقریر کر رہے تھے:

> اے راجپوتو! ـــــ ایک دھرم میں گئو رکشا کرنا پن ہے، ایک دھرم میں گئو بھکشا کرنے سے خدا ملتا ہے، تمھیں جو دھرم اچھا معلوم ہو وہ اختیار کرو۔ [2]

وفد اسلام کے کچھ لوگ اس تقریر کے جلسہ میں شامل ہوگئے تھے، اور انھوں نے لالہ شیام لال

---

[1] علی اصغر، سید، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۶، بابت ۱۷ دسمبر ۱۹۲۳ء، ش ۱۸

[2] محمد احسان الحق نعیمی، کاشی: " " ص ۵، بابت ۷ مئی ۱۹۲۳ء، ک ا

سے گئو کشا کے متعلق سوال کر لیا۔ آریوں کے پاس جواب میں سوائے صفر کے اور کچھ نہ تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے اور بغلیں جھانکنے لگے۔ اس مجبوری کو چھپانے کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا تو انھوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ ایک پنڈت نے وفد اسلام کے اس مبلغ عالم کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ "ہماری برادری کی پنچایت میں بولنے کا کوئی حق نہیں" —— مبلغ نے کہا کہ "برادری کا دعویٰ کیسا، آپ بنیے ہیں، یہ راجپوت ہیں۔ آپ کا برادری کا دعویٰ غلط ہے، اور بہکانے کا حق باطل" —— مزید نوک جھونک ہوتی رہی، پھر راجپوتوں کا رنگ بدل گیا۔ کچھ نوجوان راجپوت کھڑے ہو گئے، پھر کثیر تعداد میں لوگ اٹھنے لگے، اور سخت لہجہ میں پنڈت سے کہہ دیا کہ:

ہم شدھی نہیں ہوں گے —— آپ کو بحث کرنا ہو تو ہمارے مولوی موجود ہیں [1]

آریوں نے بحث سے انکار کیا تو راجپوتوں نے سبھا کو درہم برہم کر کے آریوں کو نوگاواں سے نکال باہر کیا۔

قصبہ نوگاواں میں چوٹیاں کٹوائیں

نوگاواں وفد اسلام کی کوششوں سے اپنے علاقہ کا اسلامی مرکز بنایا گیا تھا۔ وہاں کے اکثر آدمی کہتے تھے کہ "ایک رستم خاں نام کے راجپوت نے اپنی چوٹی اپنی خوشی سے کٹوائی۔ اور اپنے سو (۱۰۰) اور آدمیوں کی چوٹیاں کٹوائیں۔ اسلامی جوش قدرے قدرے بڑھتا جاتا تھا۔ مگر آریہ آس لگائے ہوئے تھے کہ قصبہ نوگاواں پر قبضہ کیا جائے، وہاں فضلِ الٰہی سے وفد اسلام نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس کے مدنظر وہاں کے مسلم راجپوتوں نے مشورہ کر کے ایک کام یہ کیا کہ تھانہ میں رپٹ درج کرا دی:

ہم مسلمان ہیں، مسلمان ہی رہنا چاہتے ہیں، آریہ اکثر ہمیں بہکاتے ہیں۔ اور دین اسلام کی توہین کرتے ہیں —— ہمیں اندیشہ ہے کہ آریوں کے سبب سے فساد نہ ہو جائے۔ اس لیے گورنمنٹ اس کا معقول انتظام کر دے۔ [2]

---

[1] محمد احسان الحق نعیمی، قاضی: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۵، بابت ۲ مئی ۱۹۲۳ء، ک ۲

[2] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵، بابت ۲ مئی ۱۹۲۳ء

قصبہ نوگاواں کے ایک راجپوت جن کا نام بدن سنگھ تھا، وہ اسلام سے متاثر ہو کر بخوشی وفد اسلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اور اپنی چوٹی کٹوا دی، ان کو احکام اسلام کی تلقین کی۔ اسلامی نام محمد خاں رکھا گیا۔ مغرب کی نماز وفد اسلام نے ایک میدان میں ادا کی، کچھ لوگ شامل ہوئے، اور بہت سے لوگ نہایت شوق سے اس نظارے کو دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد عورتوں کا ایک ہجوم تھا جو بچوں پر نمازیوں سے دم کرانے کے لیے حاضر تھا۔ اس سے فارغ ہو کر وفد اسلام کے خوش لہجہ رکن شاہ فقیر محمد نے بھجن سنائے جس میں اسلام کی خوبیاں دل نشین پیرایہ میں نظم کی گئی تھیں۔ اس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ اور انھوں نے قرآن عظیم سنانے کے لیے نہایت شوق کے ساتھ التجا کی، وفد اسلام کے رکن اور خوش الحان قاری شاہ فقیر محمد نے قرآن عظیم سنایا۔ لوگ وفد اسلام کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ [1]

کرایہ کے برہمن اور موضع سمیری

جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد اسلام جب موضع سمیری ضلع متھرا پہنچا، تو یہاں ایک دیوی کا مندر نظر آیا۔ اس پر سالانہ میلہ لگتا ہے، نو مسلم راجپوت بھی بکثرت جاتے تھے۔ وفد اسلام نے اس میلہ کی تحقیق کی، تو دیوی کے مندر کے میلہ کی حقیقت معلوم ہوئی —— بقولِ قاضی محمد احسان الحق نعیمی رکن وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ:

ان میں سے کوئی دیوی کی پوجا نہیں کرتا۔ صرف کھیل تماشہ سمجھ کر میلہ دیکھنے جایا کرتے ہیں۔ یہاں آریہ بھی پہنچے ہوئے ہیں، انھوں نے اشتہارات بانٹے، ہمارے وفد نے اپنے پمفلٹ شائع کیے۔ موضع کے برہمن کا بیان ہے کہ آریہ ہم کو اشدھی ہونے والوں کے ساتھ کھانے کے لیے فی کس اٹھنی بلکہ ایک روپیہ تک دینے کے لیے تیار تھے، کہ ہم جتنے اشدھی ہونے والوں کے ساتھ کھائیں، اتنے ہی روپئے لیں گے، مگر ہم نے منظور نہیں کیا۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۲۸ مئی ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۴، ک ۱

[2] 〃 〃 〃 ص ۵، بابت ۲۸ مئی ۱۹۲۳ء

تحریک شدھی کے رکن کا اعلان

آریوں کی تحریک شدھی کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کرکے اس میں کمی کی جائے۔ مگر اندرونِ خانہ ان کی حالت بڑی نازک تھی۔ ایک مثل مشہور ہے کہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں، دکھانے کے اور ہیں۔ ایسا ہی حال داعیانِ شدھی کا تھا۔ جو لوگ مرتد ہو جاتے تھے ان کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور بہت سے ایسے واقعات تاریخ کے قرطاس پر ثبت ہیں، کہ ان کی ذلیل حرکتوں اور اندرونِ خانہ کے حالات دیکھ کر مرتد لوگ واپس آگئے، اور بہت سے خود انہیں کے مبلغ نے شدھی کی تبلیغ سے انکار کر دیا۔

مولانا وحید اللہ احراری غازی پوری تحریک انسداد شدھی کے حالات جاننے کے لیے غازی پور سے آگرہ پہنچے۔ وہاں ان کے ایک خاص اور اہم دوست چھیدی سنگھ سے ملاقات ہو گئی، چھیدی سنگھ "شدھی مہاسبھا" کے ماتحت آریائی مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے اور خود ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ سیاست سے کافی دلچسپی تھی۔ اپنے ملک کے ہمدرد و بہی خواہ تھے، اور سیاسی پارٹیوں میں کانگریس کے حامی تھے چھیدی سنگھ نے آریہ کے اندرونِ خانہ کی تلاشی لی اور پھر ان کو پوری حقیقت منکشف ہوئی۔ اس سے متاثر ہو کر انھوں نے آریہ کی تبلیغ سے انکار کر دیا، اور شدھی مہاسبھا کی رکنیت ختم کر دی۔ اور ذیل کا ایک بیان لکھ کر مولانا وحید اللہ احراری کو یہ کہہ کر دیا کہ اس کو اخبارات میں ضرور شائع کرا دیں، تاکہ حقیقت کا انکشاف ہو جائے ——— چھیدی سنگھ کا بیان:

میں چھیدی سنگھ عرف شنکر سنگھ ساکن موضع بھگوان پور پوسٹ محمد آباد ضلع اعظم گڑھ جو ملک کی خاطر چھ ماہ جیل میں رہ چکا ہوں، یہاں (آگرہ) ۱۸ راپریل ۱۹۲۳ء کو شدھی کے کام کے لیے آیا تھا چونکہ میں نے سنا تھا کہ آریہ سماج ملک کی خدمت کر رہی ہے۔ اور منو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے لوگوں نے ملک اور دھرم کی خدمت کے خیال سے مجھے بھیجا تھا۔ میں یہاں پندرہ روز رہا، گاؤں گاؤں پھرا، اور شدھی سبھا کے لیے ہر طرح کا کام کیا ——— اب آج ۲۹ راپریل ۱۹۲۳ء کو میں نہایت

رنجیدہ خاطر ہو کر، اور کام کو برا سمجھ کر واپس جاتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ملک کے بلکہ کانگریس کے کاموں میں اس سے نقصان ہوتا ہے۔ میں نے ۱۹ راپریل ۱۹۲۳ء کو دیکھا کہ ہندو بھائی جوش میں لاٹھی باندھے پھرتے تھے، مگر مسلمان بھائی پر امن تھے۔ یہاں کے بعض آریہ کارکنوں نے کام خراب کر رکھا ہے، ملکانہ قوم کو شدھی کرنے کی ضرورت نہیں۔ ...... آریہ دھوکا دے کر کانگریس کا کام خراب کر رہے ہیں۔ ظاہر میں شدھی کا نام لے کر شدھی سبھا ہر طرح فریب اور سیاسی چالوں سے کام لے رہی ہے۔ آخر میں صرف یہ کہتا ہوں کہ میں بڑی محبت سے اس کو ملک و مذہب کی خدمت خیال کر کے آیا تھا، اب اسے مضر سمجھ کر واپس جاتا ہوں، تمام ہندو بھائیوں کو اس سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ اس کے لکھنے میں میرے اوپر کسی کا اثر نہیں، صرف دھرم اور حق منظور ہے۔

(شنکر سنگھ عرف چھیدی سنگھ بمقام آگرہ شدھی سبھا ۲۹ راپریل ۱۹۲۳ء)[1]

موضع اوندی میں برات واپس

موضع اوندی ضلع آگرہ میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک بار دورہ ہو چکا تھا۔ موضع میں ایک برات آئی، اور لڑکے والے مرتد ہو چکے تھے۔ انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ نکاح نہ پڑھایا جائے بلکہ آریوں کی رسم کے مطابق چکر لگوا دیے جائیں۔ اس پر موضع اوندی کے بہادر راجپوتوں نے شادی سے انکار کر دیا اور صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم آریہ ہو گئے ہو، اب ہمارے یہاں شادی نہیں ہو سکتی، اور بڑے سخت لہجہ میں ان کو کہہ دیا کہ برات واپس لے جاؤ۔ غرضیکہ وہ لوگ شرمندہ ہو کر برات واپس لے گئے۔ قصبہ سلطانپورہ متصل آگرہ کے مسلم راجپوتوں نے اپنے یہاں سے لڑکا لے جا کر اس مسلمان لڑکی سے فوراً شادی کر دی اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ بیاہ کرائے۔ دوسرے دن قصبہ سلطانپورہ میں بڑی دھوم دھام سے

---

[1] وحید اللہ احراری غازی پوری، مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۶، بابت ۸ رمئی ۱۹۲۳ء

ولیمہ ہوا جس میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے اراکین و مبلغین نے مذہبی شرکت کی۔[1]

تحریکِ انسدادِ شدھی میں شروانی رؤسا کی مالی امداد

ملک گیر پیمانہ پر تبلیغ اسلام کا منصوبہ روبہ عمل ہو چکا تھا، اور جماعت رضائے مصطفیٰ پورے ملک کو اسلام کی کرنوں سے مزین کر دینے پر تُلی ہوئی تھی۔ کوئی بھی کام ہو، اگرچہ معمولی سا ہی کیوں نہ ہو، مگر اس میں وقت اور سرمایہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ آج کے دور میں کوئی بھی کام بغیر سرمایہ خرچ کیے ہوئے نہیں ہو سکتا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے علاقۂ ارتداد میں پوری تندہی سے کام کیا، اور جگہ جگہ مدارس، مکاتب، مجلسیں اور انجمنیں قائم کر کے وہاں پر ایک ذی علم عالم و مبلغ متعین کیا۔ اور سب کو حسب لیاقت تنخواہ بھی دی آخر یہ سارا خرچ کہاں سے آتا تھا، جبکہ کہیں چندہ کی اپیل بھی نظر سے نہیں گزری۔ اس نکتہ کا حل مولانا سید ایوب علی بریلوی حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> گزشتہ زمانہ میں بھی ملک نے جماعت کی مالی دستگیری میں حوصلہ مندی کا ثبوت نہیں دیا، اور بے تردد کہتے ہیں، اور کہنا چاہیے کہ ہمارے تبلیغی کارنامے دنیا میں مشہور ہو گئے، ہماری کامیابیوں سے اخبارات کی جلدیں لبریز ہو گئیں، ہمارے مساعی کے زندہ نشان علاقہ راجپوتانہ کی نومسلم جماعتوں میں نمایاں ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اور علاقے کے علاقے بفضلِ الٰہی ارتداد سے محفوظ ہو گئے جہاں سروں پر لمبی لمبی چوٹیاں اور زبانوں پر رام رام تھا، وہاں آج نمازوں کی جماعتیں قائم ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کی آوازیں آرہی ہیں۔ عالمِ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس افسردگی کی حالت میں کچھ نہ کر سکتے، اگر ہمارے ساتھ ایک دین کا دردمند، اسلام کا شیدا، مذہب کا حامی، اخلاص کا پیکر، حقانیت کا فدائی یعنی مولوی چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور مردانہ ہمت اور دریا دلی کے

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور: ص ۷، بابت ۱۱ جون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۲، ک ۲

> ساتھ نہ اٹھ کھڑے ہوتے، اور انھوں نے ایسی بے مثال فیاضی کے ساتھ دستگیری نہ کی ہوتی۔[1]

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کا کام بڑا طویل تھا۔ اس میں مولانا چودھری عبدالحمید خاں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس مالی تعاون کے علاوہ انھوں نے علاقہ شروانی کے لیے ایک وفد تشکیل دیا جس کی سربراہی جماعت رضائے مصطفیٰ کے رکن مولانا حکیم محمد اسماعیل کر رہے تھے، مندرجہ ذیل شخصیات شروانی نے جماعت رضائے مصطفیٰ کا مالی تعاون دل کھول کر کیا۔

(۱) ——— آنریبل خان بہادر نواب محمد مزمل اللہ خاں، او بی ای۔ سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔
(۲) ——— خان بہادر مولانا محمد خلیل الرحمٰن، رئیس اعظم و قلعہ دار قدیم بھیکم پور۔
(۳) ——— مولانا عبید الرحمٰن خان بہادر، رئیس اعظم بوڑھانسی۔
(۴) ——— حاجی محمد یوسف خان بہادر، رئیس اعظم بوڑھانسی۔
(۵) ——— حاجی محمد صالح خان بہادر، رئیس بھیکم پور، ایٹہ۔
(۶) ——— نواب محمد عامر مصطفیٰ خان بہادر، رئیس کنگروالی کوٹھی علی گڑھ۔
(۷) ——— خان بہادر نواب محمد ابوبکر خان، رئیس دادوں ضلع علی گڑھ۔
(۸) ——— مولانا حاجی محمد جان خان بہادر، رئیس دادوں ضلع علی گڑھ۔[2]

مذکورہ بالا شخصیات دردِ اسلام سے بے چین ہو کر دفع فتنۂ ارتداد کے لیے کوشاں رہیں۔ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی مالی خدمت اپنے ذمہ لے کر ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔ وفد اسلام جماعتِ مبارکہ کا تعاون سب سے پہلے مذکورہ لوگوں نے کیا۔ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قاضی محمد احسان الحق نعیمی بہرائچی لکھتے ہیں:

> ملک کے رؤسا میں وہ پہلا ہاتھ جو حمایتِ اسلام کے لیے بڑھا، اور جس نے ڈوبتے

---

[1] ایوب علی رضوی بریلوی، سید، مولانا: روداد جماعت سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ، ص ۲۰،۲۱

[2] ناظم وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ: دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۱۱، بابت ۱۱ جون ۱۹۲۳ء

بھائیوں کو ورطۂ ہلاکت سے نکالنے کے لیے اپنے زر و مال کی قربانی کی، وہ شروانی رؤسا کا ہاتھ ہے۔ ان رؤسا نے اپنی طرف سے ایک وفد شروانی علاقہ میں کام کرنے کے لیے بھیجا، جو ماہ فروری ۱۹۲۳ء سے وفد اسلام کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ اس کا کیا شکریہ ادا کر سکتی ہے، کہ ان حضرات نے اپنے وفد کو اس کے ساتھ ملحق کیا۔ جبکہ آج تک جماعت رضائے مصطفیٰ کو کسی چندہ کی اپیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ .... ہم اپنے ان محسن اور حامی اسلام رؤسا کے حق میں اس وقت اور سفر و حضر میں تہ دل سے ترقی و کامیابی کی دعا کرتے ہیں۔ [1]

امیر ملّت محدث علی پوری کا فرمان

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی کارروائیوں اور کارناموں سے متاثر ہو کر امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے اپنے اسٹیج سے ایک بیان جاری فرمایا۔ اور اس میں لوگوں سے شرکت کی بھی اپیل کی۔ اور ایک موقع پر پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری بنفس نفیس وفد اسلام میں شامل ہونے کے لیے علاقۂ ارتداد پہنچے ——
فرمان عالی شان یہ ہے:

میں اپنے معتقدین و ارادت مندوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ انسداد فتنۂ ارتداد کے لیے ہر طرح سے کوشاں ہوں، ہر حنفی مسلمان پر لازم ہے کہ وہ وفد اسلام کی امداد و اعانت کرے میں مسلمانوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس عمل میں ہاتھ بٹائیں۔ [2]

شدھی ہو جاؤ ورنہ زندگی تلخ ہو گی

شبیر حیدر نے صدر مقام وفد اسلام کو متھرا سے یہ اطلاع دی تھی کہ گوبرپور کے مسلمان

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۱، بابت ۱۱ر جون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۲، ک ۲۱
[2] ناظم انجمن معین الاسلام فیروزپور: " " " " "

اسلام کے دلدادہ ہیں، مگر سوامی شردھانند کے چیلے ان مسلمانوں پر رشتہ داروں کے ذریعہ سے دباؤ ڈالتے ہیں، کہ تم مرتد ہو جاؤ اور آریہ میں شامل ہو جاؤ ورنہ برادری کے ہاتھوں تمھاری زندگی تلخ کر دی جائے گی۔

تحریک شدھی انتقام کے لیے ہے

محمد اسماعیل نے صدر دفتر وفد جماعت رضائے مصطفیٰ کو موضع ڈھروان سے اطلاع دی تھی کہ ۲۱ر اپریل ۱۹۲۳ء کو آریوں کا ایک ہجوم آیا، اور آتے ہی گاؤں کے مکھیا کو جبراً قہراً ہندو بنانے کی کوشش کی، مکھیا نے صاف انکار کر دیا۔ پھر مکھیا کو آریوں نے خوب ڈرایا دھمکایا، انھوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا، تو آریہ غیظ و غضب میں دیوانہ ہو کر تلوار اٹھا کر میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ ہم اس کا بدلہ ضرور لیں گے، ہم مالابار اور ملتان کا بدلہ ضرور لیں گے۔ اس میں بھی جب کوئی کامیابی نظر نہ آئی تو اسلام پر اعتراض کرنے لگے، پھر ایک مباحثہ شروع ہو گیا، اس میں بھی شرمندگی اٹھانی پڑی۔ بالآخر آریوں نے یہ کہہ دیا کہ ہماری مراد شدھی سے فی الحقیقت مسلمانوں سے ظلم کا بدلہ لینا ہے۔ [1]

اشرفی میاں کچھوچھوی کی آگرہ آمد

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی تمام کارگزاریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے اپنے اپنے وقت کے شیوخ آگرہ پہنچ رہے تھے۔ شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی ۱۴ر جون ۱۹۲۳ء کو بہ نفس نفیس صدر دفتر وفد اسلام محلہ رکاب گنج آگرہ پہنچے۔ حضرت کچھوچھوی کی آمد سے قبل ان کی طرف سے ایک فرمان اخبارات میں چھپ چکا تھا، جس کا لب لباب یہ ہو گا:

میں اپنے مریدین مخلصین کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ جلد تر اس علاقۂ ارتداد میں

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور: ص ۹، بابت ۲۵ر جون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۲، ک

پہنچ کر انسداد فتنۂ ارتداد میں کام کریں، اور وفد اسلام میں شامل ہو کر اس کو مضبوط کریں۔

حضرت اشرفی میاں کی آمد پر جماعت رضائے مصطفیٰ کو کافی خوشی ہوئی، اور اپنے لیے کامیابی و نصرت کی ایک دلیل بتایا۔ آگرہ کے سٹی اسٹیشن پر ہزاروں آدمی استقبال کے لیے پہنچے تھے۔ رضا کاران جماعت رضائے مصطفیٰ اپنے علامتی نشان کے ساتھ قطار در قطار کھڑے تھے۔ اور مقتدر علماء کرام جماعت رضائے مصطفیٰ بھی موجود تھے۔ دفتر صدر مقام آنے کی کیفیت قاضی محمد احسان الحق نعیمی کی زبانی:

> حضرت والا بسواری موٹر دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ میں تشریف لائے۔ راستہ میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ہر شخص کی زبان پر نصرت و فتح اسلام و مسلمین کی دعائیں بلند تھیں۔ راستہ میں جگہ جگہ سبیلیں لگی ہوئی تھیں، لوگ ہار پھول پہناتے تھے۔ ایک عجیب جوش ایمانی کا منظر تھا۔ [1]

ایک سو آدمی شدھی سے رُکے

موضع اوسیار (غالباً آگرہ میں واقع ہے) میں وفد اسلام کا قیام تو زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا، مگر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے وہاں تین ایسے شخص چھوڑے تھے کہ وہ مبلغین اسلام کی مدد کرتے تھے، اور آریوں کو مار بھگاتے تھے۔ وہ ہیں چھدا، فیض بخش، عبد المجید خاں۔ ایک بار موضع اوسیار میں آریوں نے اپنے مکر کا جال بچھا کر تاریخ شدھی کو مقرر کیا، اور ہر طرح کی مورچہ بندی کر دی گئی تھی کہ کسی طرف سے وفد اسلام اور کوئی مذہبی غرضیکہ شدھی تحریک کی روک تھام کوئی نہ کر سکے۔ مگر مذکورہ تین آدمیوں نے جا کر ان سو آدمیوں کو سمجھایا جو شدھی ہونے جا رہے تھے۔ اللہ کے فضل سے ان کی سمجھ میں بات آ گئی، اور انھوں نے شدھی ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۹، بابت ۲۵ جون ۱۹۲۳ء ک ۲

[2] " " " ص ۷، بابت ۲ جولائی ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۵، ک ۲

ضلع ایٹہ میں آریوں کی ناکامی اور وفد شروانی کی کامیابی

وفد شروانی، مولانا چودھری عبد الحمید خاں بہادر کا تیار کردہ تھا۔ جو وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے ضلع ایٹہ میں تبلیغ اسلام اور دعوت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مامور کیا تھا، جس کے صدر مولانا حکیم محمد اسماعیل صدیقی تھے ——— انھوں نے صدر دفتر وفد اسلام آگرہ کو اپنی کارروائیوں کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا: "ماہ جون میں عموماً آریوں کا زور کم رہا، ضلع ایٹہ میں موضع نگلہ امر سنگھ میں جو شدھی ہوئے تھے، ان میں سے دس مرتدین ۲۲ جون ۱۹۲۳ء کو تائب ہو کر واپس ہو گئے، بقیہ ابھی مذبذب حالت میں ہیں، ان کے واپس ہونے کی قوی امید ہے۔"

۲۲ جون ۱۹۲۳ء کو موضع لوہاری ضلع ایٹہ میں ملکانہ راجپوتوں نے ایک جلسہ کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ واپس شدہ مرتدین پر برادری سے جرمانہ سخت عائد کر دیا جائے چونکہ کسی مرتد یا کافر کے مسلمان ہونے پر جرمانہ یا ڈنڈ عائد کرنا شرعی نقطۂ خیال سے قطعاً حرام ہے، اس لیے وفد شروانی اطلاع پاتے ہی اپنے مبلغین کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ ان میں مولانا غلام احمد امرتسری نے ان کو سمجھایا، اور اس حرکت قبیحہ سے باز رکھا۔

وفد شروانی کے قابل مبلغ حکیم تاج الدین اور اچھن خاں راجپوت فرخ آبادی کی مسلسل جدوجہد اور ان کی بروقت مناسب تدابیر سے موضع رجورا، موضع نگلہ ابدال، نردولی ضلع ایٹہ میں آریوں کی شدھی جو انھوں نے ہفتوں سے جاری رکھی تھی، اور بڑی لگن سے آریائی خیالات کی تبلیغ کر رہے تھے، سب کو ناکام بنا دیا۔ آریہ کی زر پاشی اور دھوکا بازی بے کار گئی، ان سب علاقوں میں آریوں کو ناکامی کے سوائے کچھ ہاتھ نہ لگا۔

۲۰ جون ۱۹۲۳ء کو موضع بھیپور ضلع ایٹہ میں آریوں نے کافی ہنگامہ آرائی کی، اور طرح طرح سے دھوکا دہی کر کے کچھ مسلمان راجپوتوں کو شدھی کرنے کے لیے تیار کیا، مگر وفد شروانی کی بروقت کارروائی اور حکیم تاج الدین کی مساعی حمیدہ سے وہ مسلمان مرتد ہونے سے بچ گئے، اور آریوں نے شرمندگی سے اپنا سر چھپا کر گاؤں سے فرار کی راہ لی۔ [1]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملکانہ کے ہندو مراسم

وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ نے ملکانہ کے راجپوتوں میں تبلیغ اسلام کا طریقہ تین طرح کار رکھا تھا (۱) مرتدین کی واپسی (۲) جن کو مرتد بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں، ان کو روکنا (۳) احکام اسلام سے باخبر کرنا۔ ان کی اتنی حالت خراب تھی کہ بس نام کے مسلمان لگتے تھے۔

ناظم وفد اسلام لکھتے ہیں:

ملکانہ راجپوتوں کے اخلاق و عادات اس قدر خراب ہو گئے ہیں، جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جہالت کی عمومی بازاری نے ان کی ہم سایہ قوم کے بہت سے کفری مراسم کا انھیں عادی بنا دیا ہے، جس کا ترک کرنا انھیں شاق گزرتا ہے۔ ہم نے ہمیشہ سے ان ہر سہ امور کا خاص خیال رکھا ہے، اور الحمد للہ کہ ہمیں ہر شعبہ میں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ وہ مرتدین جو زر کے طمع میں مرتد بنائے گئے تھے، وہ پھر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اب ان مراسم کفریہ کو ترک کرنا ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ ہمارا ایک وفد جو ضلع علی گڑھ تحصیل ہاتھرس میں کام کر رہا ہے، اور جہاں ہمارے کئی مدارس قائم ہیں، ان کے مراسم کفریہ کی اصلاح میں بہت کامیابیاں حاصل کر چکا ہے۔ وہ ملکانہ جنھیں کلمہ تک نہ آتا تھا، اسلام تک نہ جانتے تھے آج ہمارے مبلغین و مدرسین کی ان تھک کوششوں سے کثیر تعداد میں واحد قدوس کی درگاہ میں سربسجود نظر آتے ہیں۔ [1]

سیتلا کا میلہ

یہ ہندوؤں کا ایک مشہور میلہ تھا، جس میں ہر قصبہ، ہر گاؤں کے چھوٹے بڑے تقریباً سب

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) [1] محمد اسماعیل رضوی صدیقی الحکیم، دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۱۹ جولائی ۱۹۲۳ء

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۶ اگست ۱۹۲۳ء

کے سب شرکت کرتے تھے۔ اور اس میں مسلمان بھی کثرت سے شریک ہوتے تھے۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس میں کیا ہوتا ہے۔ اس کی شرکت ایک ایسی ضروری چیز جس کا ترک کرنا بہت مشکل تھا۔ بلکہ قریب ناممکن تھا۔ مگر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی جاں بازانہ کوششیں بار آور ہوئیں، اور وہ مسلمان ان مراسم کو ترک کرنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے، اور ایک دن وہ آیا کہ جب میلہ لگا تو اس میں جہاں ہزاروں افراد ہوا کرتے تھے، آج بعض علاقہ کا کوئی ایک فرد بھی نہیں دیکھا گیا۔ وفد اسلام کی سعی بلیغ نے ان مراسم کفریہ سے راجپوت کی اصلاح کی۔ [1]

وفد اسلام کا اٹاوہ، جسونت نگر اور مین پوری کا دورہ

صدر رسالار اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے وفد اسلام کو تقسیم کر کے دو حصوں میں کر دیا، ایک حصّہ تو آگرہ میں مقیم رہا اور وہاں پر دیگر سرگرمیاں جاری رہیں، جبکہ دوسرا حصّہ مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کی قیادت میں ضلع اٹاوہ کے دورے پر روانہ ہوا۔ اس وفد میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے عظیم مبلغ و ناظر مولانا غلام قطب الدین برہم چاری، مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی بھی شامل تھے۔ ضلع اٹاوہ میں آریوں نے اسلام کے خلاف بڑی غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں، ایک قسم کی شورش برپا کر دی تھی۔

وفد اسلام جب اٹاوہ شہر کے اسٹیشن پر پہنچا، تو وہاں کے مسلمانوں نے پرجوش استقبال کیا، اور شان و شوکت کے ساتھ قیام گاہ تک لے گئے۔ شب کو جامع مسجد اٹاوہ میں جلسہ ہوا، مولانا برہم چاری اور مولانا نعیمی نے پرجوش تقریریں کیں۔

۳۰ جولائی ۱۹۲۳ء کو مسجد اورنگ آباد میں ۴ بجے شام کو جلسہ ہوا۔ مسجد کافی وسیع تھی مگر مجمع کی کثرت نے اس کی وسعت کو تنگ کر دیا تھا۔ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی، اور لوگوں کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کیا، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے انھیں باخبر کیا۔ اس تقریر کا لوگوں پر ایک خاص اثر تھا۔ کچھ عورتیں بھی

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، بابت ۶ اگست ۱۹۲۳ء

پس پردہ وعظ سن رہی تھیں، ابھی حضرت فضائل اسلام بیان فرما ہی رہے تھے، کہ ایک عورت آپ کی تقریر اور اسلام کی فضیلت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کے لیے آگئی، فوراً کلمۂ طیبہ پڑھا کر اسلام قبول کرایا، اور پھر اسلامی جوش و خروش کا ایک کہرام مچ گیا۔

امام باڑہ شہر اٹاوہ میں رات کو وسیع احاطہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں تقریباً پانچ ہزار افراد شریک تھے۔ مولانا برہم چاری مبلغ وفد اسلام نے "وید اور قرآن کا مقابلہ" کیا۔ اپنی تقریر میں ویدوں کے منتر پڑھ پڑھ کر اس کی تعلیم سے مسلمانوں کو باخبر کیا۔ انھوں نے اپنے خاص طرز بیان سے قرآن کریم کی تعلیم ذہن نشین کرائی۔ مولانا نعیمی نے تحفظ مذہب اسلام پر ایک جوشیلی تقریر فرمائی، اور اس مسئلہ پر بخوبی روشنی ڈالی کہ "ملکانے حقیقتاً مسلمان ہیں ان کو ہندو کہنا غلط ہے۔"

۱۳ر جولائی ۱۹۲۳ء کی شب میں امام باڑہ شہر اٹاوہ کے وسیع احاطہ میں دوسرا جلسہ ہوا، تقریباً چھ ہزار لوگوں نے شرکت کی، قرب و جوار کے بہت لوگ دیہات سے جلسہ میں مبلغین وفد اسلام کی تقریریں سننے کے لیے آئے تھے۔ مولانا برہم چاری کی خصوصیت سے تقریر ہوئی۔ مولانا نے آریوں کے مذہب کا نہایت عمدہ فوٹو کھینچا، اور ضمناً ان اعتراضات کا، جو آریہ عموماً کیا کرتے ہیں، جواب دیا۔ اور آریوں سے وید کے الہامی کتاب ہونے کا ثبوت طلب کیا۔ تقریر کے بعد شہر کے حلوائی جن کی تعداد اندازاً ۱۸ میں ہوگی، ان کو حضرت اشرفی میاں نے بلایا، ان کے نام تبدیل کیے، ان سے اور تمام شرکاء اجلاس سے پابندیِ صلوٰۃ کا عہد لیا گیا۔ اس وقت حاضرین پر ایک خاص اثر تھا، پرزور نعرۂ تکبیر بلند ہو رہے تھے۔ جلسہ کو کامیاب بنانے میں خان بہادر مولوی بشیر الدین کا کافی حصہ رہا۔ ؎۱

؎۱ مولانا بشیر الدین سنی اور صحیح العقیدہ تھے، علماء اہل سنت سے ان کا خاص لگاؤ تھا، اور اٹاوہ کے رئیس [illegible] میں سے ایک تھے۔ آپ نے دینی اخبارات اور رسائل نکالنے کے لیے ایک پریس "البشیر" کے نام سے لگایا تھا، بڑے فیاضانہ انداز میں مال راہ خدا میں صرف کرتے تھے۔ تحریک شدھی کے دوران اس کے انسداد کے لیے شہر اٹاوہ میں آپ نے مختلف علماء کو مقرر کر کے اسلام کی تبلیغ کو جاری کیا، اور آریوں کے مکر و فریب سے مسلمانوں کو بچائے رکھا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

شہر اٹاوہ میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کو کافی کامیابی میسر آئی، شہر کی نمائندگی مولانا بشیر الدین خان بہادر کو سپرد کر کے آگے تبلیغی دورے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اٹاوہ میں آریوں کا کوئی خاص زور نہ تھا، پھر بھی بند باندھنے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی جاتی، اور خواب غفلت سے جگا کر بیداری کی کیفیت طاری کر دی جاتی۔ اسی کے پیش نظر وفد اسلام اٹاوہ سے جسونت نگر، جو اٹاوہ کا بڑا قصبہ ہے، آگیا۔

قصبہ جسونت نگر میں آریوں نے کافی شور مچا رکھا تھا۔ مولانا برہم چاری اس وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ قصبہ جسونت نگر اور دیگر قرب و جوار کے لوگوں کو خبر ملی کہ وفد اسلام آگیا ہے، تو صرف مولانا کے دیدار اور وفد اسلام کی کیفیت دیکھنے کے لیے سیکڑوں افراد نے گھیر لیا، اور اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ قصبہ جسونت نگر میں "شدھی سبھا" کے پنڈت رام سہائے نے خبر ملتے ہی راہ فرار اختیار کی۔ اسی شب کو ایک عظیم الشان جلسہ رکھا گیا، جس میں مولانا نے مذہب اسلام کی خوبی، اور آریہ دھرم کے بطلان پر تقریر فرمائی۔ انھوں نے علاقائی زبان میں ہر بات اچھی طرح ذہن نشین کرائی۔ پابندیِ نماز کے لیے عہد لیے گئے۔ نوجوان مسلمانوں نے جوش و خروش کے ساتھ داڑھی منڈانے سے سچے دل سے مضبوط توبہ کی، اور کہا کہ "آج سے ہم کبھی بھی یہ کام نہ کریں گے۔"

۲ر اگست ۱۹۲۳ء کو وفد اسلام مین پوری ضلع اٹاوہ کے دورے پر روانہ ہوا، مین پوری کے رئیس فیاض حسین نے وفد اسلام کا نہایت تپاک سے استقبال کر کے اپنے یہاں قیام کرایا۔ ؎۱ اسی شب میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، جلسہ کا انتظام سید عرفان علی جعفت فروش نے نہایت جانفشانی سے کیا تھا۔ اس جلسہ میں بکثرت ہندو و آریہ بھی شریک تھے۔ مولانا برہم چاری نے تقریر فرماتے ہوئے آریہ کے مکائد سے لوگوں کو باخبر کیا، جلسہ میں ایک خاص جوش تھا۔ اس مجمع میں ایک نوجوان آریہ

؎۱ مولوی فیاض حسین موضع مین پوری ضلع اٹاوہ کے قدیم باشندے اور پورے گاؤں کے رئیس زمیندار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مالی حالت دی تھی، بالکل اسی طرح وہ اسلام کے نام پر فیاضی کے ہاتھ دراز رکھتے تھے، مین پوری میں انھی کی بدولت آریوں کو ناکامی ملتی رہی۔ خود پڑھے لکھے آدمی تھے، وفد اسلام کو مالی تعاون بھی کرتے تھے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اشدھی اس وقت شرارت پر اتر آیا جبکہ مولانا آریہ کی قلعی کھول رہے تھے۔ اس کو نہایت ناگوار گزرا ادھر وعظ ہو رہا تھا، دوسری طرف اس نے آہستہ آہستہ گالیاں دینا شروع کیں۔ پاس کے بیٹھنے والوں کو سخت ناگوار گزرا۔ چنانچہ حکیم سجاد علی مین پوری نے کہا "جناب اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو جلسے کے بعد آپ پیش کر سکتے ہیں، یہ حرکت نہایت مذموم ہے" ——— اس نے یہ جواب دیا کہ میں تو اتنی قابلیت نہیں رکھتا کہ ان کا جواب دے سکوں، لیکن ہماری تحریک شدھی خود ان کو کافی جواب دے دے گی"۔ یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ [۱]

شردھانند مناظرہ کے لیے حاضر ہوں

شہر بریلی شریف میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے آریائی گروپ کے بلند بانگ دعویٰ کرنے والے ماسٹر بلدیو پرشاد، پنڈت رام چندر دہلوی سے مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ اس وقت ہوا جبکہ دوسری جانب علاقۂ راجپوتانہ میں آریوں نے کہرام مچا رکھا تھا۔ اور وہاں پر مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی قیادت میں ارتداد کے انسداد کا سلسلہ جاری تھا۔ علاقۂ ارتداد کو چھوڑ کر مناظرہ کے لیے مولانا مراد آبادی بریلی آئے۔ آریوں نے ایسا کیوں کیا؟ ——— تو میرے خیال میں یہ ہے کہ وفد اسلام کے مجاہدوں کو للکارا جائے، اور مناظرہ کی دھمکی دے کر وفد اسلام کو مختلف جگہوں کے لیے منتشر کر دیا جائے ——— بہرحال آریوں کو خدا نے ذلیل کیا، اور جماعت رضائے مصطفیٰ کو خدا نے مظفر و منصور کیا۔

مولانا مراد آبادی کے مقابلہ میں دونوں مذکورہ آریہ جس طرح لاجواب ہوئے تھے، اور مجمع عام میں اپنے عجز کے اقرار کیے تھے، وہ منظر ہزارہا آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تمام بریلی کے وہ لوگ جو اس جلسہ میں شریک تھے، جانتے ہیں کہ ماسٹر بلدیو پرشاد کے تمام رفقا ان کی نازک حالت دیکھ کر ایک ایک کرکے رخصت ہو گئے تھے۔ ماسٹر بلدیو مولانا کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ہارے ہوئے کئی کئی منٹ کے بعد اٹھتے تھے، جس پر خوب مضحکہ ہوتا تھا۔ اور پنڈت رام چندر

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۹، بابت ۱۳ اگست ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۵۱، ک ۲۰۱

ایسے عاجز ہوئے کہ انھوں نے پورے مجمع میں صاف اقرار کیا:

وید سرچشمۂ علوم نہیں ہے ——— اور وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت نہیں پیش کر سکتا۔

اس مناظرہ کے بعد وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظر مولانا حشمت علی لکھنوی نے پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج دیا، اور آریہ مہاسبھا بہاری پور بریلی کے سکریٹری نے مناظرہ قبول کر کے شردھانند کو بلانے کے لیے کارروائی کر دی تھی، اور جانبین سے ۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء تاریخ متعین ہوئی۔ پنڈت شردھانند کا مناظرہ مولانا لکھنوی سے ہونا طے پایا چونکہ مولانا مراد آبادی کے جوہر تو دیکھ چکے تھے، اور انھوں نے تو آریوں کو شکست فاش دے کر چت کر دیا تھا اب آریہ مولانا لکھنوی کو آزمانا چاہتے تھے۔ [۱]

مناظرہ کی تاریخ متعین ہو جانے کے بعد مولانا حشمت علی لکھنوی نے صدر دفتر وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ سے پنڈت شردھانند کے نام رجسٹری کی، جس کو انھوں نے وصول کر لیا، اور وصول شدہ دستخط مولانا کو واپس مل گئے، گویا کہ مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا، مولانا لکھنوی صدر وفد اسلام مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کی اجازت سے علاقۂ ارتداد کو چھوڑ کر بریلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ بریلی آکر مسلم راجپوتوں کی حالت معلوم کرنے والوں کا ایک مجمع لگ گیا۔ صدر مرکزی دفتر بریلی میں مجلس شوریٰ کی میٹنگ ہوئی، اس میں مولانا نے پوری کیفیت بتائی، اور ادھر مناظرہ کی تاریخ قریب آ گئی۔

وقت مقررہ پر مناظرہ کے لیے پنڈت شردھانند نے راہ فرار اختیار کی، اور مناظرہ نہیں ہو سکا۔ اسلام کے مناظر کا فاتح کی حیثیت سے بریلی والوں نے استقبال کیا اور جشن منائے۔ [۲]

---

[۱] حشمت علی رضوی لکھنوی مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء، ش ۴، ج ۶۰

نوٹ: مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے مناظرہ کی تاریخ مذکورہ اخبار میں درج نہیں، غالب گمان یہ ہے کہ یہ مناظرہ اگست ۱۹۲۳ء میں ہوا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[۲] صدر مرکزی دفتر بریلی: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ستمبر ۱۹۲۳ء، ج ۶۰، ش ۵

جماعتِ مُبارکہ کا وفدِ پنجاب روانہ

صدر مرکزی دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے نائب ناظم مولانا سید ایوب علی بریلوی نے وفد کی روانگی سے قبل یہ خبر پریس کے حوالہ کی تھی:

> بتاریخ ۱۰ر صفر المظفر ۱۳۴۲ھ شب پنجشنبہ پنجاب میل سے ہمارا ایک وفد جس میں مشاہیر علماء کرام شامل ہیں، بسرکردگی حضرت مولانا مولوی مفتی قاری شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں خلف اصغر حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ عنہ مسلمانانِ کوہ ڈلہوزی کی درخواست پر حمایت و حفاظتِ اسلام کی غرض سے روانہ ہوگیا۔ [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھ اس کے زیرکمان تحریک وفد شروانی بھی تھا۔ پنجاب کے دورہ میں نومسلم بھائیوں کی آئندہ بہبودی کے مناسب نقشہ جات مرتب ہوئے مسلم راجپوتو کی اصلاح اور ان کے بچوں کی تعلیم کے لیے بہتر مواد بہم پہنچایا۔ کچھ دنوں کا دورہ کرکے واپس آگرہ دفتر اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ آگیا تھا۔ اس بات سے سبھی اخبارات و رسائل خاموش ہیں کہ علاقہ ارتداد تو بڑا لمبا تھا، مگر آگرہ، متھرا اور اٹاوہ وغیرہ میں آریوں کی شورش بہت زیادہ تھی، آخر مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے ساتھ گو اکابر علماء تھے، مگر ان مذکورہ علاقوں کی کمان کون شخص کررہے تھے؟ ——— اور اس بات پر بھی خاموشی ہے کہ یہ پنجاب کا دورہ کتنے دنوں تک رہا؟ ——— مولانا سید ایوب علی بریلوی، مفتی اعظم بریلوی کے ہمراہ تھے، جن کے ذمہ یہ خدمت تفویض کی گئی تھی کہ یہ پنجاب کے دورے کی کارروائیوں کو اخبارات میں بھیجیں۔ آگے تفصیلات آرہی ہیں، مگر واپسی وفد کا تعین نہ ہوسکا ——— ہاں اتنا ضرور ہے کہ وفد شروانی نے پنجاب کا دورہ ۲۵ ۲۵ر ستمبر سے ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۳ء تک کیا، گویا کہ ایک ماہ، براہ لکھنؤ واپس اپنے مستقر کو پہنچا تھا۔ اسی وفد شروانی کے مبلغ مولانا

---

[1] ایوب علی رضوی بریلوی، سید مولانا: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۰، بابت یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء

ضیاء الدین احمد صدیقی[1] نے واپسی پنجاب پر اپنی آخری تحریر میں لکھا ہے کہ:

> جناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا یہ ایثار قابلِ اظہار ہے کہ آپ اپنا گھربار چھوڑے ہوئے مسلم راجپوت بھائیوں کی اصلاح کی خاطر آگرہ میں برابر جمے ہوئے ہیں۔ [2]

---

[1] مولانا ضیاء الدین احمد صدیقی، مولانا حکیم محمد اسماعیل رضوی رکن جماعت رضائے مصطفیٰ کے ساتھیوں میں سے تھے، ذی علم، اور فقہی بصیرت رکھتے تھے۔ تحریری صلاحیت کی بنیاد پر نواب مزمل اللہ خان بہادر وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے وفد شروانی کی رپورٹیں اور اطلاعات لکھنے پر مامور کیا۔ سہار ضلع علی گڑھ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۶، بابت ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۳ء

مسلمانو! سلام مسنون! سنی تحقیقی اسلامی درسگاہ کا افتتاح

حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ فرمائیں گے انشاء المولیٰ تعالیٰ

الحمد للہ، سنی اسلامی درسگاہ جس کی ضرورت بہت دنوں سے محسوس کی جا رہی تھی رضوی دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی اسٹیشن بریلی کی مسجد کے پاس اس کی اپنی عمارت میں حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی میں حسب ذیل پروگرام پر اس کا افتتاح ہو رہا ہے۔

مروجہ گورنمنٹی نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن شریف اور کتب دینیات کی تعلیم بھی دی جائے گی۔ بچوں کو اعلیٰ تہذیب و اخلاق کا نمونہ بنایا جائے گا۔ فی الحال پرائمری درجات کھولے جا رہے ہیں۔ تقاضائے وقت ہے کہ دین ملت و سنیت کی بقا کے لئے اپنے بچوں کو اس اسلامی درسگاہ میں داخل کرائیں، اور اس درسگاہ کی ترقی و فلاح و بہبود کے لئے دامے درمے قدمے سخنے مدد فرمائیں اور کارکنان درسگاہ سے تعاون فرمائیں۔

حالات حاضرہ کا مطالعہ کرنے والے اہل علم دوست حضرات سے گزارش ہے کہ وہ درسگاہ میں تشریف لا کر اپنے نیک مشوروں سے کارکنان درسگاہ کی رہنمائی فرمائیں، اگر عدیم الفرصتی مانع ہو تو ذریعہ ڈاک اپنا مشورہ ناظم تعلیمات ماسٹر شفیق احمد خاں صاحب مکان نمبر ۹۵۹ نزد یکسنارہ مسجد تکیہ کالے شاہ سول لائن بریلی کو ارسال فرمائیں۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔

اس وقت بھی سند یافتہ ٹرینڈ یا تجربہ کار اردو فارسی دینیات ہندی انگریزی سے بخوبی واقف مدرسین اور ایک حافظ قاری کی ضرورت ہے۔ سب سنی العقیدہ پابند شریعت ہوں۔ ۱۰ جنوری روز یکشنبہ دو ہفتہ تک اپنی درخواستیں ناظم تعلیمات مذکورہ کو ارسال یا پیش فرمادیں۔ اسی دن ۳ بجے سے انٹرویو ہوگا۔ یہ اعلان اخبارات میں بھی دیدیا گیا ہے۔

پروگرام — ۱۸ جنوری ۷۱ء یکشنبہ (اتوار) ۱۲ بجے تک تقرری مدرسین و حافظ قاری وغیرہ۔ اسی دن ۳ بجے حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ افتتاح فرمائیں گے ــــ ۱۹ جنوری ۷۱ء دوشنبہ (پیر) ۱۰ بجے صبح سے طلباء کا داخلہ شروع ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ ــــ فیس داخلہ ایک روپیہ ہوگی اور تعطیل یکشنبہ (اتوار) کو رہا کرے گی اور اس درسگاہ کا دفتر درسگاہ کے ساتھ ہی اس کی اپنی عمارت نزد مسجد بی بی جی اسٹیشن میں رہے گا۔

ایک اعلان اور بھی گوش گزار فرمائیں

۲۲ جنوری ۷۱ء پنجشنبہ (جمعرات) کو حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کے آستانہ مبارک پر ٹھیک دو بجے دن تشریف لا کر مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ کی میٹنگ میں ضرور ضرور شرکت فرما کر حضور کے کلمات مبارکہ سے مستفیض ہوں۔

المشتہرین: ماسٹر شفیق احمد خاں ناظم تعلیمات رضوی دار العلوم مظہر اسلام نزد مسجد بی بی جی اسٹیشن بریلی

سید حمایت رسول ناظم اعلیٰ رضوی دار العلوم مظہر اسلام و نائب ناظم اعلیٰ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ و صدر ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ (رجسٹرڈ) مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

جماعت رضائے مصطفےٰ

دیگر قوموں کا قبول اسلام

مناظرین کی طلبی

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے لیے ایک وہ زمانہ آیا جب مناظرہ کے اکھاڑے بہت سارے کھل گئے، اور ہر طرف سے چیلنج پہ چیلنج کرنے لگے۔ جماعت نے سب کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اسلامی محمدی فوج کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مناظر علماء کی طلبی کثرت سے ہو جاتی تھی، اور لوگ عین وقت پر دفتر صدر رضائے مصطفیٰ بریلی کو مطلع کرتے تھے، اس کے لیے جماعت کے معتمد عمومی قاضی احسان الحق نعیمی نے اخبارات میں ایک اعلان شائع فرمایا:

دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ یہ اطلاع دینا ضروری خیال کرتا ہے کہ بسا اوقات ملک کے دُور دراز مقامات سے مبلغین اسلام یا مناظرین کی طلب میں خط پہنچتے ہیں۔ اور ان میں فرودیں دکھا کر علماء و مناظرین کو فوراً بھیج دینے کی درخواست کی جاتی ہے۔ اکثر احباب تاروں کے ذریعہ سے مناظرین کو طلب کرتے ہیں اور اتنا تنگ وقت دیتے ہیں کہ اگر مناظر سے پہلی گاڑی چھوٹ جائے تو وہ وقت پر نہ پہنچ سکے، ایسے اصحاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ مناظرہ کی تاریخ کا تعین دفتر جماعت مبارکہ کے مشورہ سے کیا کریں۔ اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا ہونا چاہیے کہ مناظرہ یا جلسہ کی تاریخ سے قبل دفتر کو اطلاع دے دیں تاکہ اگر مناظرین، مبلغین کسی دوسرے مقام پر گئے ہوں، جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے تو دفتر انھیں اطلاع کر کے ٹھیک وقت پر بھیج سکے۔ [1]

مذکورہ اطلاع سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کا طریقۂ کار نہایت عمدہ اور پختہ تھا۔ اس کے مناظرین و مبلغین بھی اسلام کی راہ میں ہر مشقت اٹھانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اور یہ بھی بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مناظرین کی طلبی کثرت سے تھی اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے مناظرین و مبلغین نے بڑی کامیابی اور جرأت و ہمت سے کام کیا۔

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۱۰، بابت ۷ تا ۱۴ رمئی ۱۹۲۶ء، ج ۶۲، ش ۳۳، ۳۴

جماعت رضائے مصطفےٰ کے مناظر علماء

جماعت رضائے مصطفےٰ کا ایک شعبہ "مناظرہ" کا بھی تھا چونکہ اسلام دشمن طاقتیں ہر وقت اسلام پر حملہ کر رہی تھیں، اور نئے نئے لباس میں ملبوس ہو کر بے چارے سیدھے سادے مسلمانوں کو بہکا کر اپنے رنگ میں رنگ لیتے تھے۔ ایک طرف آریہ سماج ہندوستان سے اسلام کو مٹانے کے درپے تھے تو دوسری جانب خود اسلام کے نام لیوا، اسلام کی بنیادوں کو ہلا رہے تھے۔ کہیں قادیانیت کے روپ میں کوئی آجاتا، اور کہیں وہابیت غیر مقلدیت اور دیوبندیت کا روپ دھار کر نکل پڑتا ——— اسلام و اہلِ اسلام کو چیلنج مناظرہ کرتا، کہ اگر تم میں دم خم ہے تو آؤ میدان میں ——— غرضیکہ ہر چہار جانب سے اسلام دشمنوں کا سیلاب تھا اور اب بھی ہے جس کو روکنے کے لیے ضروری تھا کہ ان کے چیلنج کو قبول کر کے میدانِ مقابلہ میں اتریں اور اُن کے بُطلان کو عیاں کر دیں۔

اسلام کی بنیاد صرف صداقت اور حقیقت پر رکھی ہوئی ہے، ورنہ اسلام کو اب تک نہ جانے کہاں پہنچا دیا گیا ہوتا، مگر حقیقت و صداقت کو ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔ حق کم رہ کر بھی کثرت پر حاوی رہتا ہے، اس کی قلت کے باوجود کثرت خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ اسلامی جوش و جذبہ سارے جذبوں پر بھاری رہتا ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے انھیں وجوہات کی بنیادوں پر "شعبۂ مناظرہ" قائم کیا، اور اس میں اپنے زمانہ کے جید علماء و مناظرین کو رکھا، جس کی مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔ مناظرِ اعظم مولانا حشمت علی خاں اور ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری اس شعبہ کے صدر رہے۔ ان شخصیات کا مدِ مقابل اپنے عہد میں ہندوستان میں کوئی موجود نہ تھا۔ یہ دونو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے پروردہ فرزند اور اسلام کے شیرِ ببر تھے۔ مخالفینِ اسلام کو منٹوں میں زیر کر دینا ان کا معمول تھا۔

اب آگے ان معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا جا رہا ہے جو مناظرین جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوؤں کا قبولِ اسلام و دیگر قوموں کا دخولِ اسلام، اور وہابی غیر مقلدین کا تائب ہو کر اہلِ سنت کی صف میں آنا، درمیان درمیان میں جماعت رضائے مصطفےٰ "شعبۂ مناظرہ" کا درخشندہ باب بھی ملے گا۔ اسلام کے شیروں کی گھن گرج بھی سنائی دے گی۔

دو سو غیر مقلد تائب ہوئے

موضع ہشنا ضلع بوگرا میں پیر ابوبکر صاحب ایک با اثر ممتاز ہستی کے مالک تھے۔ پیر ابوبکر کے مریدین و معتقدین بکثرت تھے۔ وہاں کے وہابیوں اور غیر مقلدین میں اہلِ سنت سے حسد اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور انھوں نے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔ پیر ابوبکر کے مریدین فوراً کچھ خرچہ وغیرہ جمع کر کے موصوف ممدوح کے خلیفہ مولانا روح الامین کلکتوی کے پاس آگئے انھوں نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے حامی و مبلغ مولانا عبد العزیز خاں رضوی کے پاس بھیج دیا۔ اور انھوں نے ایک زبردست و جید مناظر کی ضرورت کا اظہار کیا۔ مولانا عبد العزیز خاں رضوی نے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری مناظر جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی کی خدمت میں ایک صاحب کو حاضر کر کے منظوری حاصل کی۔ مولانا ظفر الدین بہاری وقت متعینہ پر مقام مناظرہ میں پہنچ گئے۔

مناظرہ کے لیے دونوں جانب سے خوب تشہیر کی گئی تھی۔ بستیوں نے ملک العلماء کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا۔ غرضیکہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ ابتداءً چند تحریرات کی آمد و رفت بزبانِ عربی ہوئی، جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا۔ مناظرہ کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا۔ ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے، اور غیر مقلدین کا بھرے مجمع میں چیلنج پہ چیلنج کر رہے تھے، مگر افسوس کہ وقتِ مقررہ پر میدان میں شیرِ اہلِ سنت کو دیکھ کر کوئی بھی نہ آیا۔ حاضرین سے تمام جلسہ گاہ بھرا ہوا تھا ہر ایک گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتا اور پھر رہ جاتا تھا۔ غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا تھا مگر سامنے آنے کا یارا نہ تھا۔ غیر مقلد مناظر جلسہ میں نہ آیا اور سب نے راہِ فرار اختیار کی۔ ان کے نہ آنے پر

عوام بہت متاثر ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ فوراً دو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی فتح پر جشن منائے گئے۔ [۱]

آریہ کا قبولِ اسلام

پنڈت شردھانند کی پھیلائی ہوئی گندگی یعنی تحریک شدھی کا ذکر ایک مناسب مقام پر کر دیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد اندازہ لگ جائے گا کہ لاکھوں کے حساب سے ہندو قوموں نے اسلام جیسے پاک ستھرے مذہب کو قبول کیا ہے، مگر یہاں پر اسلام میں داخل ہونے والے کچھ اور افراد کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے تحت تبلیغ و اشاعت میں انجمن خدام الصوفیہ کی خدمات بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ انجمن خدام الصوفیہ تحریک شدھی کے زمانہ میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد میں رہ کر اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لیے کافی عرصہ تک سرگرم عمل رہی۔ اور اس سے جماعت رضائے مصطفیٰ کو تقویت پہنچی ـــــــــ آریوں نے جگہ جگہ اسلام کے خلاف جو طوفانِ بے تمیزی مچا رکھا تھا، محتاجِ بیان نہیں۔ لکھنؤ میں آریوں نے اپنے سالانہ اجلاس میں اسلام کے خلاف نہایت لغو اور بے ہودہ اعتراضات کر کے سخت سے سخت اتہامات لگائے۔ اس لیے وہاں کے مسلمانوں نے محلہ نیا گاؤں لکھنؤ میں ایک شاندار اسلامی جلسہ ۵؍دسمبر سے ۸؍دسمبر ۱۹۲۵ء تک قائم کر کے علماءِ کرام کو مدعو کیا، چنانچہ ایک نومسلم عبدالکریم سابق رحمت پال آریہ پرچارک کو بھی انجمن خدام الصوفیہ نے آگرہ سے ۳؍دسمبر کو لکھنؤ روانہ کر دیا۔ نومسلم عبدالکریم نے جلسہ میں وقتاً فوقتاً پانچ مرتبہ تقریریں کر کے اسلام کی صداقت اور آریہ مذہب کے بُطلان کو ثابت کیا۔ اسی طرح دیگر علماءِ کرام نے مسلمانوں کو مستفیض فرمایا اور آریوں کے لغو اعتراضات کی نہایت صفائی سے تردید فرمائی، نیز آخری اجلاس ۸؍دسمبر ۱۹۲۵ء

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۲۰، ۸؍جون ۱۹۲۵ء، ج ۶۱، ش ۳۸

کے روز میں ایک ہندو شخص نے بخوشی خاطر خود اسلام قبول کیا، جس سے اہلِ ہنود اور آریوں پر خاص اثر ہوا۔ [۱]

برہمنوں کا قبولِ اسلام

جماعت رضائے مصطفیٰ وفد اسلام کے رکن اور خدام الصوفیہ آگرہ کے ناظم، قاضی حفیظ الرحمٰن رہتکی کے ہاتھوں پر ایک بیوہ عورت برہمن نے اپنی خوشی کے ساتھ ایک لڑکی اور تین لڑکوں کے ساتھ اسلام قبول کیا، جن کے اسلامی نام حسب ذیل رکھے گئے۔ اور مسماۃ مذکورہ کا ایک مسلمان سے نکاح بھی ہو گیا۔

(۱) مسماۃ مریم (۲) حبیب احمد (۳) رفیق احمد (۴) بشیر احمد (۵) کنیز فاطمہ [۲]

ایک برہمن کا قبولِ اسلام

مولانا ابوالمعانی آزاد برہمچاری کا جماعت رضائے مصطفیٰ کے اہم مبلغین اور مناظرین میں شمار ہوتا ہے۔ (یہ خود نومسلم تھے)، عام طور پر مولانا برہمچاری یا مولانا پردیسی سے آپ کو خطاب کیا جاتا تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی مساعی جمیلہ کو دیکھ کر اس میں شامل ہو گئے، اور انھوں نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرکز وفود اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کی اطلاع کے مطابق:

> کچھ عرصہ سے ایک برہمن صاحب مولانا برہمچاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ صاحب انگریزی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے اپنی مذہبی معلومات بھی بہت وسیع رکھتے ہیں۔ مولانا کے بیانات نے ان کو گرویدہ بنا لیا ہے، آپ اپنے

---

[۱] حفیظ الرحمٰن رہتکی، قاضی: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۹، بابت ۲۱؍دسمبر تا ۲۸؍دسمبر ۱۹۲۵ء

[۲] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۹، بابت ۲۱ تا ۲۸؍دسمبر ۱۹۲۵ء، ج ۶۳، ش ۳۴

شکوک رفع کرنے کے لیے اکثر مذہبی معلومات میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ یکم دسمبر ۱۹۲۳ء کے ایک خاص جلسہ میں نجات، تقدیر کے مسائل پر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ مولانا نے ان مسائل پر نہایت پر لطف اور مدلل تقریر فرمائی۔ وید اور ہندوؤں کی دیگر کتابوں کی عبارات پڑھ کر ان کو سمجھایا۔ الحمد للہ کہ ان کو کافی تسلی ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ مولانا آپ تو سنسکرت کی عبارت ایسے انداز سے پڑھتے ہیں کہ پنڈت بھی نہ پڑھ پائیں گے!" اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور کہا کہ ہم ۱۶ دسمبر کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسلام کا اعلان کریں گے"—— چونکہ وہ خود صاحب جائداد ہیں پہلے ان کا اعلان و اظہار پریشانی میں ڈال سکتا تھا۔ [1]

چھ ہندوؤں کا قبول اسلام

جماعت رضائے مصطفیٰ کے سرپرست ثانی مولانا حامد رضا بریلوی کے دست حق پرست پر چھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، مولانا نے قبولِ اسلام کے بعد سب کے اسلامی نام رکھ کر داخل سلسلہ بھی فرمایا—— تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(۱) پھمن سنگھ ولد موہن سنگھ، قومیت ٹھاکر، اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔
(۲) مان سنگھ ولد مہر سنگھ، قومیت ٹھاکر، اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔
(۳) چھنن لال ولد بسر رام، قومیت کایستھ، اسلامی نام عبدالہادی رکھا گیا۔
(۴) مصری لال ولد دھوم سین، قومیت بقال اگروال، اسلامی نام عبدالسلام خاں رکھا گیا۔
(۵) پھول سنگھ ولد موہن سنگھ، قومیت ٹھاکر، اسلامی نام عبداللہ خاں رکھا گیا۔
(۶) مسماۃ لڑیتی بنت شہزاد، قومیت نٹ، اسلامی نام امتہ بندی رکھا گیا۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵، بابت ۲۴ دسمبر ۱۹۲۳ء، ج ۶۰، ش ۱۶، ک ۱
[2] ناظم مرکز وفد اسلام، جماعت مبارکہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۱۳ اگست ۱۹۲۳ء

۲۰ سالہ نوجوان کا قبول اسلام

جماعت رضائے مصطفیٰ مرکز وفد اسلام کے رکن اور وفد شیر اوانی کے رئیس، مولانا حکیم محمد اسماعیل نے دورہ فرماتے ہوئے تلہر ضلع شاہجہانپور پہنچے، جمعہ کا دن تھا، بعد نماز حکیم محمد اسماعیل نے تقریر کی، اور تحریک شدھی کی پوری داستان بتائی اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے مرکزی وفد اسلام کی کارروائیاں و سرگرمیاں بتائیں۔ اور لوگوں کو متوجہ کرکے بتایا کہ اپنے علاقہ میں آریوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کا انتظام کریں۔ ان کی تقریر سے متاثر ہو کر ایک شخص مسمی مان سنگھ، ۲۰ سالہ نوجوان نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا، اسلامی نام عبدالرحیم رکھا گیا۔ [1]

۸ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا

جماعت رضائے مصطفیٰ کی جدوجہد سے ۳۰ مئی ۱۹۲۳ء سے ۲ جون ۱۹۲۳ء تک آٹھ شخصوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام (۱) خدابخش (۲) عبداللہ (۳) شہاب الدین (۴) عابد علی (۵) مسماۃ نصیبا (۶) مسماۃ زیب النساء (۷) مسماۃ کریمن رکھے گئے——

جماعت رضائے مصطفیٰ کے رکن مولانا سید احمد مفتی اکبرآبادی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔

سناتنی ہندوؤں کی پنچایت

یہ میٹنگ بندرابن اور متھرا کے آریہ پنڈتوں نے بلائی تھی، ۳۱ مئی ۱۹۲۳ء کو پنچایت شروع ہوئی۔ اس میں سربرآوردہ پنڈت شامل تھے، اس مسئلہ پر بحث تمحیص ہوتی رہی کہ ملکانوں کی شدھی دھرم کی رو سے ہو سکتی ہے یا نہیں"—— آریہ پنڈتوں نے عبدالکریم خاں

---

[1] ناظم مرکز وفد اسلام جماعت مبارکہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۸، بابت ۱۳ اگست ۱۹۲۳ء

راجپوت ساکن سانڈھن سے ملکانوں کے عقائد و رسم و رواج دریافت کیے، عبدالکریم خان نے انھیں اسلام کا پابند بتلاتے ہوئے پنڈتوں سے کہا:

اپنی حالتوں پر رحم کیجیے اور انھیں منا کر اپنا دھرم بھشٹ نہ کیجیے۔

آخری پنچایت میں یہ طے ہوگیا کہ جن ٹھاکروں نے ملکانوں کے ساتھ کھان پان کر لیا ہے ان کے بائیکاٹ کو عملی جامہ پہنایا جائے اور ایک عام جلسہ کر کے ملکانوں کے بائیکاٹ کو عملی جامہ پہنا دیا جائے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے رکن اور حامی عبدالکریم خان کی آواز پنڈتوں کی سمجھ میں آگئی، اور ان ٹھاکروں نے ملکانوں کا بالکل بائیکاٹ کر دیا۔

اس پنچایت میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے دلیر مبلغ و مناظر مولانا قطب الدین ابوالمعانی آزاد برہمچاری بھی موجود تھے، یہ جماعت رضائے مصطفیٰ کا خفیہ منصوبہ تھا کہ اس اہم میٹنگ میں اپنا مبلغ بھیجا جائے اور وہیں پر حق کی آواز کو بلند کر دیا جائے، چونکہ مولانا برہمچاری ہر بھیس تبدیل کر لیا کرتے تھے، اس اہم پنچایت میں مولانا موجود تھے، عبدالکریم خاں کی حق پسندی نے ایک ہندو شخص پر ایسا تاثر چھوڑا کہ وہیں پر اس نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی، مولانا برہمچاری نے مسلمان کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو ہر جگہ بلند رکھتا ہے۔ [1]

ہم نے اسلام کیوں قبول کیا؟

جماعت رضائے مصطفیٰ اور انجمن خدام الصوفیہ کی جد و جہد سے ذیل میں دو ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ ۹ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو دفتر جماعت میں آکر کلمۂ طیبہ پڑھا۔ یہ دونوں نو مسلم اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، اور وہ سابقہ مذہب کی مذہبی کمیٹی کی آگرہ شاخ کے صدر تھے۔ ان کا اسلامی نام شمس الدین، سابقہ نام شنکر لال اور دوسرے کا اسلامی نام دین محمد، سابق نام امود رسنگھ تھا۔ ذیل میں ان کے قلم سے لکھا ہوا بیان پیش کیا جا رہا ہے جو انھوں نے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد لکھا تھا۔ اب وہ بیان ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، ۱۸ر جون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۴۳

لکھی ہے ــــ بیان یہ ہے:

دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں، ہر ایک کو اپنی حقانیت اور سچائی کا دعویٰ ہے۔ اور جس شخص نے جو مذہب اختیار کر لیا ہے، وہ اس کو اس وقت تک سب سے افضل جانتا ہے جب تک مذہب کی اصلیت سے از راہ تحقیق کما حقہٗ آگاہی نہیں ہوتی۔ لیکن جب پردۂ ظلمت اٹھ جاتا ہے اور حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے، تو کھرے کھوٹے اور حق و باطل کا بہت آسانی سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ہم عرصۂ دراز سے سچے مذہب کی تلاش میں تھے، اور اسی جستجو میں ہم نے آریہ مت قبول کر لیا۔ مگر اس میں بھی ہم نے اپنے من کی شانتی اور اس آنند سروپ اپنے سچے معبود کی عبادت کا کوئی اچھا طریقہ نہیں پایا، بلکہ خالق کل مالک کون و مکاں کی حقیقی اپاسنا کے بجائے ان گنت دیوتاؤں کی مہمان برتن، اور خلاف عقل و فطرت ــــ جیسے حیا سوز کرم کے سوا کوئی سیدھی اور سچی راہ نظر نہیں آئی۔ آخر بڑی چھان بین اور غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ اسلام ہی ایک سچا عالمگیر مذہب ہے جو دنیا میں محبت و ہمدردی سے اپنے پیروان عالم کو شیر و شکر ہونے اور شانہ بشانہ، دوش بدوش بلا امتیاز قوم کل بنی نوع انسان کو حقیقی توحید کے رنگ میں رنگنے کا کفیل ہے۔ اور اپنے مولا پاک تک پہنچنے کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس سچے مذہب میں جس قدر دینی و دنیوی خوبیاں ہیں، وہ کسی مذہب میں نہیں ہیں۔ اس سچے مذہب اسلام میں داخل ہونے سے بھی ایک منٹ میں ذلت اُدھار ہو جاتی ہے اور انسان ادنیٰ سے اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے، یہی اس مذہب کی تعلیم کا خاصہ ہے کہ ایک ادنیٰ جاتی کا انسان اسلام قبول کرنے پر امیر کابل اور سلطان المعظم سے جلیل القدر بادشاہوں کے برابر کھڑا ہوا خانۂ خدا میں دکھائی دیتا ہے پس ہم نے بڑی تحقیق اور غور و فکر کے بعد مع اپنے اہل و عیال کے اسلام قبول کیا اور شرک و کفر سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اب ہم کو جو عزت و فروغ حاصل ہوا ہے وہ آج تک کبھی نہیں ہوا تھا، جو حقوق مساوات اس مذہب میں داخل ہونے سے حاصل ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں

ہرگز میسر نہیں آتے۔ جمعہ کی نماز ہم نے شاہی مسجد آگرہ کی صف اول میں ادا کی، بعد نماز
جملہ برادرانِ اسلام نے جو اسلامی ہمدردی اور اخوت و محبت کا برتاؤ کیا، وہ اہلِ
ہنود تو کیا ہماری برادری والوں نے بھی کبھی نہیں کیا۔ ہر ایک مسلمان ہم سے گلے ملتا
تھا اور مصافحہ کے لیے پیش دستی کرتا تھا۔ ہمارے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے
گئے۔ بہت سے مسلمان ہم کو پہنچانے کے لیے ہمارے مکان تک آئے۔ ہم نے مکان
تک آنے والے مسلمان بھائیوں کی پان وغیرہ سے تواضع کی، اور ہمارے برادرانِ اسلام
روسائے آگرہ ہم کو مدعو کرکے اخوتِ اسلامی کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ اب ہم اسلام
کی ظاہری و باطنی خوبیوں کو دیکھ کر اہلِ ہنود صاحبان سے عموماً اور اپنی سابقہ برادری
سے خصوصاً بطور خیر خواہی عرض کرتے ہیں کہ دنیا چند روزہ ہے، آخر اس جہان سے
سفر کرنا ہے۔ اگر دنیا میں عزت و آبرو سے رہنا، اور آخرت میں اپنے مولا پاک کے روبرو
سرخرو رہنا منظور ہے تو جلد از جلد اسلام قبول کرلیں کہ نجات و فلاح اسی میں ہے۔

ہم یہ بھی ظاہر کردینا چاہتے ہیں کہ ہم کسی لالچ اور طمعِ نفسانی سے مسلمان نہیں
ہوئے ہیں، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے راہِ حق کی توفیق بخشی، ہمارے
والد بابو رام لال صاحب بی بی اینڈ سی آئی ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر تھے۔ ہماری
ذاتی ملکیت اچھی خاصی ہے۔ ہم میں سے ایک بھائی میکینکل انجینئر ہے اور دستکاری
کے ہر قسم کے کام سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں۔ [1]

میاں، بیوی کا قبولِ اسلام

جماعت رضائے مصطفیٰ کے معتمد عمومی قاضی احسان الحق نعیمی کی اطلاع کے مطابق،
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے دستِ حق پرست پر میاں، بیوی نے اسلام
قبول کیا، مرد کا سابق نام دیا چند ولد سوگند چند تھا، اور عورت کا سابق نام نرائنی بنت پرشادی

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵/۶، بابت ۲۴ نومبر ۱۹۲۳ء، ج ۶۱، ش ۱۷۔

رام بقال تھا۔ ان دونوں نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا تھا۔ ان کا علی الترتیب نام عبداللہ
اور تبسم رکھا گیا۔ [1]

تین ہندوؤں کا قبولِ اسلام

وفدِ اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے سرگرم رکن اور مبلغ مولانا ابوالبرکات سید احمد مفتی
آگرہ کے دستِ مبارک پر جمعۃ الوداع کے دن تین ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے اسلامی
نام علی الترتیب (۱) عبدالکریم (۲) رحیم بخش (۳) آسیہ بیگم رکھے گئے۔ [2]

مرلی دھر، محمود بن گیا

وفدِ اسلامی جماعت رضائے مصطفیٰ اپنی سرگرمیوں کے ساتھ مصروفِ عمل تھی، اور آریہ
رات و دن حلقہ بگوشانِ اسلام کو مرتد کرنے کے درپے تھے۔ حقانیتِ اسلام نے ہندوؤں کو اپنی
طرف کھینچا، اسی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ مرلی دھر ولد سندر لال، برہمن گوڑ ساکن متھرا ۲۱، جون
۱۹۲۳ء کو اپنی رضا و رغبت سے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی صدر وفدِ اسلام کے
دستِ حق پرست پر ایمان لایا۔ اس کا اسلامی نام محمود رکھا گیا۔ [3]

بہاری لال، حبیب احمد ہوگیا

ضلع ایٹہ میں وفدِ اسلام کے رکن اور وفد شروانی کے رئیس مولانا حکیم محمد اسماعیل نے
اپنی تمام تر کوششیں اسلام کی خدمت کے لیے لگا دی تھیں۔ انہی کی جد و جہد سے ۱۱؍۶؍
۱۹۲۳ء یوم دوشنبہ کو بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح مسمی بہاری لال خواجہ ابوالحسن صدیقی کے

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، بابت ۲۹ مارچ تا ۵ اپریل ۱۹۲۶ء، ج ۶۲، ش ۳۵
[2] ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۱۸ جون ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۲
[3] ناظم وفدِ اسلام آگرہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، بابت ۹ جولائی ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۶

کے یہاں مولانا چودھری محمد عبدالحمید خاں بہادر (سرپرست عمومی اور معاون خاص) کے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہوا، اسلامی نام حبیب احمد رکھا گیا۔ حبیب احمد اپنے حلقہ میں بااثر، ذی وجاہت اور صاحب ریاست شخص تھے۔

۷ مرتد واپس ہوئے

ضلع متھرا میں متعین وفد اسلام نے صدر دفتر کو یہ اطلاع بھیجی کہ موضع اوندی کے مولاداد خاں کی مساعی بلیغ سے سات افراد جو مرتد ہو چکے تھے، پھر حلقہ بگوش اسلام ہوئے حسب ذیل ہیں:

(۱) بھورے سنگھ (۲) رستمان (۳) رنگیتی (۴) علمی (۵) گل شیر (۶) کذا (۷) پیارے لال۔ ؎۱

عید کی نماز سے متاثر ہوکر

۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء کو عید الاضحیٰ کی نماز سے متاثر ہوکر دو ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اس نماز کی امامت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی نے فرمائی تھی۔ اور بعد نماز انھیں کے دست حق پرست پر جگنا تھ اور بندلال سر نے اسلام قبول کیا۔ یہ دونوں انگریزی و ہندی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ایک کا اسلامی نام عبدالرحمٰن، دوسرے کا ہدایت اللہ رکھا گیا۔ ؎۲

ہزاری کا قبول اسلام

وفد اسلام کے مبلغ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے رکن مولانا ابوالبرکات سید احمد مفتی آگرہ کے ہاتھوں پر ایک مشہور ہندو جس کا نام ہزاری تھا، اسلام قبول کرکے عبدالرحمٰن ہوگیا۔ ؎۳

؎۱ ناظم وفد اسلام آگرہ: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۳، بابت ۳۰ جولائی ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۳۶

؎۲ محمد احسان الحق نعیمی تماشی: " " ص ۷، بابت ۶ راگست ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۵۰

؎۳ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۷، بابت ۶ راگست ۱۹۲۳ء، ج ۵۹، ش ۵۰ ک ۲

مرتد کی واپسی

مسمّی عبدالغفار جو موضع بھادر کی مسجد کے پیش امام تھے، وہ آریوں کے دام تزویر میں آکر مرتد ہوگئے تھے۔ ان کے آریہ ہوجانے پر آریہ کی تحریک شدھی نے بڑا جشن منایا، ان کو کافی عزت احترام کا درجہ دیا، اور ہر جگہ ان کا ادب کیا جاتا تھا۔ ان کا نام گوبند داس رکھا گیا تھا، مگر اسلام سے بچھڑے ہوئے عبدالغفار پھر اسلام کی آغوش میں آگئے اور تجدید اسلام کرکے دوبارہ امامت پر فائز ہوگئے۔ ان کی واپسی اسلام میں مولوی ابوالفیض اور محمد عبدالرحیم ریواڑی نے بہت کوشش کی تھی۔ ؎۱

مایارام کا قبول اسلام

۲۷ جولائی ۱۹۲۳ء کو مسمّی مایارام ولد رام رکھا قوم برہمن جو ایف۔ اے تک اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ تھے، ہندی میں بھی عمدہ قابلیت رکھتے تھے۔ وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے سرپرست عمومی مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام عبدالسلام رکھا گیا۔ ؎۲

شیو دیال، عبدالرحمٰن بن گیا

وفد سرداتی کے صدر مولانا حکیم محمد اسماعیل رضوی صدیقی کی مساعی بلیغ سے ضلع ایٹہ میں کئی مقامات پر آریوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء کو مسمّی شیو دیال برہمن نے حکیم محمد اسماعیل رضوی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ ؎۳

؎۱ محمد عبدالرحیم: دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، ۶ راگست ۱۹۲۳ء

؎۲ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۸، بابت ۶ راگست ۱۹۲۳ء

؎۳ " " " : ص ۵، بابت ۶ راگست ۱۹۲۳ء

آفتابِ اسلام کی پرتو فگنی

جماعت رضائے مصطفی کے بریلی دفتر سے جاری ایک بیان میں کہا گیا:

جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا، خدمات اسلام میں بحمدہ تعالیٰ سرگرم عمل ہے۔ اور اشاعت دین و نکایت مشرکین میں مصروف ہے، مرتدین کو دائرۂ اسلام میں لانے کے علاوہ اصلی ہندوؤں کو بھی ایک کثیر تعداد میں مشرف بہ اسلام کر چکی ہے۔ [1]

۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ بروز جمعہ / ۷ ستمبر ۱۹۲۳ء کو ایک شخص مسمّی للّا بابو ولد جمنا پرشاد قوم کایستھ ساکن اجمیر شریف محلہ کھاری کنواں اراکین جماعت رضائے مصطفی کی جد و جہد سے برضا و رغبت مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسلامی نام لعل محمد رکھا گیا۔

---

[1] دفتر جماعت رضائے مصطفی بریلی: دبدبہ سکندری رامپور، ص ۸، ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء

جماعت رضائے مصطفیٰ

ذیلی تنظیمیں اور کارنامے

جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخیں

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی متعدد شاخیں تھیں، جو الگ الگ ناموں سے جانی پہچانی جاتی تھیں، ناموں کے علیحدہ کرنے میں ایک سیاسی حکمتِ عملی ہے، میرے خیال میں وہ یہ ہے کہ اگر حکومتِ وقت نے اس تنظیم پر اور اس کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی تو دوسری شاخیں جو دوسرے ناموں سے جانی جاتی ہیں، ان میں ممنوعہ تنظیم کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ جس تنظیم و جماعت پر پابندی لگتی ہے، اس کے ہیڈ آفس اور تمام تر شاخوں کے دفاتر کو سیل کردیا جاتا ہے۔ مگر ممنوعہ تنظیم کا کام اگر دوسرے نام کی تنظیمیں کررہی ہیں تو اس میں حکومت دخل اندازی نہیں کرتی ہے۔ اور ان سرگرمیوں کو اہمیت بھی نہیں دیتی ہے، مگر ممنوعہ تنظیم کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے رہتے ہیں ــــــ غالباً یہی حکمت جماعت رضائے مصطفیٰ کے پیشِ نظر رہی ہو، ویسے اس کی متعدد وجہیں ہوسکتی ہیں ــــــ جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخوں میں مندرجہ ذیل تنظیمیں اہمیت کی حامل ہیں، جنھوں نے اپنے اپنے طور پر بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ آئندہ صفحات میں ذیل کی تنظیموں پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

(۱) ــــــ جماعت انصار الاسلام بریلی
(۲) ــــــ اشاعت الحق محلہ بانس منڈی بریلی
(۳) ــــــ جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور (ایم۔ پی)
(۴) ــــــ جماعت اہلِ سنت جام جودھپور (گجرات)
(۵) ــــــ دار العلوم اہلِ سنت و جماعت بریلی
(۶) ــــــ انجمن اہلِ سنت مراد آباد

۱۔ جماعت انصار الاسلام بریلی

جماعت انصار الاسلام بریلی، دراصل جماعت رضائے مصطفیٰ کی ایک اہم سیاسی دینی تنظیم

تھی، چونکہ جماعت رضائے مصطفیٰ مذہب میں رہ کر سیاسی حالات کو مذہب کی طرف موڑنا چاہتی تھی، سرپرست اعلیٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سیاست سے دور رہ کر سیاست کو سدھارنا چاہتے تھے، اس لیے سیاسی نقطۂ نظر کی وجہ سے جماعت انصار الاسلام بریلی کی بنیاد ڈالی گئی۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی تاسیس کس سن میں ہوئی، غالباً ۱۳۳۹ھ میں جماعت انصار الاسلام معرض وجود میں آئی۔ اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو جماعت انصار الاسلام کا پہلا جلسہ ہوا۔ اس لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں اس کی بنیاد پڑی۔

اغراض و مقاصد

جماعت انصار الاسلام بریلی کے اغراض و مقاصد بالکل صاف تھے۔ ان سے اہل اسلام کا فائدہ وابستہ تھا اور ان کا مذہبی تشخص بھی برقرار رہتا تھا۔ وہ مقاصد حسب ذیل ہیں:

(۱) —— حفاظت مقامات مقدسہ، و سلطنت اسلامیہ اور مظلومین ترکی کی ہمدردی میں جائز و مفید کوشش کرنا، اور ناجائز و نامفید راہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔

(۲) —— اسلام و مسلمین کو بیرونی دشمنانِ دین کے حملوں سے بچانے کی حتی الوسع جائز تدابیر کرنا، اور بالخصوص دشمنانِ اندرونی کے حملوں سے بچانا۔

(۳) —— مسلمانوں کو ان کی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی مفاد کی طرف رہنمائی کرنا، اور ان میں حقیقی و خالص پابندیِ احکام شرعی کی راہ بتانا۔ [۱]

تین روزہ کانفرنس

جماعت انصار الاسلام بریلی کے سرپرست بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی تھے،

(۱) الف: محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی برہان الحق جبل پوری، مشمولہ سنی دنیا ص ۱۸، نومبر ۱۹۹۲ء

ب: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور: ص ۵، بابت ۳۰ مئی ۱۹۲۱ء

ج: روزنامہ پیسہ اخبار لاہور: بابت ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

ان کی قیادت اور ان کا روحانی فیض اس جماعت کو حاصل تھا، اور دوسری طرف کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ اس کی پشت پناہی کر رہی تھی —— جماعت انصار الاسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا حسنین رضا بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی تھے، یہ خود ایک جید عالم دین، فقیہ مدبر، سیاست کے پیچ و تاب سے خوب واقف تھے، حق بات کہنے اور حق کو قبول کرنے میں کبھی بھی نہیں جھجکتے تھے، ان کا مدمقابل کتنا ہی چرب زبان اور طلسماتی ہو، کتنا ہی سیاسی گھاگ اور داؤں پیچ سے واقف ہو، مگر مولانا حسنین رضا خاں کے آگے ذرا دیر بھی نہیں ٹک سکتا تھا۔ وہ اپنے موقف کی وضاحت بڑے اچھے انداز سے اور بے باکی کے ساتھ کرتے تھے۔ [۱] وہ امام احمد رضا کے برادر زادہ تھے، اور استاذ زمن مولانا حسن بریلوی کے بڑے فرزند تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بوقت وصال احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنا وصیت نامہ مولانا حسنین رضا بریلوی سے لکھوایا، حالانکہ امام کے دونوں صاحبزادگان موجود تھے

جماعت انصار الاسلام بریلی کی تین روزہ کانفرنس کی تفصیلات سے پہلے آپ اس مضمون پر نظر ڈالیں، جس کو ارکینِ جماعت انصار الاسلام نے "اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہ" کے عنوان سے پریس کو بھیجا گیا، جو درحقیقت ہونے والی کانفرنس کا اعلان ہے —— پڑھیے:

> مسلمانو! —— اسلام وہ اسلام کہ کن کن عظیم اذیتوں کی برداشت سے حضور اور افضل الصلوٰۃ والثنا نے اس کا باغ لگایا، صحابۂ کرام و اہل بیت عظام علیہم الرضوان نے اپنے مبارک خونوں سے اسے سینچا —— آج وہ کیسے کیسے شدائد و مصائب نہ صرف بیرونی بلکہ اندرونی ہر قسم کی بلاؤں میں گھرا ہے۔ حفاظتِ اسلام و سلطنتِ اسلام، و اماکن اسلام، و عقائدِ اسلام، و احکام اسلام میں باذنہٖ تعالیٰ ممکن و نافع جائز تدابیر پر غور کرنے، اور توکلاً علی المولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ انھیں عمل میں لانے کے

[۱] بروایت مولانا حبیب رضا خاں بریلوی —— مرکزی دار الافتاء بریلی شریف

لیے علماء اہلِ سنت و جماعت نے "جماعت انصار الاسلام" بتوفیقہٖ تعالیٰ قائم کی، جس کا پہلا اجلاس ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ میں قرار پایا ہے، بمشاہیر علماء و مشائخ کرام تشریف لائیں گے۔ برادرانِ اہلِ سنت سے دست بستہ التماس ہے کہ ضرور شریکِ جلسہ ہوں، خادمانِ سنت و شاکر و ممنون فرمائیں۔ (منجانب جماعت انصار الاسلام محلہ سوداگران بریلی۔) [1]

جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بمقام مسجد نو محلہ بریلی میں بہت آب و تاب اور شان و شوکت کے عظیم اجتماعوں کے ساتھ منعقد ہوتی رہی ——— اس کانفرنس کا مقصد صرف یہ تھا کہ مقاماتِ مقدسہ اور سلطنتِ اسلامیہ ترکیہ کی حمایت و حفاظت کی جائے۔

یہ کانفرنس منعقد کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ——— اس کی وجہ یہ ہوئی کہ چند خود لیڈروں اور خلافت کمیٹی نے جابجا یہ مشہور کر دیا کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہماری مخالفت کرتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ ہم لوگ مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور سلطنتِ ترکیہ اسلامیہ کی بحالی کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں" ——— اس کا اثر یہ ہوا کہ عوام نے یہ سمجھ لیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سلطنتِ اسلامیہ کے مخالف ہیں۔ اور خلافت کمیٹی اور لیڈروں کا مقصد بھی یہی تھا کہ عوامی سطح پر یہ باور کرایا جائے، مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت رضائے مصطفیٰ اور جماعت انصار الاسلام کے سربراہِ اعلیٰ کو فتح نصیب کی۔ ان کی پیش گوئیاں بالفعل صحیح ثابت ہوئیں، انھوں نے جنگ سے قبل جو کچھ کہا وہ جنگ کے دور میں سچ ثابت ہو گیا۔

تین روزہ کانفرنس کا لوگوں نے بائیکاٹ کیا اور لیڈروں نے جگہ جگہ مخالفت کرنا شروع کر دی اور مسلمانوں کو طرح طرح سے بہکانے لگے۔ اس کا حال خود ناظم جماعت انصار الاسلام کے قلم سے سنیے ——— لکھتے ہیں:

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۵، ۲ مئی ۱۹۲۱ء، ج ۵۷، ش ۳۳، ک ۱

مخالف ہواؤں کی بالآخر طوفانی تموج کے ساتھ، اس نو بادہ امید کو از بیخ برکندہ کرنے میں اپنی پوری جد و جہد اور کامل طاقت صرف کرتی رہی، اور ہمدردیِ اسلام کے مدعیوں نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کے لیے اپنی ہر قسم کی طاقتیں صرف کر دیں، اشتہارات و اخبارات میں اس جلسہ کو بدنام کیا گیا، اور گورنمنٹ کا جلسہ بتا کر مسلمانوں کو اس جلسہ کی طرف سے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا گیا۔ جماعتیں اس کام پر مامور تھیں کہ وہ گشت کر کے دھوپوں اور راہوں میں پھر کر مسلمانوں کو جلسہ سے روکیں، اور علماء و مشائخ کے پاس ممانعت کے خفیہ خطوط بھیجے گئے، مگر حق کی آواز بلند ہو کر رہی، اور باطل کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں، پھر بھی اہلِ عناد نے اپنے مساعی کی تیز رفتاری کو سست کرنا گوارا نہ کیا۔

جماعت انصار الاسلام بریلی کی تین روزہ کانفرنس کو ناکام کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے گئے مگر خدا جس کو رکھے اسے کون . . . . . ایک بنیادی بات ہے کہ جس کی مخالفت ہوتی ہے اتنی ہی اس کی تشہیر بھی ہوتی ہے۔ اس کانفرنس کی اتنی تشہیر نہیں کی گئی تھی جتنی تشہیر مخالفین نے کر دی، جو لوگ نہیں جانتے تھے انھوں نے سمجھا کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کے لیے یہ لوگ زور دے کر ممانعت کر رہے ہیں۔ پھر آدمی وہیں سے ایک ذہن بنا لیتا ہے کہ آیا اس جلسہ میں کیا ہوگا؟ ——— اس میں ضرور جانا ہے، دیکھیں کہ کون لوگ آ رہے ہیں؟ ——— اور کیا کیا باتیں ہوں گی؟ ——— انھی ساری باتوں نے کانفرنس کو کامیاب کر دیا، اور مخالفین نے یہاں تک مخالفت کرنا نہیں چھوڑی کہ:

جلسہ کے اوقات میں راستوں پر ایسے لوگ مقرر کر دیے گئے جو آنے والوں کو کبھی یہ بتاتے تھے کہ جلسہ ملتوی ہو گیا ہے، اور کبھی یہ کہ اپنے مقام سے منتقل ہو گیا، کبھی یہ کہ باہر سے علماء نہیں آئے، جلسہ پھر اور تاریخوں میں ہوگا ——— یصدون عن سبیل اللّٰہ ویبغونہا عوجًا

مخالفین کانفرنس کے سارے ہتھکنڈے بے کار ہو گئے، ان باتوں سے مسلمانوں میں اور جذبہ بیدار ہو گیا، اور دوسری طرف سے کوئی بات نہیں بالکل خاموشی تھی، کانفرنس

کی کامیابی پر مولانا حسنین رضا بریلوی لکھتے ہیں:

لیکن مسلمانوں میں جو شوق بیدار ہو چکا تھا، اس نے تمنا کے بڑھتے قدم کے لیے، ان افواہوں اور غلط خبروں کو سہارا اور زنجیر پا نہ ہونے دیا۔ اوّل وقت سے ہزارہا آدمی کا مجمع مسجد نو محلہ میں محوِ اشتیاق ہو کر پہنچا، الحمد للہ یہ اس جلسہ کی کامیابی کی پہلی منزل تھی، ورنہ جلسہ کی دعوت پر اس قدر زور نہ دیا گیا تھا جس قدر اس کو روکنے اور غلط خبروں سے بدنام کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں ـــــــ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جلسہ کی مخالفت کیوں کی جاتی تھی؟ اور اپنے دل سے تراش تراش کر کیوں جھوٹے اتہام لگائے جاتے تھے؟ [1]

حالانکہ اس کانفرنس کا مقصد سب کو معلوم تھا ـــــ مولانا حسنین رضا بریلوی کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں جو انھوں نے مخالفت کانفرنس کے سلسلے میں کیا ہے:

اس جلسہ کے مخالفین باطن میں سلطنت اسلامیہ سے مخالفت رکھتے ہیں، ورنہ جو مجلس محض ترکوں کی امداد اور ہمدردی اور بلادِ اسلامیہ کی صیانت وحفاظت کے لیے وضع کی گئی ہو، اور جس کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ ہو، اور اس کے طریقۂ عمل پر نکتہ چینی کا وقت بھی نہ آیا ہو، پہلے ہی سے اس کا مخالف ہو بیٹھنا اور ایسی جانکاہ کوشش کرنا اور افترا اور زور کے زور سے اس مجلس کو ناکام بنانے کے درپے ہو جانا۔ اگر سلطنت اسلامیہ کی مخالفت کی وجہ سے نہیں ہے، تو کیوں ہے؟

جماعت انصار الاسلام کا یہ عمل کہ اس نے ان مخالفین کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی اور نہ ان سے باز پرس کی، یہ قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ آج جو کوئی شخص ہماری مجلس کو ناکام بنانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اس کو مزا چکھا دیں اور کیفرِ کردار تک پہنچا دیں۔ جماعت انصار الاسلام نے اپنے کام پر نظر رکھی اور اخلاص وہمدردیِ اسلام کے لیے کام کرتی رہی۔ یہ قدم لائقِ تقلید وستائش ہے۔

[1] حسنین رضا بریلوی، مولانا: روداد جلسۂ اوّل، ص ۹، م: حسنی پریس بریلی

اب تین روزہ کانفرنس کی رُوداد ملاحظہ فرمائیں۔ اس کانفرنس میں امید سے زیادہ مجمع تھا۔ اور ہندستان کے مشہور فاضل کرام ومشائخ عظام شرکت کے لیے رونق افروز ہوتے تھے۔ اسماءِ گرامی یہ ہیں:

- مولانا شاہ مہدی حسن قادری سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ
- مولانا شاہ سیّد اولادِ رسول محمد میاں برکاتی مارہروی
- مولانا محمد عبید اللہ صدر المدرسین کانپور
- مولانا سیّد محمد آصف رضوی کانپوری
- مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج علی گڑھ
- مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی
- مولانا محمد عمر نعیمی ایڈیٹر السواد الاعظم مراد آباد
- مولانا اشہد الدین مراد آبادی
- مولانا محمد یعقوب رضوی بلاسپوری
- مولانا غلام محی الدین راندیر
- مولانا خلیل الرحمٰن بنارسی
- مولانا ظفر الدین رضوی، بہار شریف
- مولانا شاہ دیدار علی رضوی الوری، مفتی آگرہ
- مولانا محمد عبد الاحد سلطان الواعظین پیلی بھیتی
- مولانا حکیم خلیل الرحمٰن صدر مدرس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت
- مولانا غلام احمد شوق مراد آبادی

پہلے روز ساڑھے آٹھ بجے شب کے محلہ سوداگران سے علماءِ اسلام کا جلوس روانہ ہوا سادگی کے انداز اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ اس مقدس جماعت کی روانگی دلوں پر عجیب اثر پیدا کر رہی تھی، یہ حضرات جلسہ گاہ میں پہنچے۔ جماعت انصار الاسلام کی مجلسِ استقبالیہ نے خیر مقدم کیا اور کارکنان جماعت انصار الاسلام کے پُرجوش نعرۂ تکبیر سے علماء ومشائخ کا مقدس قافلہ رونق اسٹیج ہوا۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے مولانا شاہ سیّد محمد میاں مارہروی کی صدارت کی تحریک فرمائی، سب نے تائید کی۔

نعت و حمد کے بعد صدر کانفرنس مولانا مارہروی نے اپنے خطبہ میں مسائل حاضرہ اور مصائب دائرہ پر نظر ڈالتے ہوئے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی حالت پر تبصرہ فرمایا۔ ان کے مستقبل کو کامیاب بنانے، مصائب نازلہ سے چھٹکارا پانے، بلاد اسلامیہ کو پنجۂ اغیار سے چھڑانے، سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت اور اس کی تدبیروں کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا مارہروی کی محققانہ اور مدلل تقریر سامعین نے ہمہ گوش ہو کر سنی، تقریباً دو گھنٹہ قوم سے خطاب فرمایا۔

پھر صدر کانفرنس کی اجازت سے ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری نے مسئلۂ ترک موالات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک موالات انسان کا فطری و طبعی خاتمہ ہے اگر اس کے احساسات غلط نہیں ہو گئے ہیں تو وہ نقصان رساں سے طبعًا احتراز کرے گا۔ اس مسئلہ کو شواہد و دلائل سے خوب ذہن نشین کرایا اور بتایا کہ "جملہ کفار و مشرکین سے ترک موالات شرعًا فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے۔" اس تقریر کے ضمن میں مولانا بہاری نے ایسی ایسی دل پذیر باتیں فرمائیں کہ مجمع بھڑک اٹھا۔

بعدہٗ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مختصر تقریر فرمائی اور بتایا کہ ترک موالات کا مسئلہ کسی ایک مجلس میں تمام نہیں ہو سکتا۔ کفار سے ترک موالات فرض اور ضروری، اور مسلمانوں کے حق میں نہایت نافع، ان کی عزت و وقار کا محافظ، حریت و آزادی، اور علو و برتری کا آلہ ہے، لیکن یہ شریعت کا دوامی حکم ہے جس کے لیے مسلمان ہمیشہ سے مامور ہیں۔ ——— ترک آج مصیبت میں مبتلا ہیں، دشمن انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی ہے، مخالف قومیں دم بہ دم کام کر رہی ہیں ایسی حالت میں جلد سے جلد کوئی امداد و اعانت پہنچنی ضروری ہے نہ کہ ٹال مٹول کرنے کا وقت ——— مولانا مراد آبادی کی تقریر پر پہلے روز کی کانفرنس ختم ہو گئی۔

دوسرے روز کا جلسہ اپنی شان کے ساتھ شروع ہوا، تلاوت شریف او نعت پاک

کے بعد مولانا قاضی اشہد الدین مراد آبادی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بہت خوبی کے ساتھ بیان کیے۔ مولانا کے بعد ناظم جماعت انصار الاسلام مولانا حسنین رضا بریلوی نے مختصر سی تقریر کرتے ہوئے جماعت انصار الاسلام بریلی کے اغراض و مقاصد پیش کیے (جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں)۔

صدر کانفرنس کی اجازت سے مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر میں دریا کی روانی تھی اور واقعات کا سلسلہ تھا۔ عجب دل پذیر باتیں تھیں۔ مولانا سلیمان اشرف نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمان احکام شریعت پر پورے طور پر کاربند رہیں، یہی ان کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر کے ساتھ یہ تجویز پیش کی کہ علماء اہل سنت اور مسلمانان بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا اور تمام اتحادیوں کا اثر جزیرۃ العرب سے اٹھا کر مسلمانوں کو مذہبی دست اندازی کی تکلیف سے حاث رکھے۔ تقریر کے اخیر میں مولانا نے ہندو مسلم اتحاد کے برے نتائج کی طرف توجہ دلائی۔

مولانا مفتی سیّد دیدار علی رضوی الوری کو وقت دیا گیا۔ مولانا نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم[1] پر نہایت نفیس و جلیل تقریر فرمائی، اور یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کی ہر تباہی ان کے افعال کا ثمرہ ہے، اپنی اصلاح کرو اور شریعت مطہرہ کے حدود سے قدم باہر نہ رکھو۔ مولانا کی تقریر بڑی موثر تھی ——— آپ کے بعد مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مختصر سی تقریر فرمائی پھر جلسہ ختم ہو گیا۔

تیسرے دن کی کانفرنس اپنی تمام تر جلوہ بارکرنوں کے ساتھ شروع ہوئی۔ آغاز میں رامپور، مراد آباد اور بریلی کے نعت خواں حضرات نے نعت شریف پڑھی۔ صدر کانفرنس کی اجازت سے مولانا محمد عمر نعیمی نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اور مسلمانوں کو نماز با جماعت کی پابندی کی ہدایت کی ——— مولانا نعیمی کا لب و لہجہ بہت موثر تھا۔ حاضرین مولانا نعیمی کی خوش بیانی سے محظوظ ہوئے۔

دس بجے شب مولانا نعیم الدین مراد آبادی رونق انجمن ہوئے۔ انھوں نے اپنی مبسوط

---

[1] القرآن الحکیم

تقریر میں ثابت کیا کہ مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کے احکام کے سامنے سر اطاعت جھکانا چاہیے، اور ہر طرح کے دشمنوں سے احتراز کرنا اور کسی کافر و مشرک سے ایمن نہ ہونا لازم ہے۔ مولانا مراد آبادی نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان ہوشیار ہوں، جائز طور پر سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت اور اسلام و مسلمین کی حفاظت کے لیے علماء اسلام نے یہ جماعت انصار الاسلام قائم کی ہے۔ انشاء اللہ یہ جماعت ہندوستان میں کام کرے گی۔

مولانا مراد آبادی نے علماء اسلام کی طرف سے جو تجاویز پاس ہوئیں ان کو مجمع عام میں سنایا، سب نے تائید کی۔

کانفرنس میں پاس شدہ تجاویز

جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس میں جو تجاویز پاس ہوئیں وہ فائدۂ عوام کے لیے درج کی جاتی ہیں:

(۱) علماء اہل سنت اور مسلمانانِ بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا اور تمام اتحادیوں کا اثر عرب سے اٹھا کر مسلمانوں کو مذہبی دست اندازی کی تکلیف سے معاف رکھے۔

(۲) یہ جلسہ گورنمنٹ سے زبردست مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مظلومین سمرنا وغیرہ کی مالی اعانت وارسالِ زر کے قابلِ اطمینان ذرائع ہمارے لیے بہم پہنچائے۔

(۳) یہ جلسہ ترک و عرب میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک وفد بھیجنا تجویز کرتا ہے اور گورنمنٹ سے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ عرب میں ہمارے وفد کی ذمہ داری کرے۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان مطالبات کے لیے گورنمنٹ کے پاس وفد بھیجا جائے۔

(۴) یہ جلسہ مسلمانوں کو پورے زور کے ساتھ ترغیب دیتا ہے کہ اپنے تمام مقدمات جن کو آپس میں طے کرنے کے مجاز ہیں، مطابق شرع شریف فیصل کریں، اور کچہریوں کی مقدمہ بازی سے کہ فریقین کی تباہ کن ہوتی ہے، بچیں۔

(۵) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ گورنمنٹ جو قانون ایسا بنائے جس سے کسی اسلامی مسئلہ کو مضرت

پہنچے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس کی ضرور ترمیم چاہی جائے، اور اس کی جائز کوشش انتہا تک پہنچائی جائے۔

(۶) یہ جلسہ اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو خاص اپنی تجارت بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کے ذرائع کی توسیع اور حتی الامکان ان صورتوں کے بہم پہنچانے پر توجہ دلاتا ہے، جس سے مسلمان کبھی کسی غیر مسلم تجارت کے محتاج نہ رہیں۔

(۷) یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اسلامی بینک کھولنے پر توجہ دلاتا ہے، تاکہ مسلمان غیر مسلم کی دست برد سے بچیں۔

(۸) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تجار اور روساء سے ایک اسلامی خزانہ قائم کرنے کی تحریک کی جائے، جس میں ماہ بماہ یا سال بسال کچھ رقم جمع ہوتی رہے، کہ وہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی تجارت کی توسیع کی ضرورتوں اور نیز اعانت سلطنت اسلامیہ، ضرورت اسلام میں کام آئے۔

(۹) یہ جلسہ مسلمانوں کو علم دین و مذہب اہل سنت و جماعت مطابق عقائد علماء حرمین شریفین کی اشاعت پر نہایت تاکید سے توجہ دلاتا ہے۔

(۱۰) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جو غلط طریقے یا ناجائز راستے، معصروں غلط لباس شرعی پہنائے گئے ہیں۔ ان کی شناعت پر مسلمانوں کو تحریراً و تقریراً مطلع کرے۔ [1]

مندرجہ بالا تجاویز آج سے نصف صدی قبل پاس ہوئی تھیں، مگر ان علماء حق کے سیاسی تدبر اور بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ تجاویز آج بھی سود مند ہیں، جیسی کل تھیں ویسی آج ہیں۔ اگر ملت اسلامیہ نے ان فارمولوں پر عمل کیا ہوتا تو مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی حالت بہت بلند ہوتی، مگر ان تدابیر پر غور نہیں کیا گیا۔ اب مسلمان خود بخود محسوس کرتا ہے کہ ہماری معیشت تباہ ہو گئی، ہماری اقتصادی حالت بہت خستہ ہے۔ یہ تجاویز بہت مختصر ہیں مگر ان میں معنوی اعتبار سے بڑا ذخیرہ مضمر ہے ——— یہ تجاویز آج بھی اپنی افادیت کو

---

[1] (الف) حسنین رضا بریلوی، مولانا: روداد جلسہ اول جماعت انصار الاسلام، ص ۳ تا ۱۳، حسنی پریس بریلی

(ب) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رامپور: ص ۵ بابت ۲۶ مئی ۱۹۲۱، ج ۵۰، ش ۳۳

اجاگر کر رہی ہیں، ان کی اہمیت روز بروز بڑھتی جائے گی، اور مسلمان عمل نہ کرکے کفِ افسوس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہر طرف مسلمانوں پر حملہ ہو رہا ہے، دنیا کی مشنریاں مسلمانوں کو اور اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہیں اور مسلمان خوابِ غفلت کی نیند میں مستی سے سو رہے ہیں۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالت دردناک ہے ——— اب بھی وقت ہے کہ جاگ جائیں اور اپنے گرے ہوئے وقار اور مجروح عزائم کو سنبھالیں۔ اگر اس افتادہ زمانہ میں مسلمانوں نے آنکھیں نہیں کھولیں تو آئندہ مسلمانوں پر خدا جانے کیا گزرے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ان تدابیر کو ۱۹۱۲ء میں پیش کیا تھا جو "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کے نام سے متعدد بار شائع ہوئیں۔ جماعت انصار الاسلام نے ان تدابیر کا احیا کیا ۱۳۳۱ھ ———

کئی سال بعد جب امریکی ماہرین نے ان تدابیر کو اپنے ملک میں پیش کیا تو وہاں کے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لے کر عملی جامہ پہنا دیا۔ آج امریکہ، برطانیہ و دیگر یورپین ملکوں کو دیکھیے مالی، اقتصادی اور معاشی حالت سب سے بہتر ہے۔ حالانکہ ان تدابیر کو پیش کرنے میں امام احمد رضا کو اولیت حاصل ہے۔ مذکورہ تدابیر کی تقلید کرنے والے کو نوبل انعام کا مستحق قرار دیا گیا، جبکہ اس انعام کے مستحق حقیقی امام موصوف تھے۔

② جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور

جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور کے بانی و سرپرست مولانا مفتی برہان الحق جبل پوری تھے۔ مولانا جبل پوری کے والد ماجد مولانا مفتی عبد السلام رضوی جبل پوری تھے۔ دونوں حضرات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ مولانا برہان الحق جبل پوری امام احمد رضا کے شاگرد رشید اور روحانی فرزند تھے۔ الاستمداد میں جہاں اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفاء و تلامذہ اور احباب کا ذکر کیا ہے وہیں آپ کا ذکر اپنے فرزند اصغر مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے ساتھ فرمایا اور ایک شعر میں نہیں بلکہ ایک ہی مصرع میں:

آل رحمٰن و برہانِ حق شرق پہ برق گراتے یہ ہیں [1]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: الاستمداد ص م: قادری بک ڈپو بریلی

آل رحمٰن، مولانا مصطفیٰ رضا کا لقب تھا۔

۱۹۲۳ء میں کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اسکیم چلائی، ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا، مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا، تو اس جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے شانہ بشانہ رہ کر جنگ لڑی، جماعت ابتدا سے لے کر انتہا تک حرکت میں رہی۔ اس جماعت نے ہواؤں میں اسلام کی شمع روشن کی، جماعت نے اسلام کی آبرو پر اپنی اساسی زندگی اور سب کچھ لٹا کر اسلام پر آنچ نہ آنے دی ——— یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس کی بنیاد ۱۹۲۳ء میں پڑی یا قبل و بعد؟ ——— چونکہ جماعت ظاہرین علی الحق سے متعلق کوئی زیادہ مواد نہیں مل سکا، مولانا برہان الحق جبل پوری کے شہزادوں سے رابطہ قائم کیا مگر خاموشی کے علاوہ کچھ دستیاب نہ ہو سکا۔ [1]

ہندوؤں کا قبول اسلام

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، اس کو قبول کرنا انسان کی فطرت ہے، چونکہ انسان فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین مذہب، صرف مذہب اسلام ہے۔ باقی مذاہب میں اتنی تبدیلی و ترمیم ہوئی کہ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ دوسری قومیں اسلام میں جوق در جوق داخل ہو رہی ہیں۔ اور یہ سلسلہ بہت تیزی سے چل رہا ہے۔ اسلام انسان کو صحیح راہ پر لاتا ہے، راہِ حق کے مسافروں کو حق کا راستہ دکھاتا ہے۔

انسداد شدھی تحریک کے بارے میں جماعت ظاہرین علی الحق کے بانی سرپرست نے درجنوں کے حساب سے ہندوؤں کو مشرف با اسلام کیا۔ مولوی محمد ابراہیم ناظم الامور جماعت ظاہرین علی الحق کی رپورٹ کے مطابق آگے چند نام پیش کیے جا رہے ہیں۔ [2]

---

[1] برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے راقم کا مبسوط مقالہ مشمولہ ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت نومبر ۱۹۹۲ء جو رضا اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔

[2] محمد شہاب الدین رضوی ایڈیٹر: ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۸۲، بابت نومبر ۱۹۹۲ء

سابق نام مع ولدیت	قومیت	اسلامی نام	سکونت
۱. چوبی ولد سکھ دیو	کنوار	مسماۃ رحیمًا	سرکھی حال محلہ بھاشلیا
۲. ونگی ولد جگت	بردنی	مسماۃ رحیمابی	دیوان ستیا محلہ گوہلپور
۳. دمودا ولد درگا	برہمن	مسماۃ کریمًا	ہنومان تالاب جبل پور
۴. بھوری ولد اچھیوا	کیوٹ	مسماۃ رحمت بی	مدار ٹیکری جبل پور
۵. کندیا ولد دسمین	کنوار	مسماۃ رحیمابی	ساٹھیاں کنواں کوٹی گاؤں
۶. سندر سنگھ ولد ندو	سکھ	محمد بخش	〃 مہار پنجاب
۷. وام جائی ولد چندوا	کرمی	مسماۃ رحیمًا	بھاشلیا رنپورہ
۸. گھسیا ولد چندوا	ڈھیمر	مسماۃ رحمت بی	متصل کوٹھی جبل پور[1]
۹. سونی ولد نا معلوم	گولی	مسماۃ کلثوم بی	بیل باغ ناگپور
۱۰. منی ولد رام لال	کھٹیک	بیٹا کلثوم	چیری تالاب جبل پور

(۴) انجمن اہلِ سنت مُرادآباد

جماعت رضائے مصطفٰی کی ایک اہم شاخ "انجمن اہلِ سنت" کے نام سے مراد آباد میں سرگرم عمل تھی، اس کے امیر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی تھے اور "انجمن اہلِ سنت" کی نظامت کے فرائض مولانا محمد عمر نعیمی انجام دیتے تھے، جبکہ ناظم الامور مولانا محمد یٰسین مرادآبادی منتخب ہوئے ــــــــ ضلع مرادآباد میں انجمن اہلِ سنت نے کافی خدمات انجام دیں۔ اس انجمن کے قیام کا خاص مقصد یہ تھا کہ ضلع مرادآباد میں جماعت رضائے مصطفٰی کے افکار و نظریات کو عام کیا جائے، اور خصوصًا علاج و معالجہ کے سلسلہ میں علی گڑھ کا رُخ ترک کر کے انجمن اہلِ سنت مرادآباد کی طرف رخ کیا جائے۔ چونکہ سر سید احمد خاں کے محمڈن کالج علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں معالج کا کام یورپین لوگ کرتے تھے اور دوائیں بھی یورپ سے آتی تھیں، سارا منافع غیر مسلموں کے ہاتھوں جاتا تھا۔ اور وہ معالج انگریزی دواؤں کے پیچھے اپنے مذہب کی تبلیغ کیا کرتے تھے ــــــــ جیسا کہ خود ناظم انجمن اہلِ سنت

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۸، بابت ۱۷ ستمبر ۱۹۲۳ء، شمارہ ۵، جلد ۶۰

جناب محمد یٰسین لکھتے ہیں:

پچاس سال ہوئے جب اس روز افزوں قومی انحطاط کو چند آدمیوں نے اوّل بار محسوس کیا، اسی احساس کے ماتحت سر سید احمد خاں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور علی گڑھ میں ایک شاندار کالج تیار ہوا، چونکہ معالج مغربی خیالات سے متاثر تھا۔ اسی لیے اس نے دوائیں یورپ کے دواخانوں سے حاصل کیں، اس لیے سیاسی فوائد جو کچھ بھی ہوتے ہوں، مگر مذہبی امراض میں اور ترقی ہو گئی۔ دہریت کا زہر سرعت کے ساتھ بڑھنے لگا۔ اس کے علاج میں جا بجا مذہبی جماعتیں مصروف ہیں، لیکن الحاد کے زہر کی رفتار جس سرعت کے ساتھ تھی، مذہبی تریاق اس اعتبار سے وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مرض اختلافِ عقائد کی شکل میں پھوٹ نکلا، اور اسلام کے ایسے پاک اور واضح مذہب میں کثرت سے ایسے فرقے پیدا ہو گئے، جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

اس فرقہ بندی کی بلا نے اصل مرض سیاسی پستی اور مادی انحطاط کو اور زیادہ کر دیا۔ اس خطرناک حالت کو بھی دور کرنے کی کوشش اکثر دردمندانِ قوم نے کی، لیکن اس غرض سے جتنے بھی شفاخانے تعمیر ہوئے، ان سب کی بنیاد میں ایسی کجی رہ جایا کرتی تھی کہ جس سے بالآخر ساری عمارت منہدم ہو جاتی تھی۔ اور باوجود بار بار تجربہ کے اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

الحمد للہ کہ انجمن اہلِ سنت و جماعت نے ان تمام ظاہری و مخفی نقائص و امراض کو معلوم کر کے، اور ان کو دور کر کے اصلاحِ قوم کی ایک عمارت تیار کی ہے اور وہ کئی سال کے تجربہ میں مفید ثابت ہوئی۔[1]

انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور اپنی ناسمجھی نے اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اسلام جیسا مضبوط قلعہ جس کا بہتر سے بہتر نظامِ زندگی، اور نظامِ سیاست ہے، اس میں

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۶، بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء، ج ۶۱، ش ۲۰

شگاف ڈال دیا گیا۔ اسلام جس کا دستور العمل قرآن ہے، اور قرآن جیسا دستور العمل دنیا کی پیدائش سے لے کر موت تک کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ مگر دشمنانِ اسلام نے اس کے خلاف محاذ قائم کر دیا۔ اسی کے ماننے والے جن کو مسلمان کہا جاتا ہے، انھیں کو اپنے دستور العمل کے خلاف کھڑا کر دیا۔ اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے کئی دھڑے ہو گئے، اجتماعیت پاش پاش ہو گئی۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزِ اول ہی فرما دیا تھا کہ میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اس میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، وہ ہے سوادِ اعظم اہلِ سنت[1] ——

راقم السطور کا تجربہ ہے کہ بہت سے دانشور اور علماء و فضلاء سامنے آئے اور انھوں نے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی بات کی، اور توحید کا نعرہ لگایا، پھر کسی نے رسالت کی صدا بلند کی، غرض کہ پیغامِ اتحاد دینے والوں میں اتحاد نہ رہ سکا، پھر وہ دوسروں کو اتحاد کی باتیں کیسے بتاتے، آئے دن یہ بات منظرِ عام پر آتی رہتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی جاتی ہے، اس جذبہ کو لے کر جماعتیں، انجمنیں اٹھتی ہیں اور اسلامی بنیادوں کو سامنے رکھ کر کوششیں ہوتی چلی آئی ہیں، اسی جذبۂ اتحاد کے پیشِ نظر انجمن اہلِ سنت وجماعت مرادآباد بھی منظرِ عام پر آئی، اور اتفاق و اتحاد کا درس دینے کی سعی کی۔ بقول محمد حسین ناظم انجمن اہلِ سنت:

> اب انجمن نے تمام ملک کے اہلِ سنت وجماعت کو فائدہ پہنچانے کے لیے ان کے اصل رشتۂ اخوت ایمانی میں مربوط کرتے ہوئے ان کو ایک مرکز (جماعت رضائے مصطفیٰ) کے ساتھ وابستہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تاکہ قوم مذہبی ضلالت، اور سیاسی و ملکی پستی سے محفوظ ہو جائے —— اس مقصد کے لیے اس نے ایک وفد ترتیب دیا ہے جس میں مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے اراکین بھی شریک ہوں گے، یہ وفد ہندوستان کے مختلف شہروں میں جا کر مقامی اصحاب رائے سے تبادلۂ خیال کرے گا اور اس نظامِ عمل کو پیش کرے گا جو ان دونوں جماعتوں رضائے مصطفیٰ بریلی و انجمن اہلِ سنت مرادآباد کے تجربہ میں مفید ثابت ہوا ہے۔[2]

[1] محی الدین جیلانی، غوث اعظم: غنیۃ الطالبین ص
[2] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱، بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء

انجمن اہلِ سنت مرادآباد کا جذبہ بہتر و سود مند تھا، مگر ترتیب دیا جانے والا وفد کس نوعیت کا تھا، اور کیا صرف شہری لوگوں سے تبادلۂ خیال کرنا مقصود تھا؟ صرف تبادلۂ خیال کے لیے کوئی تنظیم و جماعت شہر شہر جا کر اتنا بڑا خرچہ نہیں اٹھا سکتی، اسی اصول اور جذبہ کے پس منظر میں دیکھیے تو کوئی اور بھی چیز نظر آتی ہے، جس کی وضاحت ناظم الامور نے نہیں کی، ہاں انھوں نے یہ ضرور کہا کہ:

> مختلف مصالح کی بنا پر ہم اس نظام کی تفصیل کا اعلانِ عام نہیں چاہتے۔ لیکن قرائنِ ظاہری اور گزشتہ تجربہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ملک نے اس آواز پر توجہ کی تو تھوڑے دنوں میں ان شاء اللہ مذکورہ بالا مرض سے نجات حاصل ہو جائے گی۔[1]

اس سے انجمن اہلِ سنت مرادآباد کے اراکین کا تدبر اور ان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ناظم الامور محمد حسین نے پورے ملک کی مختلف جماعتوں کو دعوت دی کہ ایک ساتھ مل کر کام کریں اور شہروں میں آنے جانے والے وفود سے تعاون کریں —— لکھتے ہیں:

> میں اس ملک کی تمام جماعت اہلِ سنت سے استدعا کرتا ہوں —— کہ وہ اس وفد کی پوری اعانت کریں۔ اور اس سے کامل آزادی کے ساتھ بحث اور تبادلۂ خیال کریں۔ اور اس کے کامیاب بنانے میں کوشش کریں، اور اس کے راستہ میں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ ملک و مذہب کے درد مند حضرات مجھ ناچیز کی اس پر خلوص اور مفید استدعا پر توجہ فرمائیں گے۔[2]

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور: ص ۱، بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

﴿۸۶﴾

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ

زیر سرپرستی

حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الحاج الشاہ
مصطفیٰ رضا خانصاحب رضی اللہ عنہ

کا

دستور العمل

مشتمل بر تشکیل و اختیارات مجلس عاملہ و مجلس منتظمہ
اغراض و مقاصد و قواعد و ضوابط و اساسیات
و
تفصیل عہدیداران و اختیارات و عہدیداران وغیر ذلک

الناشر

ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ محلہ سوداگران بریلی

(اردو [illegible])

جماعت رضائے مصطفیٰ

تحریکات کا تعاقب، اور ہندستان پر سیاسی اثرات

کانگریس اور مسلمان

آریہ سماج کے ساتھ ساتھ کانگریس پارٹی قدیم تحریک ہے۔ آریہ سماج ایک مہلک تنظیم ہے، مگر اس کے اغراض و مقاصد بالکل واضح ہیں۔ واضح وظاہر اور مہلک تحریک سے تو بچا جا سکتا ہے۔ مگر کانگریس جیسی خاموش زہریلی تحریک سے مسلمانوں کا بچنا بہت مشکل ہے۔ کانگریس کا ہمیشہ یہ نظریہ رہا ہے کہ "مسلمانوں کو آپس میں لڑاؤ اور ان پر حکومت کرو" ــــــ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی جتنی کانگریس نے کی اتنی کسی تحریک نے نہیں کی۔ مسلمانوں کے معاشی اور اقتصادی حالات بد سے بدتر کرنے میں لگی رہی اور اسلامیان ہند کو خبر بھی نہ ہوئی، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کے مضر اثرات کو بہت پہلے ہی بتا دیا تھا اور مضر افکار و خیالات کی وضاحت فرما دی تھی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ امام احمد رضا کے بتائے ہوئے اصولوں اور پیشینگوئیوں کو ذہن میں رکھکر کام کرنے، اور مسلمانوں کے درمیان کانگریس کی گندی ذہنیت کا پردہ فاش کرنے میں لگی رہی۔

۱۳۴۸ھ میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے کانگریس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جبکہ ۱۹۲۰ء سے اس کا مقابلہ کرتے آئی۔ کہیں بھی جماعت رضائے مصطفیٰ کو شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں میدان سر کیا ــــــ اب آپ جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک جاری کردہ بیان پڑھئے پھر کانگریس کے ساتھ دیگر تحریکات اور تنظیموں کے تعاقب کی تفصیل آئندہ صفحات میں دیکھئے۔

جماعتِ رضائے مصطفیٰ کا جرأت مندانہ قدم

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے پلیٹ فارم سے شائع شدہ مضمون پیش خدمت ہے۔

"جس وقت سے مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی نے ہندستان کی فضا کو مسموم بنا رکھا ہے۔ اس وقت سے لیکر اس وقت تک برابر ملک کے عرض و طول سے دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ

میں استفتاء آرہے ہیں کہ —— مسلمان کانگریس میں شرکت کریں یا نہ کریں ؟ اور مسٹر گاندھی کی اٹھائی ہوئی تحریک آزادی میں حصہ لیں یا نہ لیں ۔ اور مسلمانوں کے حق میں اس تحریک میں شرکت مضر ہے یا مفید ؟ دفتر جماعت مبارکہ میں اس وقت تک جس قدر سوالات آئے ۔ ان کا جواب برابر لکھا گیا ، مگر پھر بھی سوالات کا سلسلہ بند نہیں ہوتا ۔

ایسی صورت میں ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم ایک اعلان چھاپ کر مسلمانانِ ہند کو مطلع کریں کہ شریعت طاہرہ مسلمانوں کو کانگریس میں شرکت کرنے اور ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرکے مسٹر گاندھی کی اٹھائی ہوئی تحریک آزادی میں انہیں حصہ لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی ۔ مسلمان کان کھول کر سن لیں کہ آج کل کانگریس میں شرکت کرنا ، اور مسٹر گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی میں جو ملک کے امن عامہ کو برباد کرنے ، اور ہندستان میں "رام راج" قائم کرنے کے لئے اٹھی ہے اس میں حصہ لینا مسلمانوں کی مذہبی و اقتصادی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے ۔ اگر آج مسلمان کانگریس میں جذب ہو بھی جائیں ۔ اور مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی میں حصہ لیکر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش بھی کریں تو کیا مسلمانوں کو اس کی امید ہے کہ اس تحریک کے کامیاب ہونے پر ہندو انگریزوں کے اخراج کے بعد مسلمانوں کو برابر کے حقوق دیں گے ؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا یہی وجہ کہ اس وقت تک کانگریس نے مسلمانوں کے حقوق کا کوئی فیصلہ نہیں کیا ۔ بلکہ ارکان کانگریس نے انگریزوں کی موجودگی میں ہمیشہ مسلمانوں کے حقوق کو پامال کیا ہے : نہرو رپوٹ سے اس کی تائید ہوتی ہے —— کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ مسلمان جو حیاء و حمیت میں شہرۂ آفاق ہیں ۔ اور جن کی خودداری کا سکہ جملہ اقوام عالم پر بیٹھا ہوا ہے ۔ وہ اپنی حیا حمیت ، اور اپنی قدیمی خودداری کو بلا وجہ ہندوؤں کے قدموں پر یوں قربان کرکے ، اور اپنی قوم کے لئے ہمیشہ کو ایک ذلت کی نہ مٹنے والی یادگار قائم کر دینے کے لئے تیار ہیں ۔ مسلمان آنکھیں کھولیں ۔ ! عقل سے کام لیں —— ! اور اپنے اسلاف کی عزت ، اور اسلام کی حمیت کو ہندوؤں کی غلامی پر قربان کر دینے کے لئے اس طرح تیار نہ ہو جائیں ۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ ایک مرتبہ اتحاد کرکے دیکھ لیا ہے

اس اتحاد کے بعد جو تلخ تجربے ہوئے مسلمان ان سے خوب واقف ہیں ۔ کہ ہندوؤں نے اس نامراد اتحاد کے بعد اسلام و پیشوایانِ اسلام کی توہین ، اور قرآن و مساجد کو بے حرمت کرنے ، اذان و ذبیحہ کو روکنے ، اور ذرا ذرا سی بات پہ مسلمانوں کا خون بہانے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے میں ذرہ برابر رعایت نہ کی ۔ ان تلخ تجربوں کے بعد عقل اور شریعت مسلمانوں کو کسی طرح اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس موقع پر پھر ہندوؤں کے ساتھ شرکت کرکے مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی میں حصہ لیں ، یا کانگریس میں شرکت کرکے اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کریں ۔

مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے کہ کفر ایمان و اسلام کا دشمن ہے ، تو مسلمان اس کا یقین رکھیں کہ مسلمان کفار سے اتحاد کرکے کبھی کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ دشمن سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے ۔ دشمن سے فائدہ کی امید رکھنا حماقت و نادانی ہی نہیں ۔ بلکہ سراسر جنون و دیوانگی ہے ۔ ہم مسلمانوں کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں ۔ کہ وہ مسٹر گاندھی کی آندھی سے بچیں ، اور کانگریس کی شرکت کا کبھی بھولے سے بھی خیال نہ کریں " —— (۱)

سیاسی اثرات اور رد عمل

جماعت رضائے مصطفےٰ کی صاف گوئی ، حق بیانی اور بے باکی پورے ملک میں ضرب المثل تھی ۔ اس جماعت نے کبھی گندی سیاست میں قدم نہ رکھا ہاں ان سیاسی لیڈروں کا ضرور تعاقب کیا ۔ اور ان تحریکات کا ضرور مقابلہ کیا ، جنہوں نے اسلام اور اہل اسلام پر شب خون مارنے کے لئے ایک میدان بنا رکھا تھا ۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کانگریس کی سخت ترین مخالف تھی ، جیسا کہ آپ نے

(۱) اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ : ماہنامہ یادگار رضا بریلی ص۱۲ ج۱ ، بابت ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

ابھی اوپر ایک مضمون پڑھا جس کو جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنے پلیٹ فارم سے جاری کیا تھا۔ اسی کے نتیجہ میں ہندوستان میں سیاسی اثرات مرتب ہونے شروع ہوئے۔ پھر تو کانگریس کی مخالفت میں مسلمانوں نے جلسہ وجلوس کا تانتا باندھ دیا ہر جگہ کانگریس کی مخالفت میں قرار دادیں پاس ہورہی تھیں مگر دوسری طرف مسلمانوں کے نام نہاد لیڈر وزعماء ملت مسلمان قوم کو بیچ بیچ کر اپنی کو ٹھیا بنا رہے تھے۔ مسلم قوم کا سودا ہورہا تھا اور بینک کے اکاؤنٹ در اکاؤنٹ تیار ہورہے تھے۔ غلط سلط سیاسی پارٹیوں کی حمایت میں بیان دیتے تھے، کانگریس کی حمایت کرتے تھے اور کانگریس جیسی گھاگ پارٹی اس بیان کی اپنے ذرائع ابلاغ سے خوب تشہیر کراتی مگر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے پاس ایسے ذرائع ابلاغ نہ تھے کہ اس آواز کو پورے ملک کے کونے میں پہنچایا جاتا۔

اب میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے بیان کے نتیجہ میں جو ردعمل ہوا اس کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کروں گا۔ پہلے چند احتجاجی جلسوں کی رپورٹ پیش ہے۔

۲۰۔ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ بروز چہارشنبہ کو بعد نماز عصر جامع مسجد نبی پور ضلع بھروچ (گجرات) میں انجمن اہل سنت وجماعت کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مقامی معزز شخصیت قاضی اسماعیل ولد علی میاں نے فرمائی، صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں موجودہ حالت پر روشنی ڈالی اور ہندوؤں کی گمراہ کن پالیسی کو مفصل طور پر بیان کیا۔ اور کانگریس سے اجتناب کی تنبیہ فرمائی ـــــ ذیل کی تجاویز بھی پیش ہوئیں اور متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

(۱) ـــــ یہ جلسہ گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی وسول نافرمانی میں موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہندوؤں کے ظلم وستم کا خیال کرتے ہوئے گاندھی کی آندھی میں شرکت کرنی مضر وممنوع خیال کرتا ہے۔ اس لئے کانگریس سے مسلمان الگ رہیں، کیونکہ شرع شریف میں یہی حکم ہے۔

(۲) ـــــ یہ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی جو شکم پرور افراد پر مشتمل ہے، اور آج

کل کے گاندھی نما شکلوں کے ہاتھ کا کھلونا بنی ہوئی ہے۔ اس لئے جمعیۃ العلماء کی گمراہ کن پالیسی، جنہوں نے ہندوؤں کے ساتھ اس موقع پر اتحاد کیا، کانگریس اور گاندھی کی تحریک آزادی میں جذب ہوگئے۔ اس کو ہم انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جمعیۃ العلماء مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں مسلمان اس کے تجویز کردہ کسی امر پر اعتماد نہیں کرتے، اس لئے جمعیۃ العلماء کا کوئی کام، اور کوئی تجویز مسلمانان ہندستان کی طرف سے نہیں ہے اس لئے اس کی کسی بھی آواز پر مسلمان لبیک نہ کہیں ـــــ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھا کہ اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے دوسرے لوگوں نے کام کیا۔ اور جلسہ انجمن اہلسنت جو ضلع بھروچ (گجرات) کی نمائندہ جماعت تھی اس کے زیر اہتمام ہوا، اس کے اثرات خود گجرات میں کافی تھے۔ اس تحریک کے داعی اسماعیل ولی بھائی پٹیل تھے۔ کانگریس کی مخالفت، اور جمعیۃ العلماء کے ساتھ مسلمانوں کی بیزاری کو لیکر ۱۹ رمئی ۱۹۳۰ء بوقت شب انجمن غریب نوجوانان اسلام محلہ خواجہ قطب بریلی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان پیمانہ پر جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے مفتی اور شعبہ صحافت کے صدر مولانا ابرار حسن صدیقی نے فرمائی۔

مولانا بخاری شاہ لکھنوی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ آپس میں اتفاق واتحاد اور اتباع سلف صالحین پر قائم رہیں ـــــ جماعت رضائے مصطفےٰ کے مبلغ ومناظر مولانا حشمت علی لکھنوی اس جلسہ کے خصوصی مقرر تھے۔ مولانا حشمت علی لکھنوی نے گاندھی کی نکمین جنگ وسول نافرمانی، کانگریس کی تحریک سے مسلمانوں کو علیحدہ رہنے پر زور مدلل تقریر فرمائی۔ مولانا نے یہ بھی ثابت کیا۔ جمعیت العلماء دہلی، جس کا اجلاس امروہہ کی جامع مسجد میں ہوا جس نے

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی؛ ص ۸، بابت محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ج ۴، ش ۱

جامع مسجد میں پنڈال بنا کر ہندوؤں کو شریک کیا، اور ٹکٹ لگایا ہندؤں
کے لئے اس قدر رعایت کی کہ جلسہ میں ان کا داخلہ مفت کیا، اور غریب
مسلمانوں سے ٹکٹ طلب کیا۔ بہت سے مسلمان بھائی ٹکٹ خریدنے
کے لئے پیسہ نہ ہونے کے سبب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے
گئے۔ کیونکہ جامع مسجد میں ٹکٹ لگا ہوا تھا ـــــ دوسری بات
یہ بھی کہ خانۂ خدا جہاں وحدہٗ لاشریک کا پاک نام پکارا جائے "بندے
ماترم" گاندھی کی جے" جیسے اسلام کش نعرے لگوائے گئے تھے۔
اور جمعیۃ العلماء کے کسی مولوی نے نہ روکا۔ یہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت
نہیں ہے۔ اس نے ہندؤں کو شریک کر کے ایک ایسے خلاف شرع امر کا
ارتکاب کیا جس سے ان کا مذہبی اعتبار و وقار جاتا رہا ـــــ
ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل اور ان پر اعتماد، ان سے اتحاد و اتفاق
ان کو اپنی مسجدوں میں بلانا، ان کو اپنی مجلسوں کا رکن بنانا، شرعاً ناجائز
اور قرآنی نصوص کے خلاف ہے ...... آج گاندھی اور جمعیۃ العلماء
کے مولوی جس آزادی و سول نافرمانی کا شور مچا رہے ہیں۔ وہ حقیقۃً
مسلمانوں کے لئے بربادی و تباہی ہے جمعیۃ العلماء نے ہندوؤں کے
ساتھ اشتراک عمل و سول نافرمانی کی تجویز پاس کر کے مسلمانوں میں
نئے اختلاف کی بنیاد ڈالی، اور خانہ جنگی کی تخم کاری کی ـــــ
بعد تقریر صدر جلسہ مولانا ابرار حسن حامدی صدیقی نے حسب ذیل تجاویز
پیش کیں۔:

(۱) ـــــ یہ جلسہ گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی میں مسلمانوں کی
شرکت کو ان کی مذہبی و اقتصادی زندگی کے لئے انتہائی مضر خیال کرتا ہے۔ اور مسلمانان
ہند کی خدمت میں اپیل کرتا ہے کہ انہیں ایک مرتبہ کے اتحاد سے جو تلخ تجربے ہوئے
ان سے سبق لیں۔ اور گاندھی کی اس تحریک میں ہرگز حصہ نہ لیں۔

(۲) ـــــ یہ جلسہ جمعیۃ العلماء دہلی کے اس رویہ کو کہ اس نے ہندوؤں کے ساتھ
اس موقع پر اتحاد کیا، اور وہ کانگریس اور گاندھی کی تحریک آزادی میں جذب ہوگئی
اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ یہ ہماری نمائندہ جماعت نہیں، مسلمان اس سے علیحدہ
رہیں۔:

آخر میں مسجد نو محلہ بریلی کے امام مولانا محمد جان ناصری۔ رکن جماعت پنجابیان
نے تقریر کی اور انہی کی تقریر پر جلسہ اختتام کو پہنچا ـــــ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ کے نظریات کی تشہیر کے لئے ہندستان میں جگہ جگہ اجلاس
منعقد ہوئے اور جہاں بھی جلسہ ہوا وہاں کے مسلمانوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔
اور ان کے بتائے ہوئے اصول و ضوابط پر عمل بھی کیا۔ یہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے
ہندستان پر سیاسی اثرات ہی تھے۔ کہ اس نے کانگریس اور جمعیۃ العلماء کے
لیڈروں کو ہلا کر رکھ دیا تھا ـــــ پیش کردہ کاروائیوں کے علاوہ اور بھی ہیں، مگر صرف نمونہ
کے طور پر یہ رپوٹیں لکھی گئیں، تاکہ بات باقاعدہ ثبوت کے ساتھ ہو جائے جس میں
پائیداری اور وزن محسوس ہو، اور حقائق کو پھر دوبارہ جھٹلایا نہ جا سکے۔

مسلمان کانگریس سے اجتناب کریں، جماعت کا فتویٰ

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ہمیشہ کانگریس سے دور رہنے کی تاکید کی چونکہ
کانگریس پارٹی مسلمانوں کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں تھی اور اب بھی وہی حال ہے
جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبہ افتاء میں روزانہ درجنوں سوالات آتے اور ان کے جوابات
لکھے جاتے تھے ان میں کا ایک جواب افادۂ عام کے لئے شائع ہوا۔ یہ بات یاد رہے کہ جماعت
رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام ایک دار الافتاء بھی چلتا تھا جس کی تفصیل اپنے مناسب
مقام پر آئے گی ـــــ کانگریس سے متعلق ایک مختصر سے فتویٰ کو ہدیہ ناظرین کیا

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۱۶-۱۷، بابت ۱۹ اور ۲۰ مئی ۱۹۳۰ء [illegible]

جارہا ہے، جس میں مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ مسلمانانِ ہند کانگریس کی شرکت سے اجتناب کریں ——— فتویٰ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ درآں حالیکہ مسلمانانِ ہندستان کے مذہبی اور تمدنی سیاسی حقوق کی حفاظت کی گاندھی یا کانگریس کوئی ذمہ داری نہیں کرتی، اور درآں حالیکہ آزادئ ہند کے نام سے جو تحریک گاندھی نے شروع کی ہے اس کا کوئی نظام اساسی ظاہر نہیں کیا گیا جس سے کہ مسلمانانِ ہند کے مذہبی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ ہو سکے، اور درآں حالیکہ ہندو مہاسبھا" کی ذہنیت اس وقت قطعی مسلمانوں کے مذہبی، اور تمدنی حقوق کو پامال کرنے پر مستعد ہے، اور درآں حالیکہ باوجود مسلمانانِ ہندستان کی خواہش کے کانگریس اور ہندو مہاسبھا مسلمانوں کے ساتھ کوئی سمجھوتا کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں گاندھی کی موجودہ تحریک قانون شکنی میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ شریک ہو کر ان کی تحریک کو قوت پہنچانا جائز ہے یا نہیں ——— اور یہ شرکت مسلمانوں کے حق میں مفید ہے یا مضر، بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمانوں کا گاندھی کی تحریک آزادی میں شرکت کرنا، کانگریس میں جذب ہونا، ہندوؤں کے ساتھ اتحاد و موالات کر کے ان کے ساتھ اشتراک عمل کرنا، شرعاً وعقلاً کسی طرح روا نہیں ——— بلکہ حقیقۃً مسلمانوں کا گاندھی کی اس موجودہ تحریک سول نافرمانی کو قوت پہنچانا ان کی مذہبی، تمدنی، اور معاشرتی زندگی کے لئے ایک مستقل پیام موت ہے۔ مسلمانوں کا یہ خیال کہ اس وقت ان کا کانگریس میں جذب ہونا۔ گاندھی کی اس تحریک آزادی میں شرکت کرنا، ہندوؤں کے قلوب کو مسلمانوں

کی جانب مائل کر دیگا۔ ہندو مسلم دونوں قومیں ایک لفظ، اتحاد پر جمع ہو جائیں گی اور یہ اتحاد مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کے لئے مفید ثابت ہوگا، قطعاً بے معنی اور سراسر باطل ہے ——— اس لئے کہ جب تک ہندو ہندو ہیں اور مسلمان مسلمان۔ ان دونوں کا اتحاد و وداد ناممکن ہے۔ کہ کفر و اسلام دو ضدیں ہیں۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ دو ضدوں کا اجتماع و اتحاد محال ہے۔ تیرہ سو سال سے زائد کے تجربے بتا رہے ہیں۔ کہ جب سے اسلام نے دنیا میں قدم رکھا، اور جس وقت سے کائنات میں مسلمانوں کا وجود ہوا، اس وقت سے لیکر اس وقت تک کفر نے اسلام کو اور کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے میں کوئی کمی نہ کی۔ اور اب بھی کفری طاقتیں جس وقت موقع پائیں گی اسلام و مسلمین کے مٹا ڈالنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں

قرآن پاک کا ارشاد ہے:

یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ[1]

کفار ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور (اسلام) کو اپنے منہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو تمام کرنے والا ہے۔

شریعت کسی وقت مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کی اجازت نہیں دیتی۔ اور مسلمان کسی حال میں ہزار اتحاد کرنے کے بعد بھی ہندوؤں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اس وقت خصوصیت کے ساتھ ہندستان میں ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں کی اقلیت کو میٹ دینا چاہتی ہے۔ ہندو مسلمانوں کے حقوق کو پامال کر ڈالنے میں برابر سرگرم عمل رہے ہیں...... اس وقت مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرنا، کانگریس میں شریک ہونا، اور گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی کو قوت پہنچانا، یقیناً اس کے مرادف ہے۔ کہ مسلمان اپنے ہاتھ سے ایک صیقل کی ہوئی آبدار تلوار ہندوؤں کے ہاتھ میں دے رہے ہیں جس سے ان کی اکثریت مسلم اقلیت کا تسمہ لگا نہ چھوڑے۔ مسلمان اس وقت کو یاد کریں جبکہ اب سے دس سال پہلے ۱۹۲۰ء

---

(۱) القرآن الحکیم

اور ۱۹۲۱ء میں بھی مسٹر گاندھی ہندستان کو آزاد کرانے کے لئے اٹھے تھے۔ اور مسلمانوں کو ہندؤں کے ساتھ اشتراک عمل کی دعوت دی تھی۔ اس وقت مسلمانوں نے ہندؤں کے ساتھ اتحاد و وداد میں کسی طرح کی کمی نہ کی تھی۔

مسلمانوں نے ہندؤں کی خوشنودی اور اتحاد و وداد کو کمال کی انتہائی منزل تک پہنچانے کے لئے عقل کا ساتھ چھوڑ کر، شریعت کے احکام کو پیٹھ دیکر، وہ کون سی نا کردنی تھی۔ جو انہوں نے نہ کی تھی۔ ماتھوں پر قشقے انہوں نے لگوائے۔ مشرکین کی جے انہوں نے پکاری، مشرکوں کو مساجد کے منبروں پر جگہ انہوں نے دی، جمعہ کے خطبہ میں مشرکین کی تعریف انہوں نے کی، مشرک کی ارتھی کو کاندھا انہوں نے دیا۔ اور بہت سی ناکردنی باتیں تھیں، جو ہندؤں کو راضی کرنے کے لئے مسلمانوں نے کیں تھیں۔ مگر بعد کو تجربے نے بتا دیا کہ بغض و عناد کا وہ جذبہ جو ہندؤں کے قلوب میں مسلمانوں کی جانب سے پرورش پا رہا تھا، اس میں ذرہ برابر کمی نہ ہوئی، اور اس نامراد اتحاد کے بعد مسلمانوں کا کانگریس میں جذب ہونا، گاندھی کی انھائی تحریک آزادی میں شریک ہونا، اور ان سے اتحاد و وداد، اور ان پر اعتبار کرنا یقیناً اس کے مرادف ہے۔ کہ مسلمان اپنی مذہبی و قومی، تمدنی و سیاسی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں فنا کر دینا چاہتے ہیں۔

کس قدر ستم ہے کہ مسلمان ان تلخ تجربوں کے بعد بھی اپنے آپ کو اس قوم کی غلامی میں دیدینے کے لئے تیار ہے۔ جو مسلمانوں کے حقوق کو ہمیشہ سے پامال کرتی چلی آرہی ہے۔ اور جسے اب بھی ذرہ برابر ان کے حقوق کا لحاظ نہیں ——— مسلمان خوب یاد رکھیں کہ مشرکین کے ساتھ اتحاد و وداد میں سراسر ضرر و نقصان ہے۔ ہر کافر، ہر مشرک اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کا پکا دشمن ہے۔ ہر کافر، ہر مشرک کے دل میں جب تک کفر و شرک کا عنصر موجود ہے کوئی مسلمان اس سے دینی یا دنیوی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے ساتھ اتحاد و وداد سے بار بار منع فرمایا گیا ——— قال تعالیٰ:

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق (۱)

اے ایمان والو میرے، اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو، اور وہ اس حق سے کفر کر رہے ہیں۔ جو تمہارے پاس آیا۔

دوسری جگہ قرآن کریم نے صاف اور کھلے الفاظ میں فرما دیا کہ جو لوگ اللہ ورسول کے دشمنوں سے کفار و مشرکین سے وداد و اتحاد کریں۔ ان کا اللہ و رسول پر قرآن پر، اور اس کے حکمت بھرے احکام پر ایمان نہیں قال تعالیٰ:

ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء (۲)

اگر ان کا اللہ پر، اور اس کے نبی پر، اور جو اس نبی پر اتارا گیا۔ (یعنی قرآن) پر ایمان ہوتا تو وہ کفار و مشرکین کو دوست نہ بناتے۔

وہ کون سا مسلمان ہے جو قرآن حکیم کے ان ظاہر و باہر ارشادات کو سننے کے بعد بھی ہندؤں سے اتحاد و موالات کی جرأت کرے گا۔ وجہ وہی ہے کہ جو کسی سے دوستی کرتا ہے۔ اس کا اس پر اعتبار ہوتا ہے۔ اور کوئی مشرک اس قابل نہیں۔ کہ اس پر مسلمان اعتبار کریں، اس لئے کہ کافر و مشرک اسلام و مسلمین کا پکا دشمن ہے۔ اور یہ موٹی سی بات ہے کہ ہر وہ انسان جو اپنے دشمن پر اعتبار کرے گا، زبردست نقصان اٹھائے گا۔

لہذا ——— مسلمانوں کو ان کے رحمٰن و رحیم، مالک و خالق نے تنبیہ فرمایا کہ اپنے دشمنوں سے کفار و مشرکین سے علیحدہ رہو۔ ان سے تمہارا اتحاد کرنا تمہارے ضرر کا باعث ہے۔ ——————— مسلمانو!

---

(۱) القرآن الحکیم

(۲) " "

قرآن حکیم کے پیارے پیارے الفاظ سنو ـــــــ قال تعالیٰ

یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون ؁ ـــ (۱)

اے ایمان والو اپنے غیروں سے کسی کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ ان کی دلی تمنا تمہارا مشقت میں پڑنا ہے دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہو چکی۔ اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے، وہ اور بڑی ہے۔ بے شک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں، اگر تمہیں عقل ہو۔

اس آیۃ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان کفار و مشرکین کے ساتھ خواہ کتنا ہی اتحاد و وداد کریں، مگر وہ کفار و مشرکین سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہ مسلمانوں کی بدخواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے، اس لئے کہ ان کی دلی آرزو ہے، کہ مسلمان مشقت میں پڑیں، اور تکلیفوں میں مبتلا ہوں ـــــــ ان قرآنی احکام کو سننے کے بعد بھی اگر مسلمان ہندوں سے اتحاد، اور ان کے ساتھ گاندھی کی اس اٹھائی ہوئی تحریک میں اشتراک عمل کریں، اور اس کی امید کریں کہ کانگریس ان کے حقوق کا لحاظ کریگی۔ اور حصول سوراج ــ (۲) کے بعد حکومت میں انہیں برابر کا حصہ دیگی یہ ان کی انتہائی نادانی ہے۔ مسلمانوں نے ایک مرتبہ ہندؤں کے ساتھ اتحاد کر کے دیکھ لیا، اور اس بدنہاد اتحاد کے جو بدنتائج مسلمانوں کو دیکھنا پڑے ان سے ہر

---

(۱) القرآن الحکیم

(۲) تحریک سوراج کے مفاسد دیکھنے کے لئے ملاحظہ کریں، مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کا رسالہ "سوراج در سوراج" مملوکہ راقم السطور۔ ۱۲، رضوی غفرلہٗ

مسلمان واقف ہے۔ اور ہم بھی ان شاء المولیٰ تعالیٰ آئندہ بشرط ضرورت ان کا تذکرہ کریں گے۔

ان تلخ تجربوں کے بعد اور ان قرآنی احکام کو پشت دیکر کوئی عاقل کانگریس میں شرکت گوارا نہ کرے گا۔ وہ ہندو جنہوں نے ذرا ذرا سی بات پر ایک پیپل کا پتہ ٹوٹ جانے پر مسلمانوں کے خون سے ہندوستان کی زمین کو لالہ زار بنا دیا۔ مساجد کی بے حرمتی کی، قرآن کی توہین سے باک نہ کیا۔ وہ حصول سوراج کے بعد کسی طرح یہ گوارا نہیں کر سکتے، کہ وہ مسلمان جنہیں ہندو صفحۂ دنیا سے حرف مکرر کی طرح محو کر دینا چاہتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندؤں کے دوش بدوش ہو کر رہیں۔ مسلمان خوب یاد رکھیں کہ آج انگریزوں کو ہندوستان سے نکالا جا رہا ہے۔ اور کل حصول راج کے بعد مسلمانوں کی زندگی خطرہ میں ہوگی۔ اور دن رات کے تجربے بتا رہے ہیں کہ مسلمان ہمسایہ قوم کی تاب نہ لا کر ہندوستان سے ہجرت کر جانے پر مجبور ہوں گے۔

لہٰذا ـــــ مسلمانوں پر فرض ہے کہ یہ وہ اس نازک وقت میں شریعت کی آواز سنیں، قرآنی احکام پر عمل کریں، کانگریس کی شرکت سے بچیں اور گاندھی کی اس تحریک میں ہرگز ہرگز کوئی حصہ نہ لیں کہ اس میں ان کے لئے دینی و دنیاوی ہر طرح کی مضرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

ابوالمعالی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری

مفتی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی (۱)

مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی تشدد پسندانہ تھی، جس کے ہمنوا مسلم زعماء بھی تھے۔ انہی نام نہاد مسلم قائدین کی بدولت مسلمانوں کی حمایت حاصل کی، مگر جماعت رضائے مصطفےٰ نے سیاسی اثرات کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر کانگریس

---

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۵ تا ۷، بابت ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ ج ۳، ش ۹

اور اس کی ہمنوا تنظیموں کی کھل کر مخالفت کی، مگر آج مسلمان پھر کانگریس کی گود میں آگیا ہے، اور پرورش پا رہا ہے اگر اس سے اجتناب نہ برتا گیا تو اس کے نتائج نہایت درجہ مہلک ثابت ہوں گے ویسے ہندستان میں مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہے۔ ان سب مصائب سے نپٹنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی زندگی اختیار کی جائے۔ اور اپنی مساجد کو آباد کیا جائے تاکہ کوئی دوسرا مسجد کی طرف آنکھیں نہ اٹھا سکے۔



جماعت رضائے مصطفےٰ

اراکین و معاونین کا تعارف

نواب منشی ہدایت یار خاں رضوی قیس بریلوی

جناب نواب ہدایت یار خاں نوری رضوی بریلی کے محلہ بازواران میں رہتے تھے۔ شہر کے ممتاز اہلِ ثروت میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ عربی فارسی کے ماہر تھے۔ اردو ادب میں اچھا ملکہ حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ارادت رکھتے تھے۔ روزانہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضری دینا آپ کا معمول تھا، امام احمد رضا کے پاس بیٹھتے اور مسائل شرعیہ دریافت کرتے پھر اس کو ذہن نشین کر کے دوسروں کو بتاتے۔ ویسے بھی امام احمد رضا کی مجلس کا ہر فرد اپنی جگہ عالم ہوتا تھا"

"تاحینِ حیات جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے مرکزی صدر رہے۔ سیاسی بصیرت بھی کافی تھی۔ ہندستانی سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان خوبیوں کے باوجود وہ ایک نہایت اہم قسم کے شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری کا آغاز امام احمد رضا کی بارگاہ سے ہوتا ہے۔ نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہیں ہوتا
باعثِ خلق اک دم تمہارا ہے

تم نہ ہوتے نہ ہوتا جہاں روشن
سارے عالم میں جلوہ تمہارا ہے

تشنہ لب ہوں میں سیراب کر دیجئے
حوضِ کوثر پہ قبضہ تمہارا ہے

زائرِ خلد تم کو مبارک ہے
خلد سے بڑھ کے طیبہ پیارا ہے

چاند یوسف کو تو نے لگا ہے ہیں
چشمِ یعقوب کا تو ہی تارا ہے

ذکر تیرا ترے رب نے اونچا کیا
ہاں رفعنا سے یہ آشکارا ہے

فرش تیرے قدم کی بدولت بنا
عرش تیرے قدم نے سنوارا ہے

تجھکو رب نے بنایا جہاں سرور
تیرے در سے جہاں کا گزارا ہے

کون بابِ شفاعت کو کھولے گا
کس کی طاقت ہے یہ کس کا یارا ہے

عرضِ مطلب کروں کیا غرض مجکو
راز تم پر مرا آشکارا ہے

سارے عالم کے دولھا تمہیں تم ہو
سارا عالم براتی تمہارا ہے

بروایت مولانا الحاج الشاہ شوکت حسن خاں رضوی، نیو فیڈرل بی ایریا گلبرگ سوسائٹی کراچی۔

جانِ عیسیٰ ترے صدقے میں جاؤں — دردکا کوئی میرے بھی چارا ہے
تیرے دامن سے امیدیں وابستہ — تو ہی ٹوٹے دلوں کا سہارا ہے
چاندکا دل کیا تونے دو ٹکڑے — تیری انگلی کا ادنیٰ اشارا ہے
رب تمہارا ہے رب کے لئے تم ہو — اور جو کچھ ہے پیار اتمہارا ہے
منزلت تیری خلقت پہ ظاہر ہے — تجھ پہ قرآن حق نے اتارا ہے

قیس کے سارے اعمال ظاہر ہیں
ہاں تمہارے کرم کا سہارا ہے (١)

نواب منشی ہدایت یار خاں بریلی کے مشہور شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ قیس تخلص اختیار کیا۔ مشاعرے میں میدان میں قیس بریلوی کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کی نعتوں میں آسان الفاظ اور متانت پائی جاتی ہے۔ پڑھنے والے پر کوئی بار محسوس نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کسی سے مخاطب ہو کر باتیں کر رہا ہے۔

١٣٤٩ھ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی علالت ایسی ہوئی تھی کہ ایک ماہ گھڑی پر صاحب فراش رہے۔ نقل و حرکت سے بالکل مجبور ہو گئے تھے۔ اچانک مولانا نے فرمایا کہ مسجد جاؤں گا۔ پھر تو عقیدت مندوں میں خوشیاں ہونے لگیں کہ طبیعت اب ٹھیک ہوئی۔ مبارکبادی اور صحت یابی کی ڈالی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئیں۔ اس موقع پر جماعت رضائے مصطفےٰ کے صدر منشی نواب ہدایت یار خاں نے مندرجہ ذیل مبارکبادی کہی:

نوید دل و جان و ایماں مبارک — ہیں شاہ حامد رضا خاں مبارک
ہے سایہ کناں ظلِ سبحاں مبارک — لئے سر پہ رحمت کا ساماں مبارک
ابوبکر و فاروق و عثمان، حیدر — ہیں سایہ فگن شاہِ جیلاں مبارک
یہ سب شاہ برکات کی برکتیں ہیں — کہ گونج اٹھیں شہر کی گلیاں مبارک
تو اچھے کا اچھا ہے جب تو ہے اچھا — تجھے صحت جان و ایماں مبارک
یہ ہے فیض آل رسول احمدی کا — جبیں پر ہے نور درخشاں مبارک

(١) ماہنامہ یادگار رضا بریلی؛ ص ٢٠، بابت رجب المرجب ١٣٤٠ھ / ج ٣ ش ٥

رضا کی رضا جوتیاں کام آئیں — ہو امسند آرائے دوراں مبارک
اعزا ترے شاد و آباد خورم — ترے دشمنوں کو ہو زنداں مبارک
ہمیں مدعائے دلی مل گیا ہے — تمہیں فتح نوشہ علی خاں مبارک

ملے قیس کو غسل صحت کا صدقہ
مرے حامد حامد رضا خاں مبارک (١)

مولانا حبیب احمد مدنی

مولانا حبیب احمد مدنی تعلیم کے حصول کے لئے مدینہ منورہ سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں تشریف لائے۔ چونکہ عرب اور خصوصاً مدینہ منورہ میں امام احمد رضا کا تذکرہ سن رکھا تھا کہ "وہ علم حدیث، تفسیر اور فقہ میں ماہر ہیں۔ اس وقت ان جیسا عالم نہیں" ـــــ علماء کی مجالس میں امام احمد رضا کے اذکار نے ان کو ہندستان آنے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ منورہ سے بریلی کا قصد کر کے جب ہندوستان وارد حال ہوئے تو اس وقت امام احمد رضا کا وصال ہو چکا تھا۔ جب وہ بریلی پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جن کے لئے یہاں آئے ہیں وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر ان کے صاحبزادگان اور تلامذہ اور خلفاء اپنے اپنے عہد کے یگانۂ روزگار ہیں۔ مولانا حبیب احمد مدنی کو صرف تکمیل حدیث و فقہ کرنی تھی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی خدمت میں رہ کر تکمیل حدیث کی سند حاصل فرمائی، مولانا مدنی کے ہم سبق دوست مولانا ابرار حسن صدیقی بھی اس زمانے میں مولانا حامد رضا بریلوی سے سبق لے رہے تھے۔ دونوں کے باہم ملاپ سے مولانا مدنی کی اردو درست ہو گئی۔ اور آگے چل کر انشا پرواز ادیب کہلائے (٢) دار العلوم منظر اسلام کے بعد مولانا صدیقی کی وجہ سے وہ تلہر ضلع شاہجہانپور چلے گئے۔ وہاں پر کافی دنوں قیام پذیر رہ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

دورانِ قیام تلہر کچھ اردو میں مضامین لکھنے کی شروعات کی، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا نوازا کہ جماعت رضائے مصطفےٰ نے مولانا مدنی کو اپنے "شعبہ صحافت" میں رکھا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ

(١) ماہنامہ یادگار رضا بریلی؛ ص ١٠، بابت صفر المظفر ١٣٤٨ھ
(٢) بروایت مولانا زبیر احمد رضوی تلہر قصبہ ضلع شاہجہانپور

میں آنے کے بعد ہر ماہ مضامین لکھتے' اور پروف ریڈنگ کا کام زیادہ تر انجام دیتے رہے۔ مولانا صدیقی کی ہمراہی نے ایک شاندار ادیب بنا دیا۔ اپنے مضامین کی اصلاح' مولانا صدیقی سے کراتے تھے

۱۳۳۹ھ میں مولانا حامد رضا کی طبیعت سخت خراب ہوئی' اور کئی دن ہسپتال میں رہنا پڑا' اور ڈاکٹر کے مشورے سے آپریشن کرایا گیا۔ مولانا مدنی نے مولانا حامد رضا کی صحت و سلامتی کے لئے ایک دعائیہ نظم تحریر فرمائی ——— اس نظم کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ مولانا حامد رضا خاں سے بہت زیادہ محبت و عقیدت رکھتے تھے اور کیوں نہ محبت ہوتی کہ وہ ان کے عربی استاد تھے ——— دعائیہ نظم:

دیں کے پیشوا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارث مصطفےٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نائب مرتضےٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جانِ احمد رضا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نیش سرطاں کاٹ جائے نام اور پتا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
آئے طیبہ سے ایسی نسیم شفا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بزم رضوی رہے تیرا روشن دیا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
دشمنان نبی دیکھیں نیچا سدا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
باغِ جنت رہے یوں ہی پھولا پھلا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پار بیڑا ہو دریائے غم سے مرا! — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وہ مبارک گھڑی جلد سب کو دکھا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیری رحمت سے ہم کو یہ ہے آسرا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
گڑگڑا کر ترے آگے ہے التجا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
صدقہ عیسیٰ نفس پیارے محبوب کا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

بہرِ صدیق اور رفیقِ حرا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے فاروق عثمان امام ورِیٰ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر مولیٰ علی شاہ ملک ولا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے خیرہ خیر النسا سیدہ فاطمہ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر حسنین جان و دل مصطفےٰ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے غوث ورِیٰ محی دین ہدیٰ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سنیو! آؤ دل کر کہیں رملا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
خیریت سے رہیں مصطفےٰ رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

اے حبیب اپنی سرلو دل سے دعا
اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا[۱]

باقی حالات کا علم نہ ہو سکا، آخری عمر میں وہ طہرہی تشریف لے گئے۔ اس کے بعد وہ کیا مدینہ منورہ واپس چلے گئے یا نہیں؟ کچھ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

مولانا سید محمد آصف کانپوری

مولانا سید محمد آصف علی کانپور کے باشندے تھے۔ علماء کانپور میں آپکا شمار ہوتا ہے ——— مولانا کانپوری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے گہری عقیدت رکھتے تھے کانپور میں تحریک اصلاح ندوہ کے مفید اجلاس کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے انتھک کوششیں کیں۔ اور امام احمد رضا کے نظریات و افکار کی حمایت میں سرگرم رہے۔

آپ خود بھی عالم تھے' کانپور میں آپ کی حیثیت مرجع کی تھی۔ اہم مسائل شرعیہ کے لئے امام احمد رضا کے دارالافتاء سے رجوع کیا کرتے۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ مجلدات میں آپ کے متفرق

[۱] ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۱۵، ۱۶ بابت صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

سوالات کافی تعداد میں ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں دو استفتا موجود ہیں۔ پہلا سوال ۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو لکھا گیا۔[1] اور دوسرا سوال ۱۳؍ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو لکھا گیا۔[2] ان دونوں سوالات کے جوابات خود امام احمد رضا نے تحریر فرمائے ہیں۔ مزید دیکھنے سے اور بھی مولانا کانپوری کے استفتا مل سکتے ہیں۔ مولانا سید محمد آصف ضلع کانپور میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی خاص کر نمائندہ تھے۔ مولانا شہر میں بھی مقبول و محبوب تھے۔ اپنے زیر اثر احباب سے جماعت مبارکہ کا کافی تعاون کراتے اور بذات خود بھی حصہ لیتے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے ہر آڑے موقع پر آپ نے مالی بار برداشت کیا، اور اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نظر آئے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کا ترجمان ماہنامہ یادگار رضا بریلی کی خریداری اور اشاعت میں حصہ لیا۔ اسی بنیاد پر ایڈیٹر رسالہ نے شکریہ ادا کیا تھا۔(۳)

مولانا محمد احمد خاں، بی' اے شاہجہان پوری

مولانا مولوی محمد احمد خاں، جماعت رضائے مصطفےٰ کے صحافتی اور نشریاتی ادارے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ خود اپنے وطن شاہجہان پور میں رہ کر یہ خدمت بے لوث انجام دیا کرتے تھے نہایت ذہین و فطین اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم سے بہرہ مند تھے۔ مولانا محمد احمد شاہجہانپوری نے پہلے دینی علوم حاصل کئے، پھر بی' اے کیا' پھر ایل۔ ایل۔ بی کر کے وکالت کرنے لگے۔ شاہجہانپور میں اچھے وکلا میں شمار ہوتا تھا۔

۱۹۲۲ء جب ہندستان میں آریہ سماج نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی مہم چلا رکھی تھی، اور اس وقت ہندستان آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے صرف تن تنہا جماعت رضائے مصطفےٰ میدان عمل میں تھی۔ تحریک شدھی کی ابتدا سوامی دیانند سرسوتی کی گندی و گھنونی کتاب "ستیارتھ پرکاش" سے ہوئی۔ اسلام اور اہل اسلام کی

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ ص ۷۷، ج ۵ م، رضا اکیڈمی بمبئی
(۲) احمد رضا بریلوی، امام: ص ۹۱۰، ج ۵
(۳) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۵، بابت ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

تصویر کو مسخ کر کے پیش کیا گیا۔ اور حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔

"ستیارتھ پرکاش" کا جواب لکھنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ نے مولانا محمد احمد خاں شاہجہانپوری کی خدمات حاصل کیں۔ مولانا اس کا تحقیقی تنقیدی جائزہ لے کر قسط وار جواب ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں شائع کراتے رہے۔ "ستیارتھ پرکاش ایک تنقیدی نظر" کے عنوان سے پوری کتاب کا رد شائع ہوتا رہا۔ پہلی قسط جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ میں شائع ہوئی۔ پھر یہ سلسلہ مستقلاً چلتا رہا۔ راقم السطور کے پیش نظر اس وقت دس قسطیں ہیں۔ میرے خیال سے یہ سلسلہ کافی مہینوں تک چلا ہوگا۔

نواب وحید احمد خاں رضوی بریلوی

مولوی نواب وحید احمد خاں رضوی' بریلی میں محلہ گلگھر کے رہنے والے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بیعت ارادت رکھتے تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی "مجلس شوریٰ" کے ممبر اور ناظم جماعت تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کو جن لوگوں نے متحرک کیا ان میں خاص طور سے آپکا نام بھی شامل ہے۔ مالی تعاون ہر موقع پر کیا۔ انتہائی درجے کے قابل اور باصلاحیت آدمی تھے۔

آپ کا پیشہ وکالت تھا۔ آپ نے ایم' اے اور ایل' ایل' بی کی بھی ڈگری حاصل کی۔

نواب وحید احمد خاں رضوی علم ہندسہ کے ماہر تھے، جماعت رضائے مصطفےٰ اور دار العلوم منظر اسلام کے رمضان کے پوسٹروں کی تاریخیں اور اوقات سحر و افطار آپ استخراج کرتے تھے۔ ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں ہر مہینے کے اوقات نماز شہر بریلی کے لئے استخراج کرتے اور وہ شائع ہوتے تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے تبلیغی دورے میں کبھی کبھی تشریف لے جاتے مسائل دینیہ میں کافی درک رکھتے تھے۔

مولانا غلام قطب الدین برہمچاری

سہیل ہند مولانا غلام قطب الدین سہسوان ضلع بدایوں کے رہنے والے تھے۔ آپ

نے جوانی کے عالم میں اسلام قبول کیا' اور اسلام قبول کرتے وقت یہ عہد کر لیا تھا کہ اسلام کی اشاعت میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔ آپ نے داخل اسلام ہونے کے بعد اسلامی اصولوں کی تعلیم حاصل کی۔ جب کہ وید کے حافظ تھے۔ سنسکرت وید' رگ وید' یجروید آپ ایسی روانی سے پڑھتے تھے کہ کوئی پنڈت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تحریک انسداد شدھی کے دوران حلقہ اشاعت الحق جو جماعت رضائے مصطفےٰ کا ایک درجہ تھا' اس کا ناظم اعلیٰ آپ کو بنا دیا گیا۔ آپ کے ہاتھوں پر بکثرت غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا برہمچاری امام احمد رضا سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ اس بات پر فکر مند رہتے کہ اسلام جیسے پاک مذہب میں طرح طرح کے فرقے کیوں ہوتے ہیں۔ اب اگر ہو گئے ہیں تو ان میں اتحاد پیدا کر کے اسلام کی تبلیغ کرنی چاہئے۔ اور اس پر بھی فکر تھی کہ مسلمان عالم دوغلی پالیسی کیوں اختیار کرتا ہے۔

۱۳۳۰ھ میں مراد آباد سے بریلی تشریف لائے۔ یہاں آنے پر لوگوں نے جگہ جگہ جلسے منعقد کئے۔ چونکہ مولانا آریہ اور اسلام کا زیادہ تر تقابل پیش کرتے تھے۔ تقریریں لوگ بہت پسند کرتے تھے۔ اسی دوران ان کا مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی لیٰسین خام سرائی سے مراسلت ہوئی۔ مولانا برہمچاری نے مولوی تھانوی کے کسی فتویٰ کو لے کر یہ لکھا کہ:

آریہ اور عیسائی اسلام کے کس قدر سخت دشمن ہیں۔ رات دن مسلمانوں کو آریہ اور عیسائی بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ چنانچہ بہت مقاموں پر مسلمانوں کو آریہ اور عیسائی بنا ڈالا۔ مولانا تھانوی صاحب اس بات کا جواب دیں کہ انہوں نے آریوں کے رد میں کتنی کتابیں لکھیں۔ کتنے مناظرے کئے۔ ستیارتھ پرکاش جیسی زہر بھری کتاب جس میں منھ بھر بھر کر اسلام و قرآن' خدا اور رسول کو گالیاں دی گئی ہیں' مولانا تھانوی نے اس کا کوئی رد' کوئی جواب لکھا —— عیسائی صدہا رسالے اسلام و قرآن کی توہین میں چھاپے' دیوبندی پارٹی نے کسی ایک یا دو رسالے کا جواب شائع کیا؟ —— اور اسلام اور مسلمانوں ہی پر تقریروں کے تیر چلاتے رہے۔ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بناتے رہے۔ (۱)

(۱) غلام قطب الدین برہمچاری' مولانا: دیوبند کی شوخی دیانند کی شیخی' ص ۲-۳' م' نادری پریس بریلی

بریلی شہر میں مولانا برہمچاری کے وعظ بڑے دھوم دھام سے ہوتے۔ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کو محلہ بانس منڈی میں شیخ عبدالغنی کے یہاں تقریر ہوئی' وہیں پر وعظ سے قبل مولوی لیٰسین خام سرائی کا ایک خط آیا۔ پھر تبادلے میں دوسرا خط گیا۔ اس خط میں مولانا نے خام سرائی کی اردو غلطیوں کی گرفت کی جس کے نتیجے میں انھوں نے خطوط لکھنے کے لئے مولوی روشن علی خام سرائی کو سپرد کر دیا۔ آخر کار یہ جانبین سے تحریری مناظرہ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ کو ختم ہوا۔ مولانا برہمچاری کے آخری خط پر بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ چونکہ مولانا نے کچھ ایسے سخت قسم کے سوالات کئے تھے جس کا جواب وہ پورا توڑ ملا کر دیتا تو بھی بند دے سکتا سوائے اس کے کہ خاموشی اختیار کی جائے' اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (۱)

تقریری جلسوں سے آپ کو فرصت نہیں ملتی تھی' ہندوؤں اور وہابیوں کے لئے ان کی للکار سے بھاگنا دوبھر تھا۔ پھر اشاعت الحق کے نام سے ادارہ قائم کیا جو جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام کر دیا۔ خود اس کے ناظم اعلیٰ رہے۔

مولانا غلام قطب الدین برہمچاری نے بریلی میں آریہ سماج کی دھجیاں بکھیر دیں' اس کے نتیجے میں دفتر آریہ دھرم پرچارنی سبھا محلہ بہاری پور بریلی کے سکریٹری نے مولانا کے نام ایک خط لکھا کہ:

"جناب من نمستے (۹) —— آریہ دھرم پرچارنی سبھا بریلی نے اپنے سالانہ جلسے کے موقع پر امسال بھی حسب معمول حق و ناحق کی تحقیق کرنے کی غرض سے اخلاص و محبت کے ساتھ مباحثہ کرنا تجویز کیا ہے جیسا کہ نوٹس منسلکہ سے جناب پر روشن ہو گا۔ لہٰذا گزارش خدمت والا میں یہ ہے کہ براہ کرم تحریر فرمایئے کہ کس مضمون پر جناب مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ دیگر شرائط مباحثہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء تک طے کئے جا سکتے ہیں' جواب سے جلد سرفراز فرمایئے۔ نیاز مند' سکریٹری آریہ سبھا بریلی

اس خط میں جو ذکر کیا ہے کہ ایک نوٹس منسلک ہے وہ یہ ہے جس کے سرے پر "اوم" - "اتحاد" لکھا ہوا پھر مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے:

آج کل چاروں طرف سے اتحادی آواز کی جا رہی ہے۔ لیکن غور طلب امر

(۱) ان مراسلات کی تفصیل "دیوبند کی شوخی دیانند کی شیخی" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے ۷ رضوی غفرلہ

یہ ہے کہ نااتفاقی کا سبب ہندوستان میں خاص کر مذاہب کی تفریق ہے۔ اس لئے اگر ہمیں اتحاد کی خواہش ہے تو مذاہب کی تفریق کو دور کرنا پڑے گا۔.... حقیقی اتحاد اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ آپس میں نہایت محبت کے ساتھ حق و ناحق کی جانچ کریں۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے آریہ دھرم پرچارنی سبھا نے اپنا سالانہ جلسہ ۸ نومبر تا ۱۰ نومبر ۱۹۲۰ منعقد کرنا تجویز کیا ہے۔ جملہ مذاہب کے پیرو سناتن دھرمی (عیسائی و مسلمان) صاحبان کو شرکت کے لئے نہایت خلوص قلب کے ساتھ دعوت دیتی ہے کہ وہ مقررہ تاریخ پر تشریف لاکر حق اور ناحق کا فیصلہ کرتے ہوئے حقیقی اتحاد اور محبت کا مظاہرہ کریں۔ مسلمان و عیسائی کے مضامین الہام، نجات، تناسخ، روح و مادہ کی قدامت اور دیگر مضامین پر بحث ہو سکتی ہے۔

مولانا برہمچاری نے جواب دیا:

مہاشے ستیہ پال جی منتری آریہ دھرم پرچارنی سبھا بریلی ——————

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

آپ کے مطبوعہ نوٹس کا جواب مطبوعہ بھیجا جاتا ہے۔ آپ کے جواب کا انتظار ہے —— میں ہوں آپ کا کرپا ابھاشی: پردیسی جی برہمچاری خادم حلقہ اشاعت الحق اہل سنّت

مولانا کا مطبوعہ خط "مناظرہ کا چیلنج" کے عنوان سے تھا۔ اس کے بعض اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔ اس تفصیلی خط میں مولانا نے آریہ کا چیلنج مناظرہ قبول کر لیا تھا۔

اتحاد کے عنوان سے آریہ دھرم پرچارنی سبھا بریلی کی طرف سے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج چھاپ کر دیا گیا ہے۔ اور ہمارے پاس خصوصیت کے ساتھ سبھا مذکور کی طرف سے ایک رقعے کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اس چیلنج میں ظاہر کیا گیا ہے کہ فرضی اتحاد کی پکار بے کار ہے۔ حقیقی اتحاد حق و ناحق کا فیصلہ کرنے پر موقوف ہے۔ لہذا مناظرہ ہونا چاہئے، یہ سبھا اپنے سالانہ جلسے کے موقع

پر مسلمانوں کو اعتراض پیش کرنے کے لئے ۸ نومبر ۱۹۲۰ء کا دن نذر کرتی ہے۔ اور الہام، نجات، تناسخ، روح و مادہ کی قدامت، مضامین زیر بحث قرار دیتی ہے۔ اور اہم شرائط گفتگو طے کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ ہم مذکورہ بالا تمام باتوں کو منظور کرتے ہوئے صرف اس قدر گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ مباحثے کے لئے اتنا وقت تجویز کیا جائے جتنا اس کے لئے درکار ہے۔ اور فریقین اس وقت تک مناظرے سے نہ اٹھیں جب تک کہ حق و ناحق کا فیصلہ نہ ہو جائے، جو اس مناظرے کا مقصود بتایا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آریہ صاحبان اپنی پوری طاقت جمع کر لیں، اور بڑے بڑے ذی علم اور واقف مذہب پنڈتوں کو جمع کر لیں تاکہ یہ عذر نہ رہے کہ ہم سے نہ ہو سکا فلاں صاحب ہوتے تو جواب دیتے وغیرہ۔ (۱)

جانبین سے خط و کتابت ہوتی رہی، اور آخر میں ستیہ پال منتری آریہ سبھا بوکھلا کر خاموش بیٹھ گئے حق کی دعوت دینے والے نے چپی سادھ لی، اور مولانا کا آخری خط ۵ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ کو گیا، جس پر خاموشی کے علاوہ اور کچھ نہ بن پڑا۔ مولانا نے ایک پوسٹر بھی شائع کیا جس کا جواب طلب کیا گیا تھا، مگر اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔

مولانا غلام قطب الدین برہمچاری کا اہم مشن تھا کہ دیگر مقامات میں جاکر اسلام کی تبلیغ کریں، جس کے نتیجے میں ہر کسی سے مناظرہ کرنا پڑتا تھا۔ جھانسی میں آریہ سے مقابلہ ہوا، ضلع جالون، الہ آباد، پانی پت، کرنال، پٹنہ، فتحپور، کانپور، محمد طلاق مل ضلع بدایوں وغیرہ میں آریہ، ہندوؤں سے مناظرے ہوئے۔ کلمۂ حق بلند کرنے والے مولانا برہمچاری کی ہر جگہ فتح ہوئی۔ ہنڈی میں پنڈت بھوجدے مناظرے کا میدان چھوڑ کر بھاگے، اور فحش گوئی پر ایک ماہ جیل میں بھی رہے۔ ان مناظروں میں بہت سے آریوں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا برہمچاری نے صرف اسلام کی حقانیت اور آریوں کے رد میں ۴۴ رسالے تصنیف فرمائے۔ کچھ کے نام اس طرح ہیں۔ (۱) وید کا بھید (۲) ترک موالات (۳) دربار سید الابرار (۴) دیوبندی کی شوخی، دیانند کی شیخی (۵) ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار وغیرہ —— مولانا

(۱) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا: دیوبند کی شوخی دیانند کی شیخی، ص ۱۲، ۱۳

کو شاعری سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی، انگران نظموں میں بھی آریہ کا رد کیا ہے۔ اور کچھ نعتیں بھی کہی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

رسولِ خدا شان اعلیٰ تمہاری — شفیع الوریٰ شان اعلیٰ تمہاری
شہ انبیا شان اعلیٰ تمہاری — مرے مصطفےٰ شان اعلیٰ تمہاری۔

حبیب خدا اشرف الانبیا ہو
رؤف الرحیم اور مشکل کشا ہو

نبی کی محبت ہے دین اور ایمان — نبی کی اطاعت ہے مرضی رحمان
نبی کے لئے صاف کہتا ہے قرآن — جو عاشق ہے ان کا وہی ہے مسلمان

فدائے محمد جو انسان نہیں ہے
خدا کی قسم وہ مسلمان نہیں ہے (۱)

الٰہی کیا غضب ہے کیا ستم ہے کیا قیامت ہے — جسے دیکھو اسے اسلام سے ضد ہے عداوت ہے
ادھر ہیں اتحاد باہمی کے رات دن چرچے — ادھر مذہب مٹانے کی نئی ہی ایک صورت ہے
یہ کیا اندھیر ہے ایمان اور قرآن والوں میں — یہ کیسی بزدلی ہے مومنوں میں کیسی غفلت ہے
مسلمانوں کی آنکھیں کھول اپنے فضل سے مولیٰ — سہیل راز ہاں ناگفتہ بہ اب انکی حالت ہے (۲)

مہاشے جی تمہارے پاؤں میں یا سر میں چکر ہے — دیا اندھا ہوا یہ آپ کا پیارے مقدر ہے
جسے آواگون کہتے ہیں وہ اک ایسا دفتر ہے — کہ جس کے سامنے گھوڑا گدھا ہر اک برابر ہے
عجب اندھیر ہے آواگون کا آریو جس میں — کبھی حیوان انسان ہے کبھی انسان بندر ہے
یہی منشا ہے اس قانون بے اصل کا سن لیجئے — جو بیٹا تھا کبھی اپنا وہی اس وقت فادر ہے

---

(۱) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا، دربار سید الابرار ص ۳، ۴۔ م، مطبع رفاہ عام گورکھپور
(۲) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا، ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار ص ۱۲، م، آگرہ ۱۳۳۱ھ

بچن پردیسی جی کا ستیہ مانو اب مہاشے جی — کرو توبہ ڈرو رب سے تمہارے سر میں چکر ہے (۱)

مولانا برہمچاری نے اسلام کی تبلیغ کے لئے زیادہ تر زندگی غیر مسلموں میں گزاری، ان کا مقابلہ خاص کر آریہ سماجیوں، بدھوں سے رہتا تھا۔ آپ نے بھجن بھی خوب لکھے ہیں، جس میں آریہ کو ہاتھوں ہاتھ لے کر انہی کے ماننے والوں کو دعوت اسلام پیش کی ہے۔ مولانا ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ حکمت وطبابت کا بھی کام انجام دیتے تھے۔ ایک اچھے اور ماہر طبیب تھے۔ جگہ جگہ اپنی حکمت کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کو جاری رکھتے تھے۔ تقریری پروگرام میں جہاں جاتے تو کچھ دنوں وہاں قیام کر کے اسلام کی آواز کو حکمت کے ذریعے بھی پھیلاتے۔ جب آپ جونپور تشریف لے گئے تو ایک اعلان جاری ہوا کہ:

> مولانا برہمچاری صاحب... کو جونپور تشریف لائے ہوئے عرصہ ایک ہفتے کا گزر گیا، اور اس قلیل وقت میں آپ نے سیکڑوں مریضوں کو جو علاج کرکے مایوس ہو چکے تھے بہ وسیلہ آیات قرآن، چشم زدن میں اچھا کیا۔ لہٰذا یہ نوٹس میں اپنی طرف سے بغرض استفادہ عام درج کرتا ہوں کہ جن صاحب کو ضرورت علاج کی ہو، وہ مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوں
>
> منجانب، منیجر مطبع آگرہ اخبار نئی بستی آگرہ (۲)

مولانا غلام قطب الدین برہمچاری آریہ کے مناظرے سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ کہیں بھی کسی نے کہہ دیا کہ فلاں جگہ آریوں سے مناظرہ کرنا ہے فوراً تیار ہو جاتے تھے۔ کثرت مناظرہ کے پروگرام کی وجہ سے انہیں یہ اعلان کرنا پڑا:

> جو صاحب بغرض مناظرہ ومباحثہ آریہ سماج یا بغرض وعظ بلانا چاہیں، ان کو چاہیے کہ کم از کم پندرہ یوم قبل اطلاع دیں۔ (۳)

مولانا برہمچاری نے "دافع البلاء وجہ بلی" کے نام سے محلہ بانس منڈی بریلی میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا

---

(۱) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا: وید کا بھید ص ۷، م، آگرہ اخبار نئی بستی آگرہ
(۲) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا: وید کا بھید ص ۸
(۳) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا: وید کا بھید ص ۸

جس کے ناظم خود تھے۔ مدرسہ کا اعلان ان الفاظ سے شائع کیا گیا:

مدرسہ دافع البلاء بانس منڈی بریلی جاری ہوگیا ہے۔ قرآن شریف، اردو، دینیات کی تعلیم خاص انتظام سے ہوتی ہے۔ وعظ اور مناظرہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ نومسلموں کی رہائش اور پرورش کا بھی کافی انتظام ہے

مخالفین اسلام کا جواب دینا، مباحثہ مہذب طریقے سے کرنا، مدرسہ قائم کرنا حلقہ اشاعت الحق سے متعلق ہے۔ عمل پاک سے بیماریوں کا علاج کرنا، وعظ کہنا، مسلمانوں کو تلقین کرنا، غرضیکہ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی خدمت کرنا یہ سب حلقہ اشاعت الحق کے ذمے ہیں۔ (۱)

مدرسہ دافع البلاء بریلی سے مولانا عزیز عالم، مولانا مشتاق حسین، لیاقت حسین نجم الہند، شیخ محمد قمرالدین چشتی معروف بہ "یوگی جی" فیض آبادی وغیرہ نے فراغت حاصل کرکے آریوں کو چیلنج کئے، مگر کسی میں دم خم نہ ہونے پر خاموشی اختیار کی۔ غالباً مولانا کا انتقال بدایوں شریف میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا ابوالفرح محمد علی حامدی آنولوی

آنولہ ضلع بریلی کا اہم قصبہ اور تحصیل ہے۔ وہاں پر نوابوں کی کثرت تاریخ سے ثابت ہے۔ امام احمد رضا کے ہم عصر حافظ بخش آنولوی بھی وہیں کے رہنے والے تھے۔ جو غالباً مفتی نقی علی بریلوی کے شاگرد تھے۔ (۲)

مولانا محمد علی آنولہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حامد رضا بریلوی کے خاص شاگردوں اور تربیت یافتہ حضرات میں سے تھے۔ مولانا کا بیان ہے: "جب میں حفظ قرآن اور ابتدائی اردو فارسی

(۱) غلام قطب الدین برہمچاری، مولانا، دیوبندی کی شوخی دیانتداری کی بیخ کنی۔ ص ۲۰، م: مطبع نادری بریلی

(۲) حافظ بخش آنولوی نے اہل سنت اور وہابیہ کی ابتدائی بحث جس کے نتیجے میں آج سواد اعظم تقسیم ہوا، اس کی پوری تفصیلات اور مناظرے و مباحثہ "تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال" نامی کتاب میں جمع کردیئے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ راقم السطور کی تصنیف "مولانا نقی علی بریلوی"۔

کتابوں سے فارغ ہوا تو میرے والد صاحب نے بریلی شریف کے مدرسے میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ حضرت فاضل بریلوی کا آخری زمانہ حیات تھا۔ جب والد صاحب بریلی پہنچے تو براہ راست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے نہایت شفقت و محبت کا اظہار فرمایا اور میرا نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا "محمد علی"۔ نام سن کر بہت دعائیں دیں۔ اور حضرت مولانا حامد رضا خاں کو بلوایا، اور ان کے سپرد کیا کہ:

یہ تمہارے ایڈیٹر محمد علی ہیں، ان کی تعلیم و تربیت کرو۔

مولانا محمد علی فرماتے ہیں: "حضرت مولانا حامد رضا خاں کی نہایت درجہ شفقت و محبت میرے حال پر رہی۔ ان کے حسن تربیت کا فیض ہے کہ میں بریلی سے فارغ ہوا۔ جب رسالہ یادگار رضا کا اجرا ہوا تو مجھے ایڈیٹر مقرر کیا گیا ——— اس موقع پر حضرت مولانا حامد رضا نے فرمایا،

ان کو تو۔ اعلیٰ حضرت ایڈیٹر فرماگئے ہیں۔ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ کا ترجمان ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا ایڈیٹر مولانا کو کس سنہ میں بنایا اور کب تک اس عہدہ پر فائز رہے؟ ——— اس جواب سے سارے تذکرے خاموش ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس وقت راقم کے پیش نظر کچھ شمارے ایسے ہیں جن پر آپ کا نام بحیثیت نائب ایڈیٹر رقم ہے ——— مولانا نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے "شعبہ صحافت" سے تعلق ہونے کے باوجود بعض اوقات دارالافتاء میں بھی تشریف رکھتے تھے۔ اور فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے۔

مولانا محمد علی آنولوی کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا سے خلافت و تلمذ کا شرف حاصل تھا۔

حافظ دل محمد حامدی رضوی ہوڑہ

حافظ دل محمد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کے مرید تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ

(۱) محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، سالنامہ معارف رضا کراچی، ص ۱۱۲: ۱۹۸۲ء/ ۱۴۰۳ھ

کے ترجمان ماہنامہ یادگار رضا بریلی محرم ۱۳۴۰ھ میں سخت مالی خسارے سے دوچار ہوا، اور اپنے متعدد شماروں میں اس کی وجوہات لکھیں، اور اس مالی خسارے سے نپٹنے کے لئے اپنے مخلص واحباب کو اس طرح متوجہ کیا۔ تو اس وقت حافظ دل محمد حامدی نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ہوڑہ میں بہت سے دوست احباب کو اس کی ممبر شپ میں داخل کر دیا۔ ان کی جدوجہد سے ماہنامہ یادگار رضا بریلی کے کچھ حالات معمول پر آئے۔ (۱)

آپ جماعت رضائے مصطفےٰ کے سرگرم رکن تھے۔ اس نے تبلیغی واشاعتی کاموں کو ہوڑہ میں پروان چڑھایا، اور اس کی ایک شاخ بھی قائم کی، اگرچہ وہ زیادہ دنوں تک کام انجام نہ دے سکی۔ رجب المرجب ۱۳۴۰ھ میں حافظ دل محمد صاحب کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کی خبر جب دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں موصول ہوئی تو ایصال ثواب کا اہتمام کر کے اس طرح سے تعزیت پیش کی،

> یہ معلوم کر کے کہ جناب حافظ دل محمد حامدی ہوڑوی کی ہمشیر نے صرف چار دن علیل اور صاحب فراش رہ کر اپنے دو لخت جگر کمسن بچوں کو چھوڑ کر اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کی، بہیں قلبی صدمہ ہوا، اطلاع کے موصول ہونے پر دفتر جماعت مبارکہ میں مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی، اور ہم اس وقت بھی دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ اور ان کے اعزہ خصوصاً حافظ دل محمد صاحب کو توفیق صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحومہ کے دونوں بچوں کو اپنے دامن عافیت میں ہمیشہ خوش وخرم رکھے، آمین (۲)

محب سنت سیٹھ عبد الستار اسمٰعیل رضوی، رنگون

سیٹھ عبد الستار رضوی سیٹھ محمد اسمٰعیل رضوی کاٹھیاواڑی کے فرزند تھے۔ باپ بیٹے کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے بیعت وارادت کا شرف حاصل تھا۔ آپ دین کے

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۵، بابت ربیع الاول ۱۳۴۰ھ / عید سعید نمبر، ج ۲، ش ۱

(۲) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۱۳، بابت رجب المرجب ۱۳۴۰ھ، ج ۲، ش ۵

پے فدائی، ایمان وسنت کے حقیقی شیدائی تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں امام اہلسنت مولوی اشرف علی تھانوی رنگون دربار میں پہنچے تو آپ نے مولوی تھانوی کو ایسی شکست فاش دی کہ تھانوی صاحب کو سر پہ پیر رکھ کر بھاگتے ہی بن پڑی۔ سیٹھ عبد الستار کی اس کامیابی پر امام احمد رضا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہ انھوں نے رنگون کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی "فراردہندہ تھانوی از رنگون" کا مقدس لقب عطا فرمایا۔ سیٹھ عبد الستار کاٹھیاواڑ (گجرات) کے رہنے والے تھے، مگر تجارت کے سلسلے میں زیادہ تر اوقات رنگون میں گزرتے تھے۔ وہ اپنے پیرومرشد کے جاں نثار مرید تھے۔ اپنی حیات تک جماعت رضائے مصطفےٰ کے مربی ومعاون رہے ان کے انتقال پر جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس طرح اپنے غم ودکھ کا اظہار کیا ہے:

> جماعت کی کثیر امیدیں آپ کے دامن ہمت سے وابستہ تھیں۔ اور اگر مرحوم کی حیات وفا کرتی، اور خدا چاہتا تو مرحوم بھی بہت کچھ جماعت کی خدمت کرتے مگر ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن ——— جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یکایک مرحوم داعی قضا کو لبیک کہہ کر آمادہ سفر ملک آخرت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ... ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور کامل رضائے مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والثنا ان کو اور ہم کو اور تمام اہل سنت کو بہرہ اندوز فرمائے، اور مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے اور اسلام وسنت کو ان کا نعم البدل دے آمین (۱)

حاجی سیٹھ موسیٰ سلیمان رضوی جام جودھپوری

حاجی موسیٰ سلیمان رضوی سیٹھ عبد الستار اسمٰعیل کے لڑکے تھے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد اپنے والد کی جگہ پر جماعت رضائے مصطفےٰ کی سرپرستی قبول کر کے اس کا تعاون کرتے رہے۔ مولانا محمود خاں رضوی جام جودھپوری کی کوششوں سے گجرات کے علاقے میں جماعت

(۱) ایوب علی رضوی، سید، مولانا، روداد جماعت رضائے مصطفےٰ سال اول ۱۳۴۰ھ ص ۲۶، ۲۷

رضائے مصطفےٰ کے ممبران واراکین کافی تعداد میں ہوگئے تھے۔ آپ کے والد کے انتقال کے بعد مولانا محمود جان رضوی کے راغب کرنے پر جماعت کے اصولوں ضوابط پر عمل پیرا ہوئے۔ اور اس کے فروغ واشاعت کے لئے ہر وقت فکرمند رہتے تھے۔ آپ کے مربی جماعت مبارک ہونے پر جماعت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک نوٹ لکھا کہ:

> حضرت مولانا مولوی محمود جان صاحب رضوی محسن جماعت کے محبت نامے سے معلوم ہوا کہ جناب مستطاب فیض یاب سیٹھ موسیٰ سلیمان صاحب رضوی زید لطفہ نے مرحوم (عبدالستار اسمٰعیل) کی جگہ پر فرمادی ہے۔ اور اپنا دست کرم جماعت کے سر پر رکھا یعنی مربیِ جماعت ہونا منظور فرمایا ——— دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کا سایۂ کرم مدت العمر جماعت پر قائم ودائم رکھے۔ اور انھیں دین حق وسنت کی حمایت اور بدعت اہل بدعت کے دفع نکایت کی بیش از بیش توفیق رحمت فرمائے (آمین) ——— (۱)

حاجی موسیٰ سلیمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بیعت تھے۔ اور مولانا محمود جان رضوی خلیفہ امام احمد رضا کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ آپ کا انتقال رجب المرجب ۱۳۴۸ھ میں ہوا۔ ان کے انتقال سے متاثر ہوکر مولانا محمود جان حامم جودھپوری نے ایک تاثراتی نظم قلم بند فرمائی ہے ——— ملاحظہ کریں:

ہے یہ دنیا جائے عبرت اس میں ہے کس کو قیام / خواب غفلت میں پڑے ہیں چونکتے ہرگز نہیں
دیکھتا ہے یہ تماشہ ہر بشر ہر روز و شب / نظم عالم میں تغیر ہر نفس ہے بالیقیں
اس کے بحر فیض سے سیراب ہے سارا جہاں / اہل ہند و اہل روم و اہل شام و اہل چیں
تھا اسی در پر کا موسیٰ سلیماں بھی غلام / اور اس کے خرمن فیضان کا تھا اک خوشہ چیں
غم گسار و یار و مونس تھا میرا ہر زماں / دے گیا داغ جدائی وہ مرا انعم القریں
غرہ ماہ رجب تھا اور وقت فجر تھا / چل دیا ہم کو اکیلا چھوڑ کر وہ ہم نشیں
ہم سے پہلے چل دیا اور اسکے پیچھے ہم ہیں / اس سے لاحق ہوں گے ہم انشاء رب العلمین

(۱) روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، سال دوم ۱۳۳۰ھ، ص ۳۰

تھا ابھی پیش نظر وہ مرا ہمدرد و رفیق / دفعۃً پہنچا کہاں مجھ کو پتا لگتا نہیں
بس اسی میدان حیرت میں تھا چکر کاٹتا / جز غم و اندوہ میرا اتفاقاً کوئی ہم قریں
ناگہاں ہاتف نے دی آواز اے محمود جاں / سن لے: "ہے موسیٰ سلیماں ساکن خلد بریں" (۱۳۴۸ھ)
پس اسی فرمان ہاتف سے ہے ظاہر سال فوت / جوڑے اعداد اس کے ہر کہیں دہر میں
سن کے یہ مژدہ ہوئی محمود کو ایسی خوشی / تھا قریب اس کے کہ نکلے جسم سے جان حزیں
از سر اخلاص لکھ دو دوسرا بھی سال فوت (یعنی مژدہ اقامت خلد بریں) / بَرَّدَ اللّٰہُ قَبْرَ عَبْدِہِ الآسی المھین (۱۳۴۸ھ)
اس پہ ہو انعام ولطف ورحمت راحم مدام (۱۳۴۸ھ) / ہے یہ سال لاجواب فوت آں شیدائے دیں
تین تاریخوں کا یہ مجموعہ ہے اے دوستو / بہر یاد سال فوت مونس عبد کہیں
سب کہیں آمین یہ احقر کرے رب سے دعا / جرم اس کے عفو کر اے خالق عرش بریں
اس کے احباب واقارب بھی رہیں جابر مدام
استجب یارب دعاء عبدک القاصی الحزین (۱)

سیٹھ حاجی موسیٰ سلیمان کے انتقال پر مولانا ابو المساکین ضیاء الدین پیلی بھیتی ایڈیٹر ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ نے بھی تاریخ انتقال کہی ہے، جس کے ۲۰ اشعار ہیں، ان میں سے چند اشعار پیش ہیں تاریخ انتقال:

بوستانِ دہر فانی کی کچھ ایسی ہے بہار / دل لبھا کر چھینتی ہے دانش و فہم سلیم
جا نہیں سکتی کسی کی مہر و الفت قلب سے / مرغ جاں جب تک قفس میں کے رہتا ہے مقیم
تھا اسی بستانِ فانی کا وہ اک سرسبز پھول / جس نے سمجھا تھا کچھ اس گلزار کا راز فہیم
اول ماہ رجب میں اس نے چھوڑا چمن / چل دیا سیر جناں کو شادماں مرد کریم
جانثار عالمانِ اہل سنت تھا مدام / محسن درویش ومسکین و پریشان ویتیم
تھا وہ بیشک خرمن فیض رضا کا خوشہ چیں / اور اس کے بحر حب ومہر کا درّ یتیم
گلشنِ رضوی کا تھا ایسا گل شاداب وہ / جس کے اوصافِ حسن کی دور تک پہنچی شمیم
تھا سخاوت اور جوانمردی میں یکتائے جہاں / حسبۃً للہ لٹایا خوب اس نے زر و سیم

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۲۵ تا ۲۷، بابت محرم الحرام ۱۳۴۹ھ، ۴ ش ۱۱

صید ہر اک کو کرے گا گرچہ صیاد اجل — ہاں مگر ہوتا ہے ایسی صورت سے رنج عظیم
اس کے احباب واقارب بس صبر سے کام لیں — اور کریں سب یہ دعا بخشے اسے رب رحیم
میں بھی ہوں اس کے دعاگو — اے مرے مولیٰ تری ہے رحمت ولطف عمیم
الغرض اس سانحے کی جب خبر مجھکو ہوئی — دل میں آیا سال فوت اس کا لکھیے عبد العلیم

ہاتف غیبی نے فوراً یہ ندا دی اے ضیاؔ
کہ ہوئے موسیٰ سلیماں داخل دار نعیم ۔ (۱)
۱۳۴۸ھ

سیٹھ عبدالقادر حاجی ہاشم رضوی

الحاج سیٹھ عبدالقادر سیٹھ حاجی ہاشم رضوی کے فرزند ارجمند تھے۔ روداد جماعت رضائے مصطفےٰ میں چندہ دہندگان کی فہرست سے پتا چلتا ہے کہ یہ گونڈل (گجرات) کے رہنے والے تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کو آپ کا کافی تعاون حاصل رہا۔ ماہنامہ یادگار رضا بریلی کے مستقل قاری تھے۔ امام احمد رضا سے ارادت کا شرف بھی رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت میں دلچسپی بھی لیتے تھے۔

ایک زمانے میں ماہنامہ یادگار رضا بریلی نے اپنی مالی خستہ حالی کی پوری کیفیت اداریہ میں لکھی، اس سے متاثر ہوکر سیٹھ عبدالقادر رضوی نے ماہنامہ یادگار رضا کے لیے اپنی ذاتی دلچسپی کی بنا پر بہت سے ایسے لوگوں کے نام سے رسالہ جاری کرایا جو خرید کر نہیں پڑھ سکتے تھے۔ مولانا محمد ابرار حسن صدیقی حامدی آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اداریہ میں لکھتے ہیں:

الحمدللہ میری ہیم گزارشات کچھ بار آور ثابت ہوئیں۔ بعض متقدر ناظرین کو یادگار رضا کی مالی کمزوریوں کا پورا احساس ہوا، اور انہوں نے یادگار رضا کی عملی طور پر اعانت اور ہمدردی شروع کردی خصوصاً جناب سیٹھ عبدالقادر حاجی ہاشم صاحب کی ہمدردی لائق ذکر اور قابل تقلید ہے۔ جنہوں نے خود بھی مستقل طور پر رسالے کی سرپرستی فرمائی اور بیس روپے کی رقم دفتر جماعت

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۳۰، ۳۱، بابت صفر المظفر ۱۳۴۹ھ

میں اس غرض سے جمع کی کہ دس ایسے مسلمانوں کے نام کہ جو غریب ہوں، اور جن میں رسالہ خریدنے کی طاقت نہ ہو ایک سال کے لئے جاری کیا ——— چنانچہ ادارے نے دس شخصوں کے نام رسالہ جاری کر دیا....... اسی پر بس نہیں بلکہ جناب سیٹھ عبدالقادر صاحب نے بہت زیادہ تعداد غریب اصحاب کے نام اسی صورت میں رسالہ جاری کئے جانے کے لئے وعدہ فرمایا ہے ——— خدائے برتر جناب موصوف کو اس کا اچھا اجر عطا فرمائے اور دوسرے اصحاب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی اسی طرح یادگار رضا کے سچے حامی بن جائیں ——— (۱)

حاجی سیٹھ عبدالقادر ہاشم نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو اپنے علاقے گجرات کے دورے پر لے جانے کے لئے مدعو کیا، اور خود بنفس نفیس بریلی آئے، کافی اصرار کے بعد امام احمد رضا تیار ہوئے، اور اسی دوران دار العلوم منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا تھا، مدرسے کا ابتدائی زمانہ تھا، عمارت وغیرہ کچھ بھی نہ تھی۔ گونڈل کاٹھیاواڑ وغیرہ کا پروگرام مرتب ہوگیا دو گھوڑوں کی بگھی اسٹیشن لے جانے کے لئے آئی۔ امام احمد رضا بالکل تیاری کے ساتھ دولت خانہ سے باہر تشریف لائے، اس سے قبل سارا سامان بگھی میں رکھا جا چکا تھا۔ امام احمد رضا نے اپنا قدم بگھی میں پاؤ دان میں رکھا ہی تھا کہ حاجی عبدالقادر ہاشم خوشی کو برداشت نہ کر سکے اور سڑک پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ "حضرت کا قدم گجرات میں پہنچے گا تو مدرسہ کی عمارت اپنی ہوکر چارگنی زیادہ ہو جائے گی اور پھر تو مدرسہ کو بہت چندہ آئے گا۔" ———

سیٹھ عبدالقادر ہاشم کا اتنا کہنا تھا کہ امام احمد رضا نے اپنا داہنا پاؤں کھینچ لیا اور واپس دولت خانہ تشریف لے آئے اور فرمایا "میں چندہ کے لئے نہیں جارہا ہوں، دنیا کو ہمیشہ پیچھے رکھتا ہوں" حاجی ہاشم گجرات کے رئیس تھے، اور اہم تجارت پیشہ لوگوں میں شمار ہوتا تھا مگر وہ امام احمد رضا کو راضی کرنے اور منانے کے لئے ایک ہفتہ چوکھٹ پر پڑے رہے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری، مگر امام احمد رضا نے گجرات جانے کا عزم نہ فرمایا۔ یہ تھی امام احمد رضا کی

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۴، ۵، بابت ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

دنیا سے دوری، ہمیشہ دنیا و پیشہ سے بھاگتے رہے، اور پیسہ ان کے پیچھے گھومتا رہا (۱)

مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی

آج ہند و پاک سے لے کر یورپ و افریقہ اور امریکہ تک میں رضا کی طوطی بول رہی ہے۔ رضا کے نام کا سکہ چل رہا ہے۔ البتہ اس کھرے سکے کے چلانے والوں، اس کے بولوں کو سنوارنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں، جنہوں نے رضا کے نام پر دنیا بنائی ہے، نہ مارکیٹ چمکائی ہے۔ البتہ عاقبت ضرور بنالی ہے اور اپنے نام کی چمک کو مزید چمکالیا ہے۔ ان حضرات پر یقیناً اللہ کا بڑا فضل ہے، اور اللہ کے حبیب لبیب علیہ السلام کا بڑا کرم ہے کہ انہیں ایک مرد واحد اور ایک عیرت مند عاشق مصطفیٰ، عبد المصطفیٰ امام احمد رضا پر کام کرنے، اس کے کارناموں کو اجاگر کرنے اور اس کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے منتخب فرمالیا اور ہم سب مسلمانان اہل سنت کا انھیں محسن بنادیا۔

کاش! امام احمد رضا کی ساری کتابیں اس کی حیات میں شائع ہو جاتیں یا کم سے کم محفوظ ہی رہتیں اور اس پر ان کی حیات میں اگر نہیں ہو سکا تھا تو ان کے وصال کے فوراً بعد کام شروع کر دیا جاتا تو آج علم و تحقیق اور فن و ادب کا جہان کیسا نور بار ہوتا اور اس کے وسعت کہاں سے کہاں تک ہوتی۔

دکھ یہ ہے کہ ۱۴ویں صدی ہجری کے عظیم مجدد ——— علم و تحقیق اور فن و ادب کی مملکت کے فرماں روائے اعظم کی طرف اس کے پردہ فرمانے کے ۵۰ سال تک ہماری توجہ ہی نہ گئی۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت ——— ملک العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان مولف حیات اعلیٰ حضرت (م ۱۹۶۲ء) کس تعلق کے ساتھ اس دکھ کا اظہار کرتے ہیں:

"اس آفتاب عالم تاب کو غروب ہوئے آج سترہ سال ہو گئے مگر سوا

(۱) بروایت مولانا سید زاہد حسین زیبا جماعتی محلہ ذخیرہ بریلی شریف بوقت مغرب، ۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء

اس مختصر منظوم ذکر رضا (۱۹۲۲ء) حامی دین و ملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھ پوری کے کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔" (۱)

حضرت علامہ ظفر الدین علیہ الرحمۃ کے اس بیان کے مطابق سترہ سال میں صرف ایک مختصر اور وہ بھی منظوم "ذکر رضا" منظر عام پر آئی۔ بقیہ ہر طرف سناٹا طاری رہا۔ بالآخر اس سناٹے کو توڑنے کے لئے علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ خود ہی ہمت کر کے اٹھے۔ علامہ موصوف رقم طراز ہیں:

"پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے "حیات اعلیٰ حضرت" (۱۹۳۸ء) لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، مجھے عنایت فرمادیا خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ ۱۲ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی اور باعتبار ختم تالیف "مظہر المناقب" تاریخی نام تجویز ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے (آمین) (۲)

حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے کس قدر دیدہ ریزی اور جاں سوزی سے اپنے پیر و مرشد، عالم اسلام کے ایک عظیم پیشوا، ایک متبحر عالم دین اور عظیم عبقری ——— اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سوانح مرتب کی ہوگی اور اس میں علم و تحقیق کے کیسے کیسے لعل و جواہر اکٹھا کر دیے ہوں گے مگر افسوس ——— صد افسوس ——— ظلم ——— صد ظلم۔ اگرچہ مختلف ذرائع اور معلومات کی بدولت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات مبارکہ کے علمی

(۱) ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ص ز ج ۱
(۲) " " " " " ص ۱ ز ج

اور روحانی پہلو سامنے آئے ہیں۔ مگر آج ۴۴ سال کے بعد بھی "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے حصہ اول کے علاوہ بقیہ تین حصّے دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ جس کسی نے بھی ان تین حصوں کو دبا چھپا رکھا ہے یا ضائع کر دیا ہے۔ اس نے پوری دنیائے سنیّت کے ساتھ کس طرح بے رحمانہ سلوک کیا ہے اور اہلسنت و جماعت کو کس طرح کا دکھ پہنچایا ہے، یہ خود دبانے چھپانے والے یا ضائع کرنے والے سے پوچھا جائے یا جماعت کے ذمے داروں سے معلوم کیا جائے۔

کاش یہ تینوں حصے منظرِ عام پر آئے ہوتے اور عوام ان سے امام احمد رضا کی شخصیت اور کارناموں کے مختلف گوشوں اور جہتوں سے زمانہ روشناس ہوتا اور پھر ہمارے دردمند علماء و محققین اور قلم کار حضرات ان کی روشنی میں جہانِ رضویت کو وسیع سے وسیع تر کرتے اور علم و تحقیق اور اصلاح و تجدید کے مہرِ درخشاں ـــــ امام احمد رضا کی نہ صرف درخشانیوں اور جلوہ سامانیوں کا نظارا کراتے بلکہ اس کی بھرپور توانائیوں اور تابانیوں سے کتنے مثبت اور تعمیری امور انجام دیے جاتے اور تیرگی و جہالت اور عصبیت و ضلالت کا زور توڑ کر پاکیزگی و روشنی اور عطر بیزی کا ماحول تو بناتے۔

غیروں نے امام احمد رضا پر ظلم کیا تو انھیں تو کرنا چاہیے تھا کہ وہ اپنے نہیں۔ لیکن اپنوں نے رضا پر جس قدر ظلم ڈھایا ہے، انجانے میں ہی سہی وہ آج کے رضا متوالوں کو خون کے آنسو رلانے پر مجبور کر ہی رہا ہے۔ معقول و منصف مزاج غیروں کو بھی آہ اور ہائے کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ بابِ رضویت وا کرنے یا رضویات پر کام کرنے کے لیے کمر ہمت کس کر اٹھے۔

ان کی ہمت کو سلام! ان کی عظمت کو سلام!!

لیکن خود علامہ موصوف کے بقول اس طرف سب سے پہلے توجہ فرمانے والے ہیں۔

حضرت مولانا سید ایوب علی صاحب رضوی قدس سرہ العزیز

علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علیگ) ایم اے۔ پی ایچ ڈی صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی اس بات کی

تائید کرتے ہیں:

"جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف مولوی سید ایوب علی قادری بریلوی (متوفی ۱۹۷۰ء) نے جو والد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخلص دوستوں میں تھے اور اعلیٰ حضرت کے مسترشد اور گہرے عقیدت مند، تعاون کا ہاتھ بڑھایا نہ صرف یہ کہ دوسروں سے بھی کچھ لکھوا کر بھیجا بلکہ ان کے پاس جو معلومات تحریری شکل میں تھیں، وہ بھی پیش کر دیں۔" (۱)

جہانِ رضویات کا نقشِ اول

حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علیگ) ایم اے۔ پی ایچ ڈی کے اقوال کے مطابق سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ وہ پہلے فرد ہیں جنھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سوانح اور ان کے کارناموں پر لکھنے اور کام کرنے کی داغ بیل ڈالی اور اس طرح ہم انھیں جہانِ رضویات کا نقشِ اول یا قصرِ رضویات کا بانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ سید ایوب علی رضوی نے زندگی کا بہترین حصہ فاضل بریلوی کے ساتھ گزارا تھا۔ ان کے شب و روز کا قریب سے مطالعہ کیا تھا۔ لہٰذا ان کے مشاہداتی بیانات ایک مستند ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت سید ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ایثار بھی کیا کہ انھوں نے اپنا سارا تحریری مواد اور اپنی تمام یادداشتیں اور معلومات بھی علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش فرما دیں۔

حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی کا یہ جذبۂ ایثار قابلِ قدر ہے۔ اور اس بات کا مظہر ہے کہ انھیں امام احمد رضا پر کام کرنے کی کیسی لگن تھی اور ان پر کام کرنے والوں سے کس قدر محبت تھی، اور وہ اس کام کو نہ صرف شروع کرتے بلکہ تیز سے تیز کرنے کا ایک جذبہ و ولولہ رکھتے ہیں۔ نیز یہ اس بات کی غماز ہے کہ انھیں اپنے نام سے غرض نہیں تھا بلکہ رضا کے نام اور رضا کے کام سے غرض تھا۔

---

(۱) مختار الدین احمد ڈاکٹر: تقدیم جامع الرضوی ص ۱۰، مطبوعہ حیدرآباد

اشاعتی ادارہ کا قیام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نوراللہ مرقدہ کے دو سال بعد حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی قدس سرہ العزیز نے امام احمد رضا کی کتب و رسائل کی اشاعت نیز اُن پر لکھنے لکھوانے اور چھاپنے کی غرض سے محلہ بہاری پور بریلی شریف میں "رضوی کتب خانہ" بھی قائم کیا تھا۔ اس کتب خانے سے مولانا ایوب علی صاحب رضوی نے امام احمد رضا کے کئی رسائل و کتب چھاپے اور اپنی تصنیف کردہ کتب بھی شائع کیں۔ (۱)

شجرۂ نسب:

(۱) سید ایوب علی (۲) سید شجاعت علی (۳) سید تراب علی (۴) سید بر علی، قدست اسرارہم ـــــ بریلی شریف

ولادت:

حضرت مولوی سید ایوب علی صاحب محلہ بہاری پور بریلی شریف میں ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ (۲)

تعلیم و تربیت:

مڈل کلاس تک اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد فارسی پڑھی اور پھر اسلامیہ اسکول بریلی (جو اب فضل الرحمن اسلامیہ انٹر اور ڈگری کالج ہے) میں ٹیچر ہو گئے۔

امام احمد رضا سے شرف بیعت:

۱۸۹۵ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر قادریہ برکاتیہ رضویہ سلسلے میں شرف بیعت حاصل کیا۔ مرید ہونے کے بعد پیر کے ایسے دیوانے ہوئے کہ شب و روز انہیں کی صحبت و خدمت میں گزارنے لگے۔

---

(۱) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۰۸، ۱۰۹ / ج ا

(۲) ماہنامہ معارف رضا کراچی، بابت ۱۹۹۱ء ص ۳۱۳ م ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

وقف بارگاہ پیر ہوگئے:

ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔ زلف محبت کے اسیر ہوئے اور پھر وقف بارگاہ پیر ہوگئے
حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی کے ذمے امام احمد رضا کی ڈاک کی دیکھ بھال، مراسلت کا ریکارڈ، خطوط کا املا لینا اور کتب خانے کی نگہداشت وغیرہ کا کام تھا۔ اس طرح سے حضرت سید ایوب علی رضوی صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اعزازی پیش کار تھے۔

توقیت و نجوم میں مہارت:

حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی صاحب اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہتے ہوئے علم توقیت و نجوم میں ماہر ہو گئے۔ اوقات نماز اور رمضان کے سحر و افطار کا نقشہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا انہی سے بنواتے تھے۔

"حیات اعلیٰ حضرت" میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ مولوی ایوب علی رضوی صاحب کے نماز پنجگانہ کا نقشہ مرتب کرنے کے سلسلے میں ایک واقعہ انہیں کے ایک بیان میں رقم فرماتے ہیں:

> "جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک، ۱۳۲۵ھ کے اوقات صلوٰۃ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانۂ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے جو ۱۰-۱۵ منٹ میں واپس آجاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم کے کہ اسکے آخر میں لفظ خیر تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (×) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے میں وہ نقص دور ہو گیا جو سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں رہتا تھا۔ اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ تھا مگر غلطی تو تھی اس لیے بجائے صحیح کے لفظ خیر ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و متبرک و بے مثال محتاط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر، سیر اور تقریر دلپذیر کا کوئی جملہ کوئی لفظ کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔" (۱)

---

(۱) ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۸۱ / ج ا

ایوب علی صاحب کی ریاضی دانی : امام احمد رضا ریاضی دانی میں کس قدر مہارت رکھتے تھے' اس کا اعتراف ان کے عہد کے ریاضی دانوں سے لے کر آج کے ریاضی کے ماہرین اور اسکالروں نے بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین جیسا اپنے وقت کا عظیم ریاضی داں خود اپنے لاینحل ریاضی کے مسائل کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا (۱) لہٰذا امام کے خلفاء و تلامذہ اور خصوصی خدام میں بیشتر حضرات ہیئت و نجوم و توقیت اور ریاضی میں مہارت رکھتے تھے۔

مولانا ایوب علی صاحب بھی ریاضی میں اچھا خاصہ درک رکھتے تھے۔ اور یہ سب کچھ انھیں امام احمد رضا ہی کی خدمت و صحبت سے حاصل ہوا تھا۔

سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ ہی کے بیان کو علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں :

"کسور اشاریہ متوالیہ میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔" (۲)

امام احمد رضا نے ایوب علی صاحب کی ریاضی دانی کا اعتراف کیا ؛ جب سر ضیاء الدین صاحب اپنے مسائل کے حل کے لئے امام احمد رضا سے ملنے کے لئے آئے تو دوران گفتگو کسور اشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے بھی یہی کہا کہ تیسری قوت تک ہے۔ ایوب علی صاحب ہی کی روایت سے علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :

" اس پر حضور نے میری اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے۔ مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کی کتاب امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

(۲) ظفر الدین بہاری' مولانا : حیات اعلیٰ حضرت۔ ص ۱۵۰ ج ۱

نوٹ : سید قناعت علی رضوی مولانا سید ایوب علی کے چھوٹے بھائی تھے۔ امام احمد رضا سے داخل سلسلہ تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے لئے ہر وقت معروف رہتے اور اس کے تعاون کے لئے دل کھول کر حصہ لیتے۔ جماعت کی تمام روئدادوں میں آپ کا نام گرامی تحریر ہے۔

یہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں۔ انھیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں۔ حل کر دینگے ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔" (۱)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں آمد اور مسئلے کے حل کرنے کا واقعہ بھی حضرت ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کا بیان کردہ ہے جسے ملک العلماء علامہ ظفر الدین قدس سرہٗ نے اپنی تالیف "حیات اعلیٰ حضرت" میں رقم فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ موصوف اس طرح تحریر کرتے ہیں :

" ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کا کسی مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں برلن تشریف لے جانا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت کرنا اور اس کا تسلی بخش جواب پانا مسلّم جس میں اصلاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ رہا یہ کہ وہ کون مسئلہ تھا اور کب آئے اور آنے کے بعد کیا واقعات ہوئے' اس کے متعلق کسی نے اعلیٰ حضرت سے سن کر نہیں بیان کیا۔ تاہم سید ایوب علی صاحب کا بیان زیادہ قابل قبول ہے۔" (۲)

تصانیف : حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی صاحب دینی اور دنیوی دونوں علوم کے جامع تھے۔ اردو اور فارسی ادب پر عبور رکھتے تھے اور عربی سے بھی اچھی واقفیت تھی۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) رفیق زائرین (حجاج و زائرین کے لئے ہدایت کا مجموعہ)

(۲) باغ فردوس (حمد' نعت اور منقبت کا مجموعہ) ۱۳۵۴ھ

(۳) زیارت الحرمین ۱۳۶۶ھ

(۴) شقادۃ النجدیہ علی دیار القدسیہ العربیہ (منظوم) ۱۳۷۸ھ (۳)

حج و زیارت : حضرت سید ایوب علی رضوی صاحب نے تین حج کئے۔ ڈھائی سال تک

---

(۱) ظفر الدین بہاری' مولانا : حیات اعلحضرت ص ۱۵۱ ج ۱

(۲) " " " " " " ص ۱۵۵ ج ۱

(۳) عبد الحکیم شرف قادری' مولانا : تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۰۸

تک مدینہ منورہ میں رہے۔ بغداد شریف، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف اور بصرہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

ہجرتِ پاکستان : حضرت سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ نے ۱۹۵۰ء میں پاکستان ہجرت کی۔ اور یہ ہجرت آپ نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے کی۔ پہلے لاہور آئے۔ خاندان والوں کو یہاں منتقل کر کے فیصل آباد چلے گئے تھے اور کافی عرصے تک محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کے پاس بھی رہے۔

محدث اعظم پاکستان اور ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب سے تعلّقات :

پاکستان کے تمام علماء اہل سنت بشمول کار ازلی حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ اور خلیفہ حجۃ الاسلام مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز سے بڑے خصوصی تعلقات تھے۔ علامہ سردار احمد صاحب ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ یہ ایوب علی رضوی صاحب کو کئی کئی ماہ کے لئے اپنے پاس روک لیتے تھے۔

سُنّی رضوی مسجد : محلہ شالامار ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور میں ایک مسجد جس کا نام سنّی رضوی مسجد ہے۔ اور یہ نام حضرت ایوب علی صاحب کا رکھا ہوا ہے اسکا سنگ بنیاد ۱۹۷۰ء میں انہوں نے ہی رکھا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں صحن مسجد میں پتھر کی تختی شہزادۂ محدث اعظم حضرت مولانا فضل رسول صاحب نے نصب کی تھی۔

تختی پر اس طرح لکھا ہوا ہے "یادگار رضا۔ سنی رضوی جامعہ مسجد نیو شالامار کالونی ملتان روڈ لاہور، ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ/ ۲۲ر جولائی ۱۹۷۰ء"

احتیاط اور تصلب : یوں تو بریلی کا عام سنی بھی الحمدللہ بڑا ہی محتاط اور متصلب ہوتا ہے کجا وہ کہ جو امام المحتاطین اور مجدد دین و ملت کا چہیتا مرید ان کا پیش کار رہا ہو۔ اور جس نے ۲۶ برس ان کی خدمت و صحبت میں گزارا ہو۔ (۱)

---

(۱) حسنین رضا خاں بریلوی، مولانا، سیرت اعلیٰ حضرت، ص

سید ایوب علی صاحب کا تصلب، ان کی احتیاط اور ان کا تقویٰ الحمدللہ ایسا ہے کہ وہ قدم قدم پر امام رضا کے مظہر اور پرتو نظر آتے ہیں۔ انھوں نے زبان و قلم اور عمل سے بدمذہبوں کا رد کیا ہے اور لوگوں سے ان سے خلط ملط رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی باہر کسی ہوٹل وغیرہ سے کھانا پینا نہیں گوارہ کیا۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ نے سید ایوب علی رضوی قدس سرہٗ العزیز کے لئے ہوٹل سے چائے منگوائی تو انہوں نے پینے سے منع فرمادیا اور محدث اعظم کے اصرار پر فرمایا کہ آپ تو دیکھ نہیں رہے تھے کہ چائے کس نے بنائی۔ اس کا عقیدہ کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بالآخر محدث علیہ الرحمہ نے خود چائے بنا کر انھیں پلائی۔

نام کے آگے لفظ "رضوی" لگانے کا التزام : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلفاء اور خاص مریدین میں کم ہی لوگ ایسے ملیں گے جن کے نام کے آگے رضوی لگایا جاتا ہے یا انھوں نے نام کے آگے اس لفظ کا خصوصیت سے التزام فرمایا ہو۔ لیکن سید ایوب علی علیہ الرحمہ وہ واحد مرید رضا ہیں جو اپنے نام کے آگے خصوصیت سے "رضوی" لفظ لگانے کا التزام فرماتے تھے۔ اور آج بھی جب ان کا نام لیا جاتا ہے یا انھیں یاد کیا جاتا ہے تو ایوب علی رضوی ہی کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ تقریباً ہر تذکرے میں ان کے نام کے آگے "رضوی" لفظ لکھا ہوا ضرور ملے گا۔ حضرت ایوب علی رضوی صاحب خود کو "رضوی" کہلوانے پر فخر کرتے تھے۔ اسی سے رضا کی نسبت ظاہر ہوتی تھی۔ اور یہ نسبت کا اظہار حضرت ایوب علی علیہ الرحمہ کی اپنے مرشد سیدنا اعلیٰ حضرت سے بے پایاں محبت و عقیدت کا غماز ہے۔ انھوں نے بریلی میں اپنے مکان کا نام "رضوی منزل" رکھا تھا۔ جو آج بھی موجود ہے اور اس پر رضوی منزل لکھا ہوا ہے جو دور ہی سے نظر آتا ہے۔ مگر یہ مکان اب غیر مسلم کے قبضے میں ہے۔

اعلیٰ حضرت سے محبّت : یوں تو ہر مرید کو اپنے پیر سے عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ لیکن مدتوں بعد ایسے مریدین جنم لیتے ہیں جن کی اپنے پیر سے محبت مثال بن جاتی ہے۔ حضرت سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ بھی ایسے ہی مریدین میں سے ایک تھے۔

انھیں اپنے مرشد برحق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بے انتہا محبت تھی اور یہ ان کا غایت درجے احترام کرتے تھے۔ مرید ہونے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر پیر کی خدمت میں لگ جانا، پیر کی ایک ایک ادا پر نظر رکھنا اور ان پر قربان ہونا، پیر کے گن گانا یہ سب ان کی محبت ہی کے تو اظہار ہیں۔

"اعلیٰ حضرت" کی ۲۶ برس تک بے لوث خدمت۔ وصال مرشد کے بعد مرشد کی کتابوں کو شائع کیا۔ ان کی سوانح پر کام شروع کیا۔ ان کے کارناموں کو عام کرنے کی تحریک چلائی اور ہر طرح سے مسلک امام اہلسنت کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے۔ اعلیٰحضرت پر جو سب سے پہلی کتاب "حیات اعلیٰ حضرت" لکھی گئی اس کتاب کے مولف حضرت علامہ ظفرالدین علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کے بیشتر حالات و واقعات سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ ہی کے حوالے سے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں جگہ جگہ نظر آئے گا "جناب سید ایوب علی رضوی صاحب کا بیان ہے" "انہیں کا بیان ہے" وغیرہ وغیرہ۔

سید ایوب علی رضوی صاحب امام احمد رضا کی روزمرہ کی معمولی معمولی عادتوں، چھوٹی چھوٹی باتوں اور باریک سے باریک حرکات و سکنات پر نظر رکھتے تھے اور حتی الوسع ان کی ہر بات اور ہر سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

"حیات اعلیٰ حضرت" میں امام احمد رضا کی (۱) سبک خرامی، (۲) جمائی لینے کا انداز، (۳) خط بنواتے وقت اپنا شیشہ کنگھا استعمال کرنا (۴) قبلہ رخ کرکے کبھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پیر دراز کرنا (۵) لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا (۶) مسواک کرنا (۷) سر میں پھلیل ڈلوانا (۸) کلی کرنے کا ڈھنگ (۹) سوتے وقت بشکل نام اقدس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونا (۱۰) عمامہ لگانا..... وغیرہ وغیرہ کا جو بیان علامہ ظفرالدین بہاری نے کیا ہے۔ وہ سب ایوب علی رضوی نور اللہ مرقدہ ہی کے حوالے سے کیا ہے۔"

یہ تمام باتیں حضرت ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کی اپنے شیخ طریقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے عشق کی حد تک محبت کی غماز ہیں۔

پیرزادوں سے محبت: حضرت سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کو اپنے پیرزادوں، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں اور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہم الرحمہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی اور ان حضرات کا بڑا احترام کرتے تھے۔

۱۹۵۰ء میں پاکستان آنے سے قبل انہوں نے سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے پہلے اجازت لی ہے اور جب انھوں نے اجازت دے دی ہے تب پاکستان آئے ہیں۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت کے دونوں شہزادگان کے ساتھ سفر بھی کئے ہیں۔

آپ نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی ایک منقبت بھی لکھی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار سے حجۃ الاسلام کی محبت و عقیدت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ؎

اے سنیوں کے پیشوا، حامد رضا حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا، حامد رضا حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا، حامد رضا حامد رضا (۱)

سید ایوب علی رضوی زندہ باد: ایوب علی رضوی صاحب سید تھے۔ اور امام احمد رضا نے سادات کرام کا کیسا احترام کیا ہے؟ یہ ہر ایک پر ظاہر ہے۔ امام علیہ الرحمہ نے تو سادات کے بچے بچے سے محبت کی ہے اور اعلان کر گئے ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا (۲)

اب ظاہر ہے کہ گو ایوب علی رضوی صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے مگر سید بھی تھے اور مولوی بھی تھے اور اعلیٰ حضرت خود ان سے کس درجہ محبت رکھتے رہے ہوں گے اور ان کا کیسا احترام فرماتے رہے ہوں گے۔ یہ تو دیکھنے والی نگاہیں ہی بتاسکتی ہیں۔ تاہم تذکروں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایوب علی

---

(۱) ایوب علی رضوی، سید: باغ فردوس گلزار رضوی
(۲) احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش ص ۱۵۱

رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی ظرفی حقیقی سیدزادگی اور شریف النفسی ملاحظہ ہو کہ کبھی بھی اپنی سید زادگی کا رعب نہ جمایا اس پر فخر کیا بلکہ ایک مرید اور خادم ہی کی حیثیت سے رضا اور رضا والوں کو چاہتے رہے۔ ان کا احترام کرتے رہے اور ان کے خاندان کے موجودہ افراد کا بھی یہی عالم ہے اور خانوادۂ رضا سے ان کی محبت اور احترام قابل دید اور لائق تقلید ہے۔ مولانا جماعت رضائے مصطفےٰ کے نائب ناظم کے اہم عہدے پر فائز رہے۔ اور جماعت کے تمام ریکارڈ اور آفس کی ذمے داری آپ ہی پر تھی۔ آپ ہی تمام اخبارات کو مراسلے اور احتجاجی کارروائیاں ارسال کرتے تھے۔ اور امام احمد رضا کے خطوط کا املا کرتے پھر اسکو محفوظ رکھتے۔ جماعت کے لئے آپ کی بے انتہا قربانی ہے جس کو اہلسنت کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتے۔

اعلیٰ حضرت کی ایوب علی رضوی اور ان کی اولاد سے محبت : اعلیٰ حضرت ایوب علی رضوی صاحب اور ان کے گھر والوں سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ سید ایوب علی رضوی صاحب کو اپنا بچہ کہتے تھے۔ (۱)

مندرجہ ذیل واقعات سے سیدنا "اعلیٰ حضرت" کی سید ایوب علی رضوی اور ان کے گھر والوں سے محبت اور احترام ملاحظہ کریں۔

(۱) "برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کرکے واپس آنے لگے تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے اٹھا لایئے یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے۔ حضور ان کو لے کر میری طرف بڑھے میں پیچھے ہٹا۔ حضور آگے بڑھے۔ میں اور ہٹا اور آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ میں دالان کے گوشے میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا۔ ارشاد فرمایا حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کئے ہوئے عرض کیا حضور بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا شرم کی کیا بات ہے۔ جیسے مصطفےٰ رضا ہیں ویسے تم، سب بچوں کو حصہ دیا گیا۔ آپ دونوں کے لئے بھی میں نے دو حصے رکھ لئے۔"

(۱) ظفرالدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۵۱

(۲) فرزند حضرت ایوب علی رضوی صاحب کا واقعہ :

"والدہ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھی لے گئی تھیں۔ اس کو میں "بلا" کہکر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑایا اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے کر حضرت قبلہ (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ) کے پاس گئی کہ دیکھئے جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ انکے پوتے جیلانی میاں (مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی علیہ الرحمہ صاحبزادہ حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ) نے یہ شرارت کی ہے۔ چنانچہ مجھے (یعقوب علی علیہ الرحمہ فرزند سید ایوب علی علیہ الرحمہ ...... ان کی عرفیت بھی جیلانی تھی) حاضر کیا گیا اور میری بہن نے کہا اس نے مجھے مارا ہے۔ اس پر حضرت نے مسکرا کر پوچھا بھئی تم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ "بلا" ہے۔ اس لئے مارا ہے اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے۔" (۱)

وصال : حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی صاحب کا وصال لاہور میں ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعہ (جمعۃ الوداع) قبل نماز بچانوے سال کی عمر میں ہوا۔ میانی صاحب قبرستان لاہور میں دفن کئے گئے۔ (۲)

پسماندگان : حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی قدس سرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ جو "بی بی" کہلاتی ہیں۔ سو سال سے زیادہ عمر میں انتقال ہوا۔ یہ بھی سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی مریدہ ہیں۔

- مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے سید یعقوب علی رضوی بھی اعلیٰ حضرت کے مرید تھے۔ یہ مردان (پشاور) کینٹ پبلک کالج کے پرنسپل تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۸۱ء میں ہوا۔
- حضرت ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کی ایک صاحبزادی محترمہ سیدہ شمیم فاطمہ

(۱) ظفرالدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۶، ۹۰

(۲) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا : تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۱۰

صاحب کا ۱۹۹۳ء میں انتقال ہوا۔ یہ بھی ایک گرلز کالج میں پرنسپل تھیں۔

○ حضرت مولوی ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کے خاندان میں موجودہ افراد لاہور میں مقیم ہیں۔ مکان کا نام "آل رسول منزل" ہے جو پاک نگر، اکرم روڈ، نزد چھڑا منڈی، گلی نمبر ۱ میں واقع ہے۔

موجودہ خاندان:

فرزند سید ایوب علی علیہ الرحمہ، سید یعقوب علی علیہ الرحمہ ــــ کی اولاد

(۱) سید یوسف علی یزدانی ــــ ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں

(۲) سید واصف علی رحمانی ــــ حیدرآباد سندھ میں گورنمنٹ ملازم ہیں

(۳) سید محمد علی سبحانی ــــ ٹیچر

(۴) سید شاہد علی نورانی ــــ (ایم اے، ایم ایڈ، ایم او ایل پنجاب یونیورسٹی لاہور) مفتی اعظم علامہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے مرید ہیں اور جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ امام احمد رضا کی عربی نعت گوئی پر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لئے رجسٹریشن کرالیا ہے۔

(۵) سید وجاہت علی ربانی ــــ (ٹیچر) ایک لڑکا، دو لڑکیاں ہیں۔

(۶) صاحبزادی (شادی شدہ)

(۷) سید مجاہد علی نعمانی ــــ پرائیویٹ سروس

(۸) صاحبزادی ــــ (شادی شدہ)

(۹) صاحب زادی

مولائے کریم بطفیل حبیب لبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانوادہ حضرت حضرت ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کو شاد آباد رکھے۔ آمین!

شاعری کے نمونے: حضرت مولوی سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ کے دو شعری مجموعے بنام "باغ فردوس" (حصہ اول حصہ دوم) دیکھنے میں آئے۔ دوسرا نامکمل ہے پہلا حصہ "رضوی کتب خانہ بہاری پور بریلی" ہی سے بہت پہلے شائع ہو چکا ہے۔

اس مجموعے میں حمد، نعتیں، مناقب غوث اعظم، خواجہ اجمیری، صابر کلیری، اعلیٰ حضرت بریلوی اور حجۃ الاسلام بریلوی وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد برحق اعلیٰ حضرت بریلوی کے پیرخانے مارہرہ مطہرہ کا بھی اپنے شعروں میں ذکر کیا ہے اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

نوٹ: مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی کے حالات پر مذکورہ مضمون ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے ماہنامہ جہانِ رضا لاہور بابت فروری ۹۵ء، ص ۳۰ تا ۴۴ میں تحریر فرمایا تھا۔ ان کے شکریے کے ساتھ شامل کرلیا گیا ہے۔ موصوف مرحوم کا ایک قلمی خط کتاب کے آخر میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ راقم السطور کے پاس مزید علمی کارنامے محفوظ ہیں۔ خدا نے مہلت دی تو تفصیل سے تعارف لکھا جائے گا۔ رضوی غفرلہ

سلسلۂ تبلیغ [illegible]

ٹریکٹ نمبر ۴۴

ساڑھے چار لاکھ مسلمانون کا [illegible]

مصنفہ

جناب مولانا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب

سوانی عرف مولوی برہمچاری جی ناظم اعلیٰ ملقہ

اشاعت الحق گشتی زید مجدہ

جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی نے اپنے صرف سے

در مطبع عزیزی آگرہ باہتمام عبد العزیز صاحب پرنٹر

چھپوا کر شائع کیا

بار اول [illegible]

نشاۃ ثانیہ

جماعت رضائے مصطفیٰ

ایک اجمالی جائزہ

کُل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے زرّیں کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جماعتی تنظم کے لئے اپنے احباب کے مشوروں سے کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی بنیاد ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں ڈالی۔ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے اغراض ومقاصد حسب ذیل تھے:

(ا) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ۔

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے "فرقۂ گاندھویہ" کا تحریری وتقریری رد کرنا۔

(ج) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری اور تقریری جوابات دینا۔

(ھ) فاضل بریلوی امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہلسنت کی تصانیف کی اشاعت۔ (۲)

غیر اسلامی نظریہ "متحدہ قومیت" کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز وتحفظ، فتنۂ ارتداد کے انسداد اور عوام میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفےٰ نے مثالی اور موثر کام کیا۔ حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی، اور نگرانی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم سے وفود تیار کئے گئے ـــــ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو (معاذ اللہ) مرتد بنانے کی مہم شروع کی، جس کو "شدھی سنگھٹن" کا نام دیا گیا۔ علماء اہل سنت نے اس ناپاک تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، فتنۂ ارتداد کا انسداد کرنے والے علماء میں حضرت مفتی اعظم کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ اسی دوران حضرت مفتی اعظم نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ (۳)

---

(۱) ایوب علی رضوی، سید، مولانا: ـــ روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ـــ ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست ص ۷۶،۷۵، مکتبہ رضویہ لاہور

(۳) تفصیلات دوسری جگہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ابتداءً جماعت رضائے مصطفےٰ کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی۔ اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے ___ (۱) علمی ___ (۲) عملی۔

اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سرانجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی۔ پورے برصغیر میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ اب اس کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط میں بھی وسعت کرنا پڑی ___ اس غرض کے لئے ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ / ۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں برہان ملت مفتی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری کے آستانۂ عالیہ سلامیہ جبل پور پر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

۱ ___ کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی دائمی سرپرستی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمائیں گے۔

۲ ___ کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سارے ہندوستان کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی اور کل ہند جملہ سنی تنظیموں کی نگراں اور جماعت ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں اور جماعتیں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے تحت رہیں گی۔

۳ ___ مختلف سنی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی حیثیت ثالث اور حَکَم کی ہوگی۔

۴ ___ کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی جماعت کی تنظیم حسب ذیل ہوگی۔

(ا) ہر شہر میں دارالافتا قائم کرنا۔

(ب) ہر شہر میں دارالقضاء قائم کرنا۔

(ج) ہر جگہ مکاتب و مدارس اسلامیہ قائم کرنا۔

(د) ہندوستان کے ہر شہر کے مفتی اور قاضی کا براہ راست تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سے ہوگا۔

۵ ___ کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کرے گا۔

۶ ___ کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی دفتر بریلی شریف ہی میں زیر نگرانی حضور

مفتی اعظم رہے گا۔

۷ ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کی زیر نگرانی، ترمیمیں اور تبدیلی کے کل اختیارات سرپرست و صدر کل ہند جماعت کو حاصل رہیں گے۔

۸ ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کے علاوہ اور کوئی "ریلیف کمیٹی" قائم نہ ہوگی۔

۹ ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کرے گا، بلکہ سرپرست و صدر کل ہند جماعت اپنے اختیارات خصوصی سے نامزد فرمایا کریں گے۔

جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے خصوصی اجلاس سے قبل امام احمد رضا محدث بریلوی کے عرس کے موقع پر ۲۶ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ / ۱۵ جولائی ۱۹۶۲ء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی انتخاب عمل میں لایا گیا تھا ___ جس میں مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا صدر اور مولانا ابو الوفا فصیحی غازی پوری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا جا چکا تھا۔ اب اس جبل پور کے اجلاس میں بقیہ عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

- نائب صدر اول: ___ مولانا محمد مدنی میاں کچھوچھوی
- نائب صدر دوم: ___ امین شریعت مفتی رفاقت حسین احسن المدارس کانپور
- ناظم اعلیٰ: ___ مولانا علی محمد صوراجی، راج پیپلا بھڑوچ (گجرات)
- نائب ناظم: ___ جناب عبدالصمد مجنون جبل پور
- نائب ناظم و خازن: ___ جناب سید حمایت رسول رضوی، جامع مسجد بریلی شریف(۱)

علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کرام کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا ___ اس طرح حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ نے اسلامیان ہند کی مذہبی و قومی اسلامی ضرورت کو پورا کردیا۔(۲)

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی ص ۳۶، ۳۷۔ بابت نومبر ۱۹۶۲ء

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴ م: مکتبہ قادریہ لاہور

اصلاحی آڑ میں مرکزی حکومت ہند نے مسلمانوں کے پرسنل لا میں ایسی ترمیمات کرنے کا اعلان کیا جس سے مسلمانوں کی مذہبی شخصی آزادی شدید متاثر ہوئی ــــــ کانگریس کی ہم نوا جمعیت العلماء ہند اور ندوۃ العلماء نے ان غیر اسلامی ترمیمات کی حمایت کی، اہل سنت جو ہندستان کی کل مسلم آبادی میں سب سے بڑی اکثریت ہیں، کو یہ ترمیمات کسی حال میں قبول نہ تھیں، چنانچہ ان کی نمائندہ مذہبی اور سیاسی تنظیموں میں کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہند نے نہایت گو نجدار اور مؤثر آواز میں ان غیر اسلامی ترمیمات کی مخالفت کی۔ عرس رضوی کے موقع پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ / ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی سربراہی میں کل ہند جماعت رضائے مصطفٰے نے ان ترمیمات کے خلاف ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، بعد میں مفتی اعظم قدس سرہٗ کی سربراہی میں ہونے والے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانپور کے اجلاس میں ان ترمیمات کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی (۱)

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا انتظام و انصرام جماعت رضائے مصطفٰے اور جماعت انصار الاسلام بریلی، جمعیت اشرفی کچھوچھہ کے رضا کاروں نے نہایت سلیقے سے کیا ــــــ جماعت رضائے مصطفٰے بریلی کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے اس "ملکوتی نظام" کی ہر ایک نے تعریف کی۔ (۲)

ہندوستان میں فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حرمین طیبین پر جب نجدی تسلط ہوا ــــــ نجدی نے حرمین شریفین میں جو مظالم ڈھائے وہ تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ ہندستان سے ایک وفد اس غرض سے ترتیب دیا گیا کہ وہ نجدیوں کو مظالم سے باز رکھے، اس وفد کی تیاری میں حضرت مفتی اعظم نے نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلے کی ایک خبر ملاحظہ ہو:

فتنۂ نجد اور جماعت رضائے مصطفٰے بریلی

عین اس وقت جبکہ ہندستان خود میدان جہاد بنا ہوا ہے۔ اور

---

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی: ص ۳۹، بابت ستمبر / نومبر ۱۹۶۳ء

(۲) ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ: ص ۱۵ تا ۱۷، بابت شوال / مئی ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء

آریہ، وہابیہ ہند کی شورشوں نے مجاہدین اسلام کو عدیم الفرصت کر رکھا ہے مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ اور خالص مذہبی جماعت یعنی جماعت رضائے مصطفٰے نے ترتیب وفد کے لئے تیاری ظاہر کی اور بطل سنت و شیر اسلام مفتی ہند نے اس کام (ابن سعود کے پاس وفد بھیجنے) کے لئے جیب خاص سے پانچ سو روپیہ کی گراں قدر رقم جماعت رضائے مصطفٰے کو عطا فرمائی ہے ــــــ (۱)

۱۹۲۷ء میں ابن سعود کی ظالم حکومت کی وجہ سے سات ہزار زائرین حج بیت اللہ کا اتلاف جان ہوا۔ ایسی صورت میں حرمین شریفین میں کبھی بھی نہ ہوئی ــــــ جماعت رضائے مصطفٰے نے ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو احتجاجی جلسۂ خاص کا اہتمام کیا، جس میں ہندستان کے چوٹی کے علماء نے شرکت کی اور حسب ذیل تجویزیں پاس ہوئیں:

اوّل: ــــــ اس سال مناسک حج کے موقع پر حکومت ابن سعود نجدی نے باوجود انواع و اقسام محصول لگا کر حاجیوں سے کثیر روپیہ وصول کرنے کے ان کے لئے آب رسانی کا کوئی معقول انتظام نہیں کیا۔ بدیں وجہ سات ہزار غریب الوطن حاجیوں کی عزیز ترین جانیں منیٰ و عرفات کے درمیان شدت پیاس سے بے چین، تڑپ تڑپ کر نشانۂ اجل ہو گئیں، اس حادثۂ جاں کاہ کی تمام و کمال ذمے داری حکومت سعود پر عائد ہوتی ہے۔

دوم: ــــــ باوجودیکہ جماعت رضائے مصطفٰے نے اس سال مسلمانوں کو شرعی اصول کے ماتحت التوا رحج کا مشورہ دیا تھا ــــــ افسوس کہ مسلمانوں نے اس سے غفلت برتتے ہوئے شوق زیارت کے جذبات میں عزم سفر کر دیا، نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس سال "وقوف عرفات" بجائے ۹ ذی الحجہ کے ۸ ذی الحجہ کو جمعرات کے دن بحکم ابن سعود کیا گیا۔ اس کی تصدیق واپس آئے ہوئے حجاج اور اردو اخبارات سے ہوتی ہے۔

جمعہ مبارکہ کو ۹ ذی الحجہ کا ہونا ۲۹ کی رویت سے مستحق تھا، ایسی صورت میں حج کسی طرح نہ ہوا، جو مسلمان کہ اپنا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے حاضر بیت اللہ ہوئے تھے

---

(۱) ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ: بابت جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ / بحوالہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۵۷

ان کا فریضہ ادا نہ ہوا، ذرہ فرض ان پر بدستور قائم رہا۔ اس کا سارا وبال حکومت ابن سعود پر رہا۔ اور اس میں صریح نافرمانی کی گئی، احکام خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسلمانوں کو ان واقعات سے آگاہ ہونا چاہئے ـــــ (۱)

محررہ، حکیم مولانا محمد اسمٰعیل رضوی، رکن جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی

۱۹۲۹ء میں حکومت ہند نے شرعی امور میں مداخلت کی، اور شریعت اسلامیہ میں کسی کی بھی مداخلت ایک غیور مسلمان برداشت نہیں کر سکتا ہے، اس وقت جماعت رضائے مصطفےٰ کی شاخیں پورے ہندستان میں پھیل چکی تھیں، حضرت مفتی اعظم کی ہدایت پر بریلی شریف میں ایک مرکزی جلسہ ہوا۔ جس میں حکومت کی شرعی امور میں مداخلت پر پر زور صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جلسہ کا انعقاد ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء بعد نماز مغرب زیر صدارت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی ہوا ـــــ جس میں شرع مطہر کی پابندی پر مقررین نے تقریریں کیں، اور ان لوگوں سے اظہار بیزاری کیا جو شریعت کی پابندی کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل مقصد کی طرف توجہ دی گئی۔ یعنی "شاردہ بل" کے متعلق مولانا ابو المعانی محمد ابرار حسن حامدی تلہری مدیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا ایک ریزولیشن بایں الفاظ پیش ہوا:

یہ جلسہ حکومت ہند کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ مسئلہ ازدواج میں تقیید عمر سے باز رہے۔ اور وہ اس وعدے کو یاد کرے جو کسی مذہب میں مداخلت نہ کرنے کے متعلق کر چکی ہے۔ نکاح یا زفاف کے لئے قانوناً کوئی عمر مقرر کرنے کا اسے کسی طرح کوئی حق ہے؟ ـــــ ایسے قوانین ضرور ہماری مذہبی و دینی آزادی سلب کرنے والے ہیں۔ مسلمان ایسے قوانین کو جابرانہ، اور قانون شرع میں ترمیم یقین کر رہے ہیں۔ اور اس سے دیندار مسلمانوں کی انتہائی دل آزاری ہو رہی ہے، آج حکومت کو ان امور میں جو من وجہ عبادت ہیں ابھارا جارہا ہے، اگر مسلمان اس پر خاموش رہے، اور انہوں نے ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لیا، اس پر جیسی بے چینی چاہئے اس کا اظہار نہ کیا تو کل حکومت ایسے امور

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور ص ۶، ۷، بابت یکم اگست ۱۹۲۶ء، ج ۶۵، ش ۵، ک ۲

کی طرف قانون سازی کے لئے متوجہ کی جائے گی، جو سراسر عبادت ہیں۔
کس قدر ستم ہے کہ جو قانون ہندو چاہتے ہیں اس کا نفاذ تمام کیا جاتا ہے۔
ہندو مذہب کے خلاف جو بات نہیں، کیا ضروری ہے کہ وہ اسلام کے خلاف بھی نہ ہو، اسلام نے ہمیں جن بارے میں آزاد کیا ہے ہم اس میں کیوں کوئی قید پسند کر لیں؟ ویسے ہی ہر قسم کی قیود کیا تھوڑی ہیں؟ ـــــ جو روز بروز پابندیاں اختیار کی جائیں (۱)

مذکورہ بالا ریزولیشن باتفاق رائے پاس ہوا۔

۴ر اگست ۱۹۲۰ء بروز شنبہ بوقت ۹ بجے شب جامع مسجد بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی جانب سے مسلمانان شہر بریلی کا کثیر الاجماع ہوا ـــــ یہ جلسہ "اخبار ہندو" کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے، اور شیخ سلیمان ابراہیم ایڈیٹر "آفتاب اسلام" سے اظہار ہمدردی کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔" "اخبار ہندو" نے اپنی کسی اشاعت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف اور ان کی شان مقدس میں بے حرمتی کی، اور اسلامیان ہند کے جذبات کو مجروح کیا، ذیل کی تحریکات کو اتفاق رائے سے پاس کیا گیا، اور حکومت ہند سے مطالبات منظور کرانے کے لئے جدوجہد کی گئی ـــــ ملاحظہ ہو:

۱ ـــــ مسلمانان بریلی کا یہ کثیر الاجماع جلسہ "اخبار ہندو" کے اس طرز عمل کو نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، جو اس نے اپنی حال کی اشاعتوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام، اور کعبۂ مقدسہ کی شان میں افتراء، اور سب وشتم کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی دل آزاری کر کے امن عالم میں خلل اندازی کی بنا ڈالی ہے۔

۲ ـــــ یہ جلسہ گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے کہ ایسے خلاف تہذیب، دل آزار، مخرب اخلاق، مذہب و پیشوایان مذہب کی توہین کرنے والے تمام پرچے ضبط کرے ـــــ اور اس کے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر کو عبرت ناک سزائیں دے کر مسلمانان ہند کے مجروح دلوں

(۱) اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ: دبدبۂ سکندری رام پور ص ۷، ش ۱۹، ۱۶، ج ۱۶، ک ۲

کی مرہم پٹی کرے، تاکہ آئندہ کے لئے ایسے فسادات کا سدِّباب ہو۔

۳ ــــ یہ جلسہ شیخ سلیمان ابراہیم ایڈیٹر "آفتاب اسلام" کے ساتھ ان کی اس مصیبت میں جو حمیتِ مذہب کی وجہ سے ان کو برداشت کرنا پڑی ہے، دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ وہ ان مصائب کو جو حمایتِ دین کی وجہ سے اٹھانا پڑیں، استقلال کے ساتھ برداشت کریں گے۔

۴ ــــ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے کہ ایڈیٹر "آفتاب اسلام" نے "اخبار ہندو" کے اشتعال انگیز اور دل آزار مضمون سے متاثر ہو کر اس کو، اس کی مذہبی روایات یاد دلائیں اگر وہ جواب ہندؤں کی مذہبی کتابوں میں، اور ان سے نقل ہو کر بار بار چھپ بھی چکے ہیں۔ تو محض ان کا نقل کر دینا ہماری رائے میں جرم نہیں ــــــ (۱)

شہر بریلی شریف میں ۱۹۲۱ء میں ایک ایسا ماحول کچھ شرپسندوں نے بنا دیا تھا کہ جگہ جگہ علماء بریلی کی توہین، اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی شان میں طرح طرح کے نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ چونکہ ابو الکلام آزاد کی آل انڈیا کانفرنس بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے مناظرین نے قلع قمع کر دیا تھا، اور "اتمام حجت تامہ" پیش کر کے سبھی کو ساکت کر دیا۔ یہ "اتمام حجت تامہ" یعنی ستر سوالات کے جواب خلافتی لیڈر نہ دے سکے (۲)

اسی وجہ سے ۱۹۲۱ء میں عید الفطر کے متعلق "خلافت کمیٹی" نے شور مچایا اور کچھ منصوبہ بند طریقے سے کہنے لگے کہ اس سال حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کو نماز عید کی امامت نہیں کرنے دیں گے۔ اگرچہ حجۃ الاسلام قدس سرہٗ مدتوں سے عیدگاہ بریلی کی امامت فرماتے رہے، مگر اس مرتبہ شہر کی فضا کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور ص ۹، بابت ۱۳ اگست ۱۹۲۰ء ش ۸، ج ۹۲ ک ۲

نوٹ:۔ مذکورہ اخبار کے ص ۱۰ کی فوٹو کاپی صاف نہ ہونے کی وجہ سے پوری رپورٹ نہیں لکھی جا سکی، چونکہ اصل اخبار کا حصول کار دارد ۱۲ رضوی غفرلہٗ

(۲) محمد شہاب الدین رضوی، مفتی برہان الحق جبل پوری، مشمولہ ماہنامہ سنی دنیا بریلی نومبر ۱۹۹۲ء

نوٹ:۔ مذکورہ مقالہ رضا اکیڈمی لاہور نے ۱۹۹۵ء میں کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔

راضی نہیں، اور یہ کہتے تھے کہ ان کے پیچھے کسی کی نماز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ "اتحاد ہنود" اور "نان کوآپریشن" کے خلاف ہیں۔ خلافتیوں نے اپنی کامیابی کے لئے بڑے سامان فراہم کر لئے تھے۔ مگر "وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے"۔

بروز پنجشنبہ یکم شوال ۱۳۲۱ھ کو عیدگاہ بریلی کے وسیع میدان میں مسلمانان بریلی کا اس کثرت سے اجتماع ہوا کہ دس بجے بالکل عیدگاہ بھر گئی، اس کے بعد آنے والوں کو باہر جگہ مل سکی، اس قدر مجمع عیدگاہ میں کئی سال سے نہیں ہوا تھا ــــــ تخمیناً بیس (۲۰) ہزار آدمی ہوں گے، حالات بڑے نازک تھے، جماعت رضائے مصطفےٰ نے حالات کے پیش نظر ایک روز قبل سے وہاں جملہ سامان راحت مہیا کر دیا تھا۔ وضو کے لئے لوٹے، ــــــ بڑے بڑے کڑھاؤ تھے، جن میں پانی کا اعلیٰ طریقے پر انتظام تھا ــــــ سقہ لوگ کثیر تعداد میں لوٹے بھر رہے تھے، جماعت رضائے مصطفےٰ کے کارکنان اپنے گلوں میں، جماعت مبارکہ کا علامتی نشان ڈالے ہوئے لوٹے بھرنے پر ستعد تھے۔ کسی شخص کو کڑھاؤ سے پانی لینے کی تکلیف نہ اٹھانا پڑی، جماعت رضائے مصطفےٰ نے دو کڑھاؤ میں برف کا پانی بھر رکھا تھا۔ اور جماعت مبارکہ کے کارکن بھر بھر کر پلا رہے تھے اور کچھ کارکن لوٹوں میں پانی بھرے ہوئے عیدگاہ کے اندر پانی پلانے پر مامور تھے۔

عین نماز کے وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، جماعت رضائے مصطفےٰ کے ممبران اور رضا کاروں، سر کردہ شخصیات کے ساتھ عیدگاہ تشریف لائے ــــــ عیدگاہ میں موجود رضا کاروں اور حاضرین نے شاندار استقبال کرتے ہوئے بصد شان و شوکت منبر پر لائے، اللّٰہ اکبر اور یا رسول اللّٰہ کے نعرے بلند ہو رہے تھے، صفیں قائم ہوئیں حضرت حجۃ الاسلام نے نماز عید کی امامت فرمائی، اور مخالفین کے چہرے حق کے سامنے فق نظر آ رہے تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کا انتظام ملکوتی تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ بطفیل سیدی المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم، جملہ اہل حق کی اسی طرح فتح بخشے اور حق کا بول بالا کرے (آمین) ــــ (۱)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب فضا ہموار ہو چکی

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۳، بابت ۲۰ جون ۱۹۲۱ء، ش ۴۰، ج ۵۷، ک ۱، ۲

ہے، مسلم قوم اپنی کھوئی ہوئی ہمت و جرأت کو دوبارہ حاصل کر چکی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ قوم کے عزم و استقلال کا اجتماعی مظاہرہ کیا جائے تاکہ حریف قوتوں کی ہمتیں پست ہوں، اور مسلمانوں کی ہمتیں مزید بلند ہوں ـــــ اس لئے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے پلیٹ فارم کو مسلمانوں کے عزم و استقلال کے اجتماعی مظاہرے کے لئے استعمال کیا، حضرت مفتی اعظم نے اپنی دنیاوی ضرورت کو نظر انداز کر کے اپنا ذاتی سرمایہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لئے خرچ کیا، ملک کے اطراف و جوانب میں ہر چہار جانب آپ نے جماعت مبارکہ کے اجلاس عام منعقد کرائے، جس میں مسلمانوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے سبق حاصل کرنے کا پیغام دیا گیا ـــــ جماعتِ مبارکہ نے اپنے اجلاس کے ذریعے قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا، اخوت اسلامی کا جذبہ فراواں کیا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی کوششوں سے ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی اجتماعی قوت کو بڑھایا، قوم کے انتشار کو ختم کیا، تاجدار مدینہ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے ترانوں سے سارا ملک پھر گونجنے لگا، اب مسلمان اس قابل ہو چکے تھے کہ وہ حالات کا مقابلہ اجتماعی طور پر کر سکتے تھے ـــــ یاران سیاست کو بھی یقین ہو چلا تھا کہ مسلم قوم کو نہ تو فسادات کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے، اور نہ ان کے شرع میں مداخلت کر کے بھگایا جا سکتا ہے۔ حضرت مفتی اعظم اگر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو متحد و مستحکم نہ کرتے تو آج مسلمان اس لائق بھی نہ ہوتے کہ اپنے دستوری و آئینی حق کے لئے جدو جہد کر سکتے ـــــ حضرت نے اپنے آرام و آسائش کو، اپنے وقت و سرمائے کو قوم مسلم پر قربان کر دیا تھا۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کا مخلص رہبر اور جرأت مند، خدا شناس صرف حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی ذات تھی، اور کوئی تنظیم نہ تھی۔ صرف جماعت رضائے مصطفےٰ کے علاوہ باقی تنظیموں نے دم توڑ دیا تھا۔

ہندوستان میں آئینی اعتبار سے مسلمانوں کے حقوق کو غصب کرنے کی سازش کی گئی۔ اس سازش کا پہلا قدم "وقف ایکٹ" اور "قاضی ایکٹ" کا دوبارہ اجراء تھا جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے اوقاف کو خرد برد کرنے اور مسلم پرسنل لا کی شکل کو مسخ کرنے

کی مہم کا آغاز ہوا، دونوں بل بنوائے گئے۔ چونکہ دونوں "بلوں" سے مسلمانوں کے مفادات مجروح ہوتے تھے ـــــ اس لئے حضرت مفتی اعظم نے دونوں بلوں کی مخالفت کی، اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے ذریعے احتجاجی اجلاس ملک کے مختلف مقامات پر منعقد کرائے، اور ساری شاخوں (جماعت رضائے مصطفےٰ کی دیگر شاخیں) کو ہدایات جاری کر دیں، پورے ملک میں ہل چل مچ گئی، جن میں تجاویز پاس کرا کر مذکورہ بالا بلوں کو کالعدم کرنے پر زور دیا گیا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے ہر اس اہم موقع پر آگے قدم اٹھایا۔ جب مذہب، بانی مذہب اور شریعت اسلامیہ پر کسی نے ذرا بھی انگشت نمائی کی۔ پھر تو احتجاجی جلسوں کی ایسی داغ بیل پڑی کہ اس قانون اور بل کی مخالفت مسلمانوں نے کرنا شروع کی جو ان کے مذہب کے پالیسی کے خلاف ہوتا ـــــ (۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کتاب "رنگیلا رسول" چھپی، کتاب کا منظر عام پر آنا تھا کہ جذبۂ اسلامی اور حب رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سرشار مسلمانوں کے دلوں میں ہنگامہ سا مچ گیا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام ۲۴؍ جون ۱۹۲۷ء کو بصدارت خان بہادر منشی محمد اصغر علی خان رئیس اعظم بریلی و چیرمین شہر بریلی جلسہ منعقد ہوا، اس اجلاس میں علماء بریلی نے شرکت فرمائی۔ اور خاص طور سے تقریر حکیم مولانا محمد اسمٰعیل رضوی (رکن جماعت مبارکہ) نے فرمائی، اور حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں،

۱ ـــــ مصنفِ کتاب "رنگیلا رسول" نے مورخانہ حیثیت سے یہ کتاب نہیں لکھی ہے، بلکہ ۱۹۲۳ء سے جو باقاعدہ اور منظم طور پر آریہ سماج کی طرف سے مسلمانان ہند کے خلاف شورش برپا ہو رہی ہے۔ اس لئے مخالفت میں یہ اور اس کے مثل دوسری کتابیں لکھی گئی ہیں ـــــ اس کتاب کے ذریعہ سات کروڑ (اب ۴۰ کروڑ مسلمان) مسلمانان ہند رعایائے گورنمنٹ کا دل دکھایا گیا ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانان بریلی شریف گورنمنٹ سے پرزور الفاظ میں اپیل کرتے ہیں کہ اس معاملے میں گورنمنٹ نظر ثانی کرے۔

۲ ـــــ مسلمانان بریلی کو کارکنان مسلم اوٹ لک لاہور سے پوری ہمدردی ہے، اور انکو کتاب

(۱) عبد الوحید بیگ، مرزا محقق: حیات مفتی اعظم حصہ اول ص ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۴، ادارہ تصنیفات مفتی اعظم بریلی

"رنگیلا رسول" کے ضمن میں جو تکلیف پہنچی ہے اس پر یہ جلسہ اپنا کمال رنج و افسوس ظاہر کرتا ہے۔

۳ ــــ جبکہ کتاب "رنگیلا رسول" کے ضمن میں لوگوں کو سزا و قید و جرمانہ کی تکلیف پہنچی ہے تو اصل مصنف کتاب مذکور کو ضروری قید و جرمانے کی تکلیف گورنمنٹ کی جانب سے ازراہ انصاف پہنچانا لا بُدَّ ہے۔

۴ یہ جلسہ کتاب "رنگیلا رسول" والے معاملے میں نئے شہر بریلی کے اس جلسے کی زبردست تائید کرتا ہے۔ جس کے داعی ناظم (مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی) جمعیت الانصار الاسلام بریلی ہیں اور جو نو محلہ بریلی میں تاریخ ۴ جون ۱۹۲۷ء کو مسجد کلاں میں منعقد ہوا ہے۔ ــــ (۱)

کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نے ہر وہ ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جس سے تبلیغ اسلام ہوتی ہو، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا، اپنے صرفہ سے کتابیں شائع کر کے قوم و ملت تک مفت تقسیم کرتی، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کثیر کتب شائع کرنے پر جماعت مبارکہ مقروض ہو جاتی ــــ جماعت کے صدر دفتر آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی سے "ماہنامہ یادگار رضا" کا اجرا ہو، یہ یاد رہے کہ اس سے قبل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سرپرستی میں اور مولانا حسنین رضا خاں کی ادارت میں "ماہنامہ الرضا" کے بند ہونے پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی سرپرستی اور مولانا ابرار حسن تلہری کی ادارت میں "ماہنامہ یادگار رضا" کا اجرا ہوا۔ سارا خرچ طباعت جماعت رضائے مصطفےٰ برداشت کرتی تھی، کچھ دنوں بعد حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم دونوں شخصیات کے باہم اشتراک و تعاون اور سرپرستی میں شائع ہوتا رہا، پھر دونوں بزرگ کی سرپرستی میں ایک عرصہ دراز تک کامیابی کے ساتھ نکلتا رہا (۲) ــــ "ماہنامہ یادگار رضا" بریلی کا اعلان اخبارات میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوا، ــــ ملاحظہ ہو:

---

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور: ص ۷-۶، بابت ۴ جولائی ۱۹۲۷ء ش ۱ ج ۶۵ ک ۱۰۲

(۲) ماہنامہ الرضا بریلی کے چند شمارے جناب مرتضیٰ علی رضوی بانس منڈی بریلی کے توسط سے راقم السطور کو ملے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام جلدوں کو حاصل کر کے اسکو بعینہٖ شائع کر دیا جائے۔ رضوی غفرلہٗ

جماعت رضائے مصطفےٰ کے صدر دفتر سے رسالہ "یادگار رضا"...... ہر قمری ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے۔ کارپردازان رسالہ نے یادگار رضا کو حسن ظاہری سے عروس کو بنانے میں سعی بلیغ کے صرف میں کوتاہی نہیں کی ــــ یادگار رضا میں علماء کرام، مشاہیر قوم کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جو دینی، مذہبی، تاریخی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی اور اخلاقی معلومات سے بھرپور ہیں۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ سرورق پر مدینہ طیبہ کا عکسی نقشہ رسالہ کی رونق کو دوبالا کرتا ہے۔ سالانہ چندہ مبلغ تین روپیہ ہے۔ ہم اپنے تمام حضرات اہل سنت، ناظرین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ترجمان کی خریداری سے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ (۱)

ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں مضامین بڑے گراں قدر ہوتے تھے۔ اس میں خود حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم لکھتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تلامذہ و خلفاء کا قلمی تعاون یادگار رضا کو حاصل تھا۔ مولانا سید محمد کچھوچھوی، مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم رضوی میرٹھی، مولانا سید احمد اشرف جائسی اور مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری (تلامذہ و اخلاف امام رضا) وغیرہ کے مسلسل مقالات شائع ہوتے رہے۔ اب اگر ان رسائل سے اکابر کے مضامین نکال لئے جائیں اور ان کو دوبارہ کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو ذخیرۂ کتب میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔

۱۳۴۸ھ میں ماہنامہ یادگار رضا بریلی مالی بحران کا شکار ہو گیا۔ اس قدر شدید مالی نقصان برداشت کرنا ہوا کہ رسالہ کو بند کر دینا پڑا ــــ کیونکہ اس کا سارا خرچ جماعت رضائے مصطفےٰ اٹھاتی تھی، اس سال جماعت مبارکہ کو بھی شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑا، اس کی تلافی کے لئے سرپرست جماعت حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کا ایک فرمان جاری ہوا جس کا متن پیش کیا جا رہا ہے:

---

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۱۵، بابت ۴ اگست ۱۹۳۰ء ش ۷ ج ۶۶

ہمیں یہ معلوم کر کے کہ گزشتہ تین سال میں جماعت مبارکہ کو رسالہ "یادگار رضا" کی بدولت شدید مالی نقصان برداشت کرنا پڑا، سخت افسوس ہوا، یہ جماعت مبارکہ کا ایثار اور اس کا اعانت دین کا صادق جذبہ ہے کہ وہ اس قدر شدید مالی نقصان اٹھانے کے بعد اولوالعزمی کے ساتھ "یادگار رضا" کو جاری رکھنے کے لئے تیار ہے۔ ہم یہ ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ "یادگار رضا" کے جاری رکھنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ رسالہ جملہ اہل سنت کا ترجمان ہو کر مصطفے اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت، مذہب و مذہبیات کی نشر و اشاعت کرتا رہے۔ اور اس کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عمدہ پیرائے میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا رہے۔

ہمارے خیال میں کوئی مسلمان جماعت مبارکہ کے اس مبارک اور زریں مقصد سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ ہم جملہ اہل سنت کو عموماً اور رضوی حضرات کو خصوصاً اس جانب توجہ دلاتے ہیں کہ وہ "یادگار رضا" کی ہر ممکن اعانت کے لئے تیار ہو جائیں، اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں ——— (۱) ملخصاً

۲۱ اپریل ۱۹۲۹ء بروز یک شنبہ صدر دفتر جماعت مبارکہ میں مسلمان بریلی کا ایک جلسہ زیر صدارت نواب سعید احمد خاں بریلوی (نبیرہ حافظ الملک سردار روہیلکھنڈ حافظ نواب رحمت خاں) منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش ہو کر منظور ہوئیں:

۱ ——— "آریہ سیوک اخبار جبل پور" نے اپنے "رشی بدھانک نمبر شواتری" میں تاجدار عرب و عجم حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر شائع کر کے جس دریدہ دہنی سے بیجا الزامات لگائے ہیں، اس سے مسلمانان عالم کے جذبات میں غیر معمولی خستگی پیدا ہو گئی ہے۔ مسلمان

(۱) ابرار حسن حامدی تلہری، مولانا: ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی ص ۲ بابت محرم ۱۳۴۸ھ/ ش ۱۱ ج ۲

نوٹ۔ ربیع الاول تا ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ، محرم اور صفر ۱۳۴۸ھ کے شمارے جناب حاجی قربان علی رضوی پیلی بھیتی کی عنایت سے راقم السطور کو دستیاب ہوئے، راقم موصوف کا شکر گزار ہے۔ جب دوبارہ ضرورت ہوئی تو انھوں نے دینے سے انکار فرما دیا۔ خدا جانے اس میں کیا مصلحت رہی؟

اپنے نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسلام کی ناموس پر مر مٹ جانے والے ہیں۔ وہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی طرح توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ یہ جلسہ "آریہ سیوک اخبار" کی گندہ زبانی و دریدہ دہنی اور اس شر انگیز جسارت کو انتہائی غم و غصے کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ فوراً اخبار مذکور کے خلاف قانونی کارروائی کر کے اسے کافی سزا دے، تاکہ دوسرے اخبارات آئندہ اس قسم کی ناپاک جرات نہ کر سکیں۔

۲ ——— یہ جلسہ مسلمانان ہند سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ ہر ضلع اور قصبہ میں اخبار مذکور کے خلاف جلسہ کر کے پر زور صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور انھیں اخبار مذکور کی اس فتنہ خیز اور اس سوز حرکت سے جو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا اور تکلیف ہوئی، حکومت کو اس جانب توجہ دلائیں تاکہ جلد از جلد حکومت کو اس اخبار کے خلاف قانونی کارروائی پر مجبور ہونا پڑے۔

۳ ——— یہ جلسہ حکومت سے پر زور درخواست کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس اخبار کو عبرت خیز اور سبق آموز سزا دے کر مسلمانان ہند کو اطمینان دلائے، ورنہ اگر مسلمانوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو کر چھلک اٹھا جس سے ملک کے امن عامہ کو کچھ نقصان پہنچا تو اس کی ذمے داری خود حکومت پر ہو گی، اور کیا عجب ہے کہ مسلمان حکومت کے کافی توجہ نہ کرنے پر یہ یقین کر لیں کہ "ہندوؤں" کی مسلمانوں پر نت نئی روز کی چیرہ دستیاں حکومت کی غفلت کے باعث ہوتی رہتی ہیں۔ (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر رہی تھی۔ ایسا نہ تھا کہ یہ سارے احتجاجات ہوتے اور حکومت وقت کان نہ دھرتی بلکہ جماعت مبارکہ کی تجاویز پر عمل درآمد بھی ہوا، بعد کے واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔ جماعت کے سرپرست اور قائد مفتی اعظم نے تبلیغی دورے شروع کئے تو ایک تانتا بندھ گیا ———
حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ گاؤں گاؤں جا کر تبلیغ اسلام کرتے اور جماعت مبارکہ کے مبلغین ساتھ ہوتے۔ تبلیغ دین متین کو روکنے کے لئے ہر طرح کی لابیاں آڑے آتی مگر جماعت رضائے مصطفےٰ کے پر عزم مبلغ ہندوؤں، آریوں، عیسائیوں، مرزائیوں اور دیابنہ کے منہ بند کر دیتے ان کا دنداں شکن جواب دیتے، اور کہیں کہیں سخت گیر مقابلہ ہو جاتا ——— حضرت مفتی اعظم

(۱) ماہنامہ یادگار رضا بریلی: ص ۲۱، بابت ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ ش ۹ - ج ۲

نے ہر محاذ پر جماعت کے مبلغین اور مناظرین کو کھڑا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخروئی عطا فرمائی۔ اس عظیم پیمانے کے پروگرام کا بار برداشت کرنا شخص واحد کے لئے معمولی بات نہ تھی اہل خیر حضرات جماعت مبارکہ کی اعانت کرتے، اور وقت ضرورت معاونت کی اپیل بھی ہوتی، ہر سال کی آمد اور اس کے اخراجات کی فہرست مع رسید نمبر مرتب کی جاتی، اور پورے سال میں جماعتِ مبارکہ کے کارہائے نمایاں کا اس میں اجمالی جائزہ لیا جاتا اور اگلے سال کے لئے پروگرام اور منصوبے پیش کئے جاتے۔ "روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی" کے نام سے مولانا سید ایوب علی رضوی مرتب فرماتے تھے، پہلے سال کی روداد پر ادیب شہیر صحافی و درویش شاہ فضل حسن صابری ایڈیٹر دبدبۂ سکندری رام پور (۱) تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے پہلے سال کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال میں جماعت نے کیا کیا کام کئے ہیں، اور کس قدر دین متین کی خدمت کی ہے۔ خدائے تعالیٰ اپنی رحمت خاص نازل فرمائے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر جن کے باقیات میں یہ جماعت ہے، جو لوگ کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمات کی قدر کرتے ہیں، ان کو خصوصیت سے اور جو اہل سنت ہیں ان کو عام طور سے لازم ہے کہ جماعت رضائے مصطفےٰ میں داخل ہوں، یہاں ایک ایک پیسہ دینی خدمات میں صرف ہوتا ہے، اور تمام ارکین فدایانِ مذہب و ملت ہیں ...... اس کی روداد کارکنان ہر جگہ میں پہنچا دیں تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بریلی سے علوم دینیہ کے کیسے فیض جاری ہوتے ہیں۔ اور صوبہ جات متحدہ میں ہزاروں دین دار رؤسا ہیں جن کے تعلقوں سے ہزاروں روپیہ دینی کاموں

(۱) مولانا شاہ فضل حسن صابری کی خدمات اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت اور اعلیٰ حضرت کو جو ان سے لگاؤ تھا اس کی تفصیل جاننے کے لئے راقم السطور کا مقالہ "امام احمد رضا فضل حسن صابری کی نظر میں" (مشمولہ معارف رضا انٹرنیشنل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) مطالعہ کریں۔ ۱۲ رضوی عفرلہ

میں لگ سکتا ہے۔ لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہمارے ممتاز دیندار صوفی منش بزرگ رئیس عالی جناب مولوی چودھری محمد عبد المجید خاں صاحب بہادر رئیس سہاور کے پچاس روپیہ کے عطیہ کے علاوہ اور کسی امیر کے خزانہ سے اس نہایت ضروری جماعت کو کچھ نہیں دیا گیا، اس پر جو افسوس کیا جائے کم ہے۔ ہم ارکین جماعت کو توجہ دلائیں گے کہ وہ ایک ایک کاپی اہل سنت رؤسا کے پاس بھیج دیں، اور مبلغین جماعت کو ہدایت کی جائے کہ وہ جماعت کے مقاصد کے لئے نشر و اعلان میں کوشش کریں — (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی ہر سال باقاعدہ طور پر روداد شائع ہوتی تھی، اس جماعتِ مبارکہ نے ماضی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی — افسوس اس بات کا ہے کہ اس عظیم الشان تنظیم کو قائد و سربراہ کے وصال کے بعد چلا نہ سکی، ورنہ اہل سنت کا ایک بہت بڑا محاذ و پلیٹ فارم ہوتا، جس کے ذریعے وہ اپنا مطالبہ اپنی بات ایوان بالا میں پہنچا سکتے تھے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس عظیم تحریک کا اب کہیں ذکر نہیں، اہل علم و دانش اور خصوصاً بریلی کے اہل علم نے اس کی کوئی تاریخ مرتب نہیں کی؟ — علامہ یٰسین اختر مصباحی نے ماہنامہ حجاز جدید دہلی کے کسی شمارے میں اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، انہی کی توجہ پر راقم السطور نے یہ چند سطریں قلم بند کیں:

قوم اپنی تاریخ خود بناتی ہے۔ اگر وہ نہ بنا سکی تو دنیا سے معدوم ہو جایا کرتی ہے۔ اہلِ علم و قلم کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے جماعتِ مبارکہ کے زریں صفحات نہیں ہیں۔

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور۔ ص ۴، بابت ۶ مارچ ۱۹۲۲ء ش ۲۷

کل ہند سُنّی اَوقاف کانفرنس دہلی

جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد اہم ترین خدمات رہی ہیں۔ ان میں مسلم متحدہ محاذ کا قیام اور اس کے زیرِ اہتمام دہلی میں کل ہند سنی اوقاف کانفرنس کا انعقاد خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ ــــــ راقم السطور ذیل کی سطور میں کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کی تفصیلی رپورٹ پیش کرتا ہے۔ اور اس ضمن میں علماء اہل سنت کی مجاہدانہ خدمات کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

کانفرنس کی غایت

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان خصوصاً سنی مسلمان جب سوتا رہے تو اس کے جاگنے کی کوئی میعاد نہیں ہوتی۔ وہ جب سوتا ہے تو وہ یہ سمجھ کر سوتا ہے کہ اب اس مادی اور فانی دنیا میں جاگنا نہیں ہے۔ اس کے آشیانے کو آگ لگا دی جائے، اس کا مال و زیور لوٹ لیا جائے، اس کے جگر پاروں، بہن و بھائی کو قتل کر دیا جائے، اس کے خفتہ جسم کو سیاسی پارٹیاں اپنے سروں پر لئے پھرتی رہیں، مگر وہ سونے میں اتنا ماہر ہے کہ جاگنے کا نام ہی نہیں لیتا ــــــ ہاں مسلمان اس وقت جاگتا ہے جب اس کے شعائرِ مذہبی پر حملہ ہو، خدا و رسول کی تنقیص کی جائے، مساجد و مزارات کی بے حرمتی کی جائے ــــــ اور پھر اسی مسلمان کے اندر اتنی حرکت آجاتی ہے کہ وہ تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ علماء اہل سنت نے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ اوقاف کے نام پر لمبے لمبے سائن بورڈ لگا کر مساجد و مقابر کا سودا کیا جا رہا تھا۔ اوقاف کی جائدادوں پر شاپنگ کامپلیکس بنائے جا رہے تھے۔ اور دیگر اوقاف کے امور میں وہابیت سرایت کر رہی تھی۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پوزیشن آج بھی باقی ہے۔ اور وقف کی جائداد خرد برد ہو رہی ہے۔

دہلی کی سرزمین کا انتخاب

سنی اوقاف کانفرنس ۸،۹،۱۰ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہندستان کی دار السلطنت دہلی میں، لال قلعہ اور جامع مسجد کے پریڈ گراؤنڈ میدان میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اہل سنت و جماعت کے لئے دہلی میں عظیم الشان پیمانے پر کوئی جلسہ و کانفرنس کرنا نہایت مشکل مرحلہ تھا، دہلی کی سرزمین سنیوں کے لئے کتنی ناہموار ہے اس کا علم ہر دانشور کو ہے۔ یہاں کی فضا سنی مسلمانوں کے لئے مسموم ہے۔ دہلی پر وہابیت کا سایہ ہے۔ ایسی جگہ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس کر لینا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔

حضور مفتی اعظم کی ہنگامی میٹنگ

کانفرنس سے قبل اس کے خطوط متعین کرنے کے لئے حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی سرپرستی و صدارت میں ۱۶ نومبر ۱۹۶۱ء بروز جمعرات ۱۰ بجے دن ایک مخصوص اور ہنگامی میٹنگ ہوئی ــــــ اس میٹنگ کا مقصد یہ تھا کہ دہلی میں ہونے والی کانفرنس کو کس طرح سے کامیاب بنایا جائے، جبکہ کانفرنس کے اخراجات (اس وقت) کا اندازہ تقریباً ۱۰،۰۰۰ ہزار روپے ہے۔ مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"آج سے چھ سال پہلے جب وقف بل پاس ہونے والا تھا، اس کی مخالفت میں علاوہ اور دیگر مقامات کے صرف گجرات سے ۲۷ ہزار خطوط اور تار حکومت کو بھیجے گئے تھے۔ ساتھ میں تقریباً ۴۰ آدمیوں کا ایک وفد بھی دہلی جا کر حکومت سے ملا تھا، جس میں زیادہ تعداد علماء کرام کی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمیٹی نے پانچ سوال پیش کئے کہ ان کے جواب کے لئے ایک تاریخ بھی متعین کر دی، اور یہ وعدہ کیا کہ جوابات آنے تک ہم بل پاس نہ ہونے دیں گے ــــــ میں نے اس سوالات کے جوابات جبل پور سے لکھ کر انکا ترجمہ انگریزی میں کرا کر ٹائپ کرایا۔ یہ کام آسان نہ تھا جو فوراً جواب دیا جاتا

غرضیکہ جوابات کو قسط وار بھیجنا شروع کیا تاکہ وہ پہلی قسط سے ہی ہمارے نظریات کا اندازہ لگا سکیں۔ لیکن انھوں نے پہلی قسط سے نتائج اخذ کرکے دوسری قسطوں کا انتظار کئے بغیر کچھ ترمیمات کرکے وقف بل پاس کردیا۔"

وقف کی جائداد کے خرد برد ہونے کی وجہ سے مسلم متحدہ محاذ جو جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام تھی، لال بہادر شاستری اور جواہر لال نہرو سے ایک وفد نے جاکر ملاقات کی اور ان سے گفتگو کی۔ اور وقف کے سلسلے میں تمام مسائل پر تبادلۂ خیال کیا ——

میٹنگ میں مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے جماعت مبارکہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے تشویش کا اظہار فرمایا:

> اب اس جماعت نے اس وقت وقف کے سلسلے میں جو کاروائی شروع کی وہ قابل تحسین ہے ...... آج خدا جانے کتنی تعداد میں مسجدیں اور اوقاف فروخت کئے جا چکے ہیں۔ مثال کے طور پر مسجد فتحپوری دہلی کو دیکھئے کہ اس کا کچھ حصہ فروخت کیا گیا، اور اس میں مکان بھی بنائے گئے۔ مسلم متحدہ محاذ کے افراد اپنی عبادت گاہوں کو بچانے اور دین کی خدمت کرنے کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں آئے ہیں۔ اس کی پہلی کانفرنس دہلی میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کے سلسلے میں اکابرین جماعت نے جو طوفانی دورہ ملک کا شروع کیا ہے، اس کی تفصیل بھی برابر خطوط کے ذریعے میرے پاس آرہی ہے۔

علماء کے خطوط بنام مفتیٔ اعظم

کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے انعقاد میں خصوصیت سے ان حضرات نے سرگرمی سے کام کی رفتار کو تیز کیا۔ اور اس کی کامیابی و کامرانی انھیں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

(۱) مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی

(۲) مولانا اسرار الحق سابق ایم پی

(۳) علامہ ارشد القادری، دہلی

(۴) مولانا امداد صابری دہلوی

چونکہ مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی صدر و سرپرست جماعت تھے اس لئے ہر ہر قدم پر آپ کی رہنمائی اور مشورے حاصل کرلینا از حد ضروری تھا ——— کانفرنس میں سب سے اہم رکاوٹ سرمائے کا حصول تھا۔ مگر مولانا کی ایک نگاہ نامعلوم کتنی مشکلوں کو حل کردیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان مبارک میں وہ تاثیر عطا فرمائی تھی کہ سربراہان مملکت قدم چومتے نظر آتے تھے۔

ذیل میں کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے منتظمین کے خطوط نقل کئے جارہے ہیں:

(۱) — فیض و رحمت حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم ——— السلام علیکم

مزاج گرامی! حضور کا اب مزاج کیسا ہے۔ ہم لوگ سنی اوقاف کے سلسلے میں سرزمین دہلی پر مصروف کار ہیں۔ بڑے زور و شور سے کام ہو رہا ہے، ایوان جمیعۃ العلماء (دیوبندی) میں ہلچل مچی ہے۔ کل ہم لوگ ہوم منسٹر لال بہادر شاستری سے مل رہے ہیں۔ تمام ہندستان میں دعوت نامے جاری ہیں۔ اور دلی خواہش ہے کہ اگر حضور نگاہ کرم فرمادیں، اور ذرا سا سہارا دے دیں تو انکا جنازہ گنگا کے گھاٹ پہنچا دیں گے۔ حضور اتنا کردیں کہ پورے ہندستان میں جہاں جہاں کے حضرات دامن رضویت سے وابستہ ہیں، ان کے پتے ہمارے دفتر میں بھجوادیں، یا حضور خود ان کو خط لکھوادیں کہ اپنے یہاں سے ۱۱ روپیہ فیس ڈیلیگیٹ بذریعہ منی آرڈر دفتر ضرور بھیج دیں۔ کیونکہ پورے ہندستان کے تمامی صوبہ جات کی ایک آل انڈیا فہرست ۱۹ نومبر کو ہوم منسٹر لال بہادر شاستری کے پاس پیش ہوگی کہ تمامی ہندستان کے نمائندے آرہے ہیں۔ اور اس کانفرنس کو پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی معیت حاصل ہے۔ حضور یہ سنیوں کا پہلا قدم ہے جو سرزمین دہلی میں جمیعۃ العلماء کے سینہ پر جمیعۃ العلماء کے خلاف ہو رہا ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے ہزاروں روپیہ کے تار وغیرہ سنی وقف بورڈ و قاضی بل کے خلاف دیئے گئے، اگر حضور کو علم ہے کہ کچھ زیادہ خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ لیکن آپ حضرات کے دلی جذبات آج بروئے کار نظر آرہے ہیں۔ حضور محدث اعظم ہند اور مولانا ظفر الدین رضوی صاحب (ملک العلماء) و دیگر اکابر اہل سنت کو مجبور کریں کہ ۷، ۸، ۹ دسمبر کو اس کانفرنس میں قطعی طور پر تشریف فرماکر اس کو کامیاب بناکر ہم لوگوں کی حوصلہ افزائی کریں۔ تاکہ سنیت

کے فروغ کے لئے کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہمارے مقابل آجائے، تو اس سے ٹکر لے لیں۔ اگر خدانخواستہ اکابرین نے کنارہ کشی اختیار کی تو جو کچھ ہمیں کرنا ہے وہ تو ہم کر گزریں گے، مگر بعد میں کسی شکایت کی گنجائش باقی نہ رہے گی ـــــ حضور اس وقت تھوڑی مدد کریں، یوں تو ہم لوگ پورے ملک میں دورہ کرنے کے لئے ۲۲ر اکتوبر (۱۹۶۱ء) سے نکل رہے ہیں، اور انشاء اللہ کامیاب ہوجائیں گے۔ اس وقت اخراجات کا جو تخمینہ لگایا جارہا ہے، وہ پندرہ ہزار سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ اب اگر حضور نے سرپرستی نہیں فرمائی، اور اپنی کرسی سے کام نہیں لیا، تو یہ کیسے کام چلے گا۔

آپ کا ـــــ سید مظفر حسین کچھوچھوی، اردہلی ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

(۲) سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند ـــــــــ السلام علیکم

سید مظفر حسین صاحب کے خط سے سب کچھ معلوم ہوگیا ہوگا، اگر حضور کرم فرمائیں گے تو ہم سنیوں کی لاج رہ جائے گی، اور ایک بار لال قلعہ کے سامنے بدعتیوں، وہابیوں کو موت کی میٹھی نیند سوجانا پڑے گا ـــــ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس کا لٹریچر ملاحظہ کے لئے ارسال ہے۔ جبل پور میں حضور سے تمام تفصیل عرض کروں گا، اس وقت حضور ہم لوگوں کی کامیابی کے لئے کوئی لائحۂ عمل تجویز فرمائیں۔ تاکہ اس کے تحت ہم لوگ گامزن ہوں۔

طالب دعا ـــــ اسرار الحق غفرلہ، ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

(۳) سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ ـــــ سلام عقیدت

ہم لوگ دوسرے دن صبح کو دہلی پہنچ گئے، اور اپنی اپنی ذمے داریوں کو سنبھال لیا۔ اب بڑی تیزی کے ساتھ کام آگے بڑھ رہا ہے۔ قدم قدم پر مولوی امداد صابری شریک حال ہیں۔ یہ معلوم کرکے حضور کو مسرت ہوگی کہ پرسوں پریڈ گراؤنڈ کا اجازت نامہ مل گیا۔ مولانا اسرار الحق صاحب کل طوفان سے اپنے دورے پر روانہ ہوگئے ـــــ حضور کی اپیل سے سارے سنی حلقے جاگ پڑے ہیں۔ ملک کے طول و عرض سے مراسلات کے انبار لگ رہے ہیں۔ کل ہند سنی جماعتوں کے سربراہوں کے نام ایک مراسلہ برائے اشاعت سنی اخبار و جرائد میں بھیج دئے گئے ہیں جس کی نقل حضور کی خدمت میں مرسل ہے۔

نیاز کیش ـــــ ارشد القادری، ناظم نشریات سنی اوقاف کانفرنس دہلی ۱۹۶۱/۱۰/۱۱

(۴) سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ حضور بریلی شریف میں رونق افروز ہوں گے۔ جبل پور سے متعلق رقم کی طرف سے مایوسی ہوگئی، حضور کو علم ہے کہ فوری اہم ضرورتوں کے پیش نظر مذکورہ رقم کے لئے درخواست کی گئی تھی، ملک میں جوش پھیل گیا، لوگ حضور کی اپیل پر بہ ہزار عقیدت اخلاص لبیک کہہ رہے ہیں۔ مگر سرمائے کی فراہمی میں پھر بھی تاخیر ہوگئی، اس وقت اہل سنت کی عزت کا سوال ہے، شب و روز کی مصروفیات میں وہ لمحے انتہائی دلدوز ہوتے ہیں، جبکہ ضرورت کے پیش نظر وقتی سرمایہ نہ ہونے کا تصور آجاتا ہے۔ اس ہنگامی کشمکش اور عالم فکر میں ہر طرف سے مایوس ہوکر نگاہ کرم طلب حضور کی ذات مقدس پر پڑگئی ہے۔ اگر حضور تار سے فوراً ہی دو ہزار روپیہ کا انتظام کردیں، یا کسی معتبر صاحب کے ہاتھ ارسال فرمادیں تو بے حد کرم نوازیاں ہوں گی۔ (۱)

فقط والسلام

غلام محمد رضوی مصطفوی دہلی، ۱۳ر نومبر ۱۹۶۱ء

مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی نے مذکورہ خطوط ہنگامی میٹنگ میں پڑھ کر سنائے اور آخر میں فرمایا:

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کانفرنس کو ہر طرح سے کامیاب بنایا جائے تاکہ بہت جلد ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں۔

اس میٹنگ کے بعد مولانا بریلوی کی سربراہی میں ایک ریلیف کمیٹی کا قیام عمل میں آیا، اور عہدیداران کا انتخاب ہوا۔

کانفرنس کی کامیابی اور پاس شدہ قراردادیں

علماء اہل سنت کی انتھک جدوجہد سے باوجود شدید مخالفت کے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس تمام تر کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی، اور اس سے جمعیۃ اسلامی گروپ کی

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، ص ۵، ۶، بابت دسمبر ۱۹۶۱ء / ۱۳۸۱ھ

وقعت کا اندازہ دہلی کے عوام اور ارباب اقتدار نے لگایا ـــــــ کانفرنس کی کامیابی پر صوفی اقبال احمد نوری لکھتے ہیں، جو اس میں بذات خود شریک تھے،

جامع مسجد اور لال قلعے کے درمیان کل ہند سنی اوقاف کانفرنس کر لینا اور وہ بھی دہلی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ ایسی کامیاب کانفرنس جس کا اثر روح قلب پر تا زیست محفوظ ہو سکے، جس منظر کو دیکھنے کے لئے قلب مضطرب ہے، تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد کے بیٹھنے کا وہ عظیم الشان پنڈال، اور اس کے ارد گرد پھولداریوں اور خیموں کی دل کش قطاریں، وہ صدر دروازے کی سادگی مگر اس پر سبز گنبد کا حسین نقش، صدر دروازے اور پنڈال کے درمیان اسلامی پرچم کا لہرانا، دن کو انسانی سیلاب، رات کو شیران اسلام کا گرجنا، اس پر الیکٹرک فانوس کی جگمگاہٹ، ساتھ ہی اللہ اکبر، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، اور مسلم متحدہ محاذ زندہ باد، جماعت رضائے مصطفےٰ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے کیا کیف لٹاتے ہوں گے ان نعروں میں مسلمانوں ہی نے ساتھ نہیں دیا بلکہ لال قلعہ کے کنگوروں اور جامع مسجد دہلی کے میناروں نے بھی ہم نوائی کی۔ ان نعروں میں وہ ہمارا ساتھ کیوں نہ دیتے جبکہ ایک مدت دراز سے اپنے بچے وارثوں کی غفلت پر خون بہا رہے تھے، آج جبکہ ۸،۹ ستمبر کو ان کے وارث ملک کے گوشے گوشے سے ایک سرزمین بریلی کے بسنے والے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت کے لخت جگر الحاج مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند کی آواز پر عظیم جانی ومالی قربانی دینے چلے آئے تھے۔

الغرض ـــــــ کل ہند سنی کانفرنس دہلی نہایت کامیاب رہی اور اہل سنت کی فتح کا جھنڈا لال قلعے کی فصیل پر لہرایا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ۱۳ عدد تار مبارکبادی کے ارباب حکومت اور ممالک غیر کے سفارت خانوں سے موصول ہوئے۔ مسٹر لال بہادر شاستری نے فون پر وفد سے ملنے کا اشتیاق اور وقت ملاقات دریافت کیا۔ وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے بھی ملاقات کا وقت دیا،

۵ افراد پر مشتمل وفد نے ۱۲، ۱۳ دسمبر کو ملاقات کی اور تفصیلی بات چیت کی۔

اس عظیم الشان کانفرنس میں مختلف قراردادیں پیش ہوئیں اور متفقہ طور پر پاس ہوئیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قرارداد ـــــــ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس منعقدہ دہلی کا عظیم الشان اجلاس اترپردیش وقف ایکٹ ۱۹۶۰ء کی پالیسی، اسکیم اور شرائط سے اپنی بے اطمینانی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعے جس غیر منصفانہ طریقے پر حکومت نے جمیعتی طبقہ خیال کے لوگوں کو ہمارے اوقاف پر بالادستی کا جو حق دے دیا ہے اسے فوراً واپس لینے اور ختم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ اجلاس بدایوں، بہرائچ، سہارن پور، کانپور، بنارس اور آگرہ کے اوقاف کے علاوہ خصوصی طور پر مراد آباد کے شاہی مسجد، مدرسہ شاہی اور مدرسہ امدادیہ وغیرہ کے منتظمین و متولیان وغیرہ درمیان جمیعتی لیڈران کے سفارشی خطوط پر سنٹرل وقف بورڈ یوپی نے قانون کا غلط سہارا لے کر جو افسوس ناک نزاع پھیلا رکھی ہے۔ اور ان اداروں کی تولیت اور انتظام و جمیعتی عقیدے کے لوگوں کو مسلط کرنے کے لئے دھمکی آمیز اور معاندانہ احکام جاری کر کے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس کے خلاف اپنے جذبات بیزاری و مذمت کا اظہار کرتا ہے۔ اور حکومت یوپی کو مطلع کرتا ہے کہ اس طرح کی جارحانہ کارروائی کا فوراً سدباب کرے ورنہ یہ اجلاس خطرہ محسوس کرتا ہے کہ وقف اور مقصد وقف دونوں ختم ہو جائیں گے۔

محرک: راحت مولائی

موید: حاجی فیضان الٰہی

مزید تائید: مصطفےٰ احمد راشد حیدری

(۲) قرارداد ـــــــ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کا عظیم الشان اجلاس عام مرکزی اور ریاستی حکومت کے اس جانب دارانہ رویئے پر سخت مذمت و نفرت کا اظہار کرتا ہے جو انھوں نے مرکزی اور ریاستی قوانین سنی اوقاف میں آئینی طور پر اس مخصوص طبقہ خیال کے لوگوں کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے۔ جو اپنے مذہبی موقف کے اعتبار سے واقفین کی ہدایات پر عمل نہیں کر سکتے۔ اور نہ ان کے حق میں ثواب اخروی بہم پہنچا سکتے ہیں۔ جسے حاصل کرنے کے لئے

انھوں نے لاکھوں روپے کی جائدادوں کے وقف کو ان کے انتظام و انصرام کا بار ہمارے کاندھوں پر رکھ دیا ہے۔ اور جس طرح بعد اب تمام مسلمان نہ صرف واقف بلکہ خدا کے سامنے بھی ذمے دار بن گئے ہیں۔

یہ اجلاس حکومتوں کی اس بے خبری پر اظہار حیرت و افسوس کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان کے تئیں جو بھی آئینی شعبہ ہے وہ سنی ہے۔ حالانکہ شیعہ طبقوں کے درمیان اندرونی طور پر بھی کسی اعتقادی فرقے ہیں جن کا مذہبی اور طبقاتی مفاد آپس میں بالکل مختلف ہے، اس لئے یہ امر بھی تکلیف دہ ہے کہ سنی اوقاف کے سلسلے میں یہ اہم ترین نکتہ نظر انداز کر کے حکومتوں نے اوقاف کے انتظامات میں صرف انھیں لوگوں کو کل اختیارات دے رکھے ہیں جن کا عقیدہ و عمل واقفین کی ہدایات کے بالکل برعکس و منافی ہے۔ اور ایسا صرف اس لے کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ آج حکومت کا ہم نشین و شریک کار اور حکومت کی ہر غلط و صحیح بات پر لبیک کہنے والا ہے۔ اس سے جمہوری تخیل کی سخت ترین توہین و تکذیب ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو دستور ہند کے خلاف و منافی اختیارات قانون ساز سے باہر ہے۔ اس لئے یہ عظیم الشان اجلاس بالاتفاق آرا طے کرتا ہے اور پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ مرکزی وقف ایکٹ، ریاستی وقف ایکٹوں اور درگاہ خواجہ ایکٹ میں مرکزی اور ریاستی سطح پر فوراً ایسی ترمیمات کی جائیں جن سے یہ امتیاز ختم ہو اور سنی وقف بورڈوں میں صرف وہ لوگ آسکیں جو عام مسلمانوں کے اکثریتی عقائد کی نمائندگی کرتے ہوں۔ اور اوقاف کے منتظمین صرف وہ لوگ ہیں جن کے اور واقفین کے درمیان اعتقادی اور فکری یک جہتی ہو۔

یہ اجلاس منظور کرتا ہے کہ یہ ترمیمات جلد از جلد کی جائیں۔ ورنہ ہم مسلمانوں کو قطعی حق ہوگا کہ وہ آئینی طور پر حکومت کو مجبور کردیں، کہ وہ ہمارے ان تمام مطالبات کو تسلیم کرے اور صحیح طور پر عمل پیرا ہو۔

محرک : مولانا امداد صابری دہلوی

مؤید : مولانا مظہر ربانی جبل پوری

(۳) قرارداد ــــ یہ عظیم الشان اجلاس عام اس بات کا بلا خوف تردید اعلان و اظہار کرتا

ہے کہ آزادی ملنے کے بعد یہ توقع تھی کہ وہ جماعت جس نے جنگ آزادی میں سب سے زیادہ قربانیاں دیں، اور جو ایک مخصوص اور وسیع زاویۂ نگاہ رکھنے کی مدعی تھی، برسر اقتدار آنے کے بعد ایسا طریقۂ کار اختیار کرے گی جس سے بھارت کے ہر شہری کو سکھ و چین اور آرام ملے گا لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کہ اس جماعت نے بھی طبقاتی جنگ، فرقہ وارانہ کشمکش اور انفرادی زور آزمائی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔

جہاں کانگریس اور اس کی بنائی ہوئی حکومت دیگر شعبہ جات زندگی میں جانب داری اور اقربا پروری کے جذبے سے کام لے رہی ہے وہاں اس نے مسلمانوں کے اوقاف جیسے اہم ترین شعبے کو بھی ایک مخصوص طبقۂ فکر و خیال کے لوگوں کو سپرد کر کے عام مسلمانوں کے حقوق کی بری طرح پامالی کی ہے۔ اور سخت اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ مقاصد واقفین تو الگ رہے خود اوقاف ہی کہیں ختم نہ ہو جائیں۔ اوقاف کی آمدنی کا مصرف، اوقاف کا تحفظ، اوقاف کی واگزاری، اور اوقاف کے صحیح انتظام و انصرام حسب ہدایت واقفین وغیرہ وغیرہ جیسی اہم ترین ذمے داریاں آئینی طور پر دیدہ و دانستہ چند ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں منتقل کردی ہیں، جن کی بدولت سنی اوقاف مختلف طرح کے خطروں سے دوچار ہیں۔

محرک : سید شاہ اسرار الحق

مؤید : علامہ ارشد القادری

(۴) قرارداد ــــ یہ عظیم الشان اجلاس عام مسلمانوں کے واحد تعلیمی ادارہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے خلاف خود حکومتوں کی، اور حکومتوں کی درپردہ تائید اور شہ پر ملک کے تمام فرقہ پرست اور شرپسند عناصر کی بری اور انتقامی نظروں کو خوب محسوس کرتا اور سمجھتا ہے اور ادھر کچھ عرصے سے کسی خاص تنظیمی اسکیم کے تحت مسلم یونیورسٹی کو ختم کر دینے، اور اس کے مخصوص اسلامی ماحول و کردار کو بدل ڈالنے کی جو مذموم و تباہ کن کوششیں ہو رہی ہیں، ان کو کسی طرح سے گوارہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی وزیر تعلیم جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اب بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے۔ انھوں نے اور اتر پردیش کے وزیر داخلہ نے جان بوجھ کر جو فرقہ واریت کے زہر کے انجکشن لگائے ہیں، ان سے مسلمانوں کا بچہ بچہ بلبلا اٹھا ہے۔

ہے، اور واقعی مستحقین مسجد کی بجائے دوسرے لوگوں کو اس پر قبضہ کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ ان تمام باتوں پر اپنی دلی بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے مرکزی و ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مستحقین کی شکایات دور کرنے پر فوری توجہ دے، اور آئندہ اس طرح کی باتوں میں دوراندیشی تدبر اور ہوش مندی سے کام لے، اور عوام میں ایسا احساس نہ پیدا ہونے دے جس سے وہ اپنے کو مجبور و مظلوم اور مقہور سمجھنے لگیں۔

محرک : مفتی رفاقت حسین کانپوری

موید : مولانا رجب علی نانپاروی

مزید تائید : مولانا عبدالغفور حسین قادری

(۸) قرارداد ——— یہ عظیم الشان اجلاس حکومت ہند اور صوبائی حکومتوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ اردو زبان جو ملک کا عظیم ترین مشترکہ سرمایہ ہے، اور فرقہ پرست پارٹیاں جس کو طرح طرح سے ختم کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت سخت گیر پالیسی کے ذریعے ملک کے اس بیش قیمت سرمایہ اردو زبان کو محفوظ رکھنے اور ترقی کرنے کا بیش از بیش موقع دے۔

اس سلسلے میں یہ اجلاس مرکزی حکومت کی حالیہ کوششوں کو جو اس نے اردو کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں اختیار کی ہے سراہتی ہے۔ لیکن جب تک کوئی سخت گیر رویہ اختیار نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی بالکل غیر یقینی ہے، اس لئے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ جلد از جلد عملی قدم اٹھایا جائے۔

محرک : مولانا محمد یونس الٰہ آبادی

موید : مفتی غلام محمد خان ناگپوری

مزید تائید : مولانا ثناء اللہ امجدی

(۹) قرارداد ——— یہ اجلاس مسلمانان ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی بنائی ہوئی دینی تعلیمی مجلس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور جذبۂ وفاداریٔ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بنیادی عقیدے کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کے لئے اس کے مرتب ہونے والے نصاب تعلیم کو ملک میں رائج کرنے کے لئے مناسب ذرائع و وسائل پیدا

کریں۔ یہ اجلاس حکومت ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ جمعیۃ العلماء یا اس کے بنائے ہوئے دینی تعلیمی بورڈ اور اس طرح کے دوسری دینی تعلیمی کانفرنسوں کے نصاب تعلیم کو اسلامی مکاتب و مدارس میں رائج کرنے کا ہرگز ہرگز موقع نہ دے۔ اس لئے کہ ان کے نصاب تعلیم سے عام مسلمانان ہند کے احساس دل کو ٹھیس لگتی ہے۔

محرک : علامہ راشد القادری

موید : مفتی غلام جیلانی میرٹھی

مزید تائید : مولانا عبدالسمیع کانپوری

(۱۰) قرارداد ——— آل انڈیا وقف سنی کانفرنس کا یہ عظیم الشان اجلاس تمام شہداء الجزائر کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے مجاہدین جنگ آزادی الجزائر کے عزم و استقلال اور کامیابی کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور فرانس کی ظالم و جابر درندہ صفت حکومت کے خلاف اپنی ناراضگی اور سخت غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے مجاہدین آزادی کو اپنی دلی ہمدردی کا یقین دلاتا ہے اور طے کرتا ہے کہ عنقریب آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ اپنے اہتمام سے ملک گیر پیمانے پر "یوم الجزائر" منائے گا۔ (۱)

محرک : سید ظفر اقبال فاطمی بریلوی

موید : شفیق الرحمٰن برق مرادآبادی

جنرل الیکشن میں ووٹ کا مسئلہ

ہندوستان میں مسلمان ہمیشہ سے پریشان کیا جاتا رہا ہے، اور الیکشن کے موقع پر تمام سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتی ہیں، اور ہر پارٹی یہ باور کراتی ہے کہ ہم ہی ہیں مسلمانوں کے اصل محافظ ——— مگر الیکشن جیت جانے کے بعد کبھی دوبارہ مسلمانوں کی خیریت دریافت نہیں کی جاتی، اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر مقام پر مسلمانوں کو زیر کیا جائے، ان کی عزت و عظمت سے کھلواڑ کیا جائے، شریعت اسلامیہ میں مداخلت کی

(۱) اقبال احمد نوری، ماہنامہ نوری کرن بریلی ص ۳۰ تا ۴۰، باب جنوری ۱۹۶۲ء / ۱۳۸۱ھ

جائے۔ وغیرہ وغیرہ

یہی وہ تمام وجوہ ہیں جن کی بنیادوں پر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ۱۹۶۲ء کے جنرل الیکشن میں اپنا نقطۂ نظر تبدیل کیا۔ اور اس موقع سے فرقہ پرست اور جونی سیاسی پارٹیوں کو سبق سکھانے کی ٹھان لی تاکہ مسلمان مستقبل میں فوائد و ثمرات حاصل کر سکیں، ان کے ووٹ کا جائز حق مل سکے۔ یہ انقلابی اقدام کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے بھوج (گجرات) کے منعقد عظیم الشان اجلاس میں ۲۰۰ سے زائد شرکت کرنے والے علماء نے اٹھایا۔ مقتدر علماء کرام میں مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا نوراللہ شاہ حسینی حیدرآبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری، رئیس العلماء مولانا سید آل مصطفےٰ مارہروی، ڈاکٹر عبدالطلب پیرزادہ، مفتی عبدالقدیر بدایونی، علامہ مشتاق احمد نظامی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری، مولانا محبوب علی خاں رضوی بمبئی، نصرت اللہ عباسی رضوی، مفتی رضوان الرحمٰن فاروقی اندوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ تین روزہ کانفرنس تھی اور تمام اجلاس کی صدارت کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے صدر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے فرمائی۔

یہ اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ اپریل ۱۹۶۰ء کو بھوج (جو ریاست کچھ کا صدیوں دارالسلطنت رہا ہے اور اپنے جائے وقوع کے اعتبار سے کراچی بندرگاہ کے نہ صرف مقابل ہے بلکہ بہت قریب بھی ہے مگر اب یہ علاقہ گجرات صوبے میں آتا ہے) میں منعقد ہوا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ:

> ایک ریزولیشن کے ذریعے ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ آنے والے ۱۹۶۲ء کے جنرل الیکشن کے لئے کسی پارٹی یا امیدوار کو ووٹ دینے کا وعدہ نہ کریں، بلکہ ہر ایک کو یہ صاف جواب دیدیں کہ وہ اپنے مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کے حکم کے مطابق ووٹ دیں گے۔ (۱)

کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا فیصلہ نہایت موزوں تھا، چونکہ الیکشن کے وقت مسلمانوں کا ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے، اور پھر وہ اہمیت و وقعت چلی جاتی ہے۔ مذہبی علماء و قائدین کو چاہئے کہ آج متفقہ طور پر ایک پلیٹ فارم پر سے ایسے ہی فیصلے کئے جائیں، تاکہ بازی گر پارٹیاں مسلمانوں کے ووٹ کا غلط سودا نہ کر سکیں، اور اس کا صحیح و جائز استعمال ہو۔

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی: بابت جون ۱۹۶۰ء/۱۳۷۹ھ ص ۴۵

جماعت رضائے مصطفےٰ

علماء مشائخ اور اہل دانش کی نظر میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی

الحمد للہ جماعت رضائے مصطفےٰ رضائے مصطفےٰ ہے اور رضائے مصطفےٰ رضائے رب الارض والسما ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحمد للہ اس مبارک جماعت پر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست کرم ورحمت ہے اور ان کا ہاتھ نائب دست قدرت ہے ید اللہ فوق ایدیھم ید اللہ علی الجماعۃ۔ کریم عزوجل اسے مذہب اہلسنت وجماعت وخدمت خالصہ حق وہدایت پر دوام واستقامت عطا فرمائے اور اسے سنت واہل سنت کے لئے اپنے کرم کا باور سایہ دار درخت بنائے۔ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم ابدا علی صاحب السنۃ مالک الجماعۃ وحزبھا آمین والحمد للہ رب العالمین۔

علامہ شیخ احمد علی بن محمد امین متولی حرمین شریفین

اقول انا الفقیر الی اللہ تعالیٰ المسمے احمد علی ابن المرحوم
کہتا ہوں میں جو اللہ عزوجل کی طرف محتاج ہوں مسمّیٰ احمد علی بن مرحوم
محمد الامین متولی الحرمین الشریفین السابق قد زورت
محمد امین سابق متولی حرمین محترمین مجھے جماعت مبارکہ
جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام
رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی
وقد حصل للعبد الفقیر السرور والمناء بما رایتہ فی
زیارت کرائی گئی جس سے بندۂ محتاج کو فرحت عظیم اور سرور فخیم حاصل
اجتھاد اھل سنۃ والجماعۃ والسعی والغیرۃ والحمیۃ
ہوا کیونکہ میں نے اہلسنت وجماعت کی مساعی اسلامیہ اور امور دینیہ میں جدوجہد اور
الاسلامیۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علی مؤسس ھذہ جماعت

غیرت و حمیت اسلامیہ دیکھی اس جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے
رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مولانا بحرالعلم
بانی مبانی ہمارے سردار علم کے دریائے علم کے دریائے ناپید اکنار اور علوم قدسیہ
و تاج العلوم الزکیۃ المرحوم احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ
کے تاج مرجع حضرت احمد رضا خاں صاحب پر اللہ عزوجل کی رحمتِ
رحمۃ واسعہ۔ فقط
واسعہ نازل ہو فقط

۱۹ ذی الحجۃ الشریفۃ ۱۳۴۳ھ
۱۹ ذی الحجۃ الشریفہ ۱۳۴۳ھ
کتبہ الفقیر الداعی بالخیر
لکھا اس کو فقیر داعی بالخیر

احمد علی ابن المرحوم محمد امین متولی الحرمین الشریفین السابق
احمد علی ابن محمد امین سابق متولی حرمین شریفین نے

مولانا شیخ سیّد ابوالقاسم شاہجی اسمٰعیل میاں مارہروی

الحمد للہ جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا) اس زمانۂ پرفتن و عزت اسلام میں ہمارے دیار میں ایک بہترین مصداق ارشاد اقدس حضور سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم" ہے مطابق ارشاد قرآن کریم "لا یخافون لومۃ لائم" حمایتِ اسلام و سنت و مدافعت اعدائے دین و ملت میں محض متوکلاً علی القادر المقتدر جل جلالہ کمر بستہ و سینہ سپر ہے۔ مولیٰ قدیر عزّ نوالہ اس کی ان خدمات و مساعی جلیلہ دینیہ میں روز افزوں برکات و ترقی و کامیابی عطا فرمائے اور انہیں شرف قبول بخشے۔ اور فقیر کو اور جملہ اراکین جماعت و اہلسنت کو ایسی جماعت مبارکہ کی ان متبرک خدمات میں ہر طرح کی امداد و اعانت کی

توفیق دے اور ان کی فیوض و برکات سے بہرہ مند و مستفیض فرمائے آمین آمین بجاہ السید الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

حضرت مولانا سید مہدی حسن میاں سجادہ نشین سرکار مارہرہ

جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے جن دینی خدمات کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے وہ بہت قابل قدر ہیں اور بہت ضروری و مفید۔

مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف

نحمدہ و نصلی علیٰ ہذا فقیر سید ابو احمد المدعو محمد علی حسین سجادہ نشین اشرفی جیلانی بصدق دل اس جماعت کے لئے دعا کرتا ہے اور فی الحقیقۃ اس زمانہ پر آشوب میں اس جماعت کی از حد ضرورت سمجھتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی

فقیر کو اس جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کی بہت سی مبارک و قابل قدر دینی خدمات سے ذاتی واقفیت ہے۔ مولیٰ عزوجل اُس کی ان خدمات میں خلوص اور انھیں اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے اور ایسے خدمات دینی کی توفیق بیش از بیش عطا فرماتا رہے اور تمام مسلمانوں کو اُن خدمات کی برکات میں بہرہ مند

ہونے اور اُن کی تائید و اعانت کی توفیق دے۔ وہ مبارک مقاصد جو اس سنی جماعت کے نصب العین ہیں فقیر کو اُن سے کامل اتفاق ہے اور بحمدہ تعالیٰ وہ بہت ہی ان شاء المولیٰ الکریم اسلام و مسلمین کے لئے نافع و مفید ہیں۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد صلاۃ الرضی و علی آلہ و صحبہ رضاء الرضی حماد المحمود کل حامد رضاء المصطفیٰ احمد رضا و مصلیا و مسلما علی سیدنا و مولانا محمد نال من مولاہ احمد رضاہ و علی آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ ؛ و من والاہ ؛ سیما علی من وقف محیاہ ؛ لحمایۃ الدین و القطعہ المفسدین ؛ فحمی حماہ ؛ و حرس سناہ ؛ فبلغ ربہ الی مناہ و رضاہ و من کنوس وصالہ سقاہ و اراواہ ؛ سیدنا والدنا المرحوم برحمۃ مولاہ ؛ تعالیٰ علاہ ؛ امام اھل السنۃ مولنا و مولی الکل فی الکل الحاج القاری الشاہ ؛ احمد رضا خان القادری البریلوی طیب اللہ ثراہ ؛ و جعل الجنۃ مثواہ ؛ و رضی عنہ و عنا ارضاہ ؛ غب ھذا ؛

گدائے آستانہ عالیہ رضویہ و نوریہ قدسیہ، فقیر ناسزا، سراپا معصیت و خطا محمد المعروف بحامد رضا القادری الرضوی النوری البریلوی سقاہ ربہ من نمیر منہل کرمہ المروی و حماہ عن حر شر مزدی عرض رسا۔ حمد اُس کے وجہ کریم کو جس نے ہمیں سرکار دو عالم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بندگان بارگاہ بے کس پناہ میں کیا۔ اور سیدنا غوث الاعظم المعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلقہ بگوشی کا فخر بخشا۔ اور امام اہلسنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ و کعبہ نور اللہ مرقدہ کی گدائی آستانہ کا تاج شاہانہ ہمارے سر پر رکھا

؎ عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدائے ؛ ما ہمہ بندہ و این قوم خداوندانند

اس بارگاہ عالی کے غلام ذیشان لیا و ذرکل تک نصاریٰ کے غلام اور آج مشرکین کے غلام نہ انھوں نے کل تک اولی الامر منکم کا مصداق نصاریٰ کو ٹھہرایا نہ آج مشرک کو امام مہدی و مذکر مبعوث من اللہ و نبی بالقوہ بتایا ہم دامان کرم قادریت کے سایہ رحمت میں رہے دین و دنیا و آخرت میں ہر بلا ہر آفت سے بچے۔ جو اُن سے پھرے حق سے پھرے خسر الدنیا والاخرہ و ذالک ھو الخسران المبین کے مصداق ہوئے۔ ہمارے علمائے اہلسنت روش امام اہل سنت اعلیحضرت پر چلے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ کا فرض ادا کرتے رہے۔ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کو شیطانی گرگوں ذیاب فی ثیاب کے حملوں سے بچاتے رہے۔ دین کے چوروں نے مسلمانوں کی گٹھریاں ماریں ایمان کے راہ ماروں نے متاع ایمان کی لوٹ کردی۔ کفر و ضلال کی آندھی شورش و یورش پیروان گاندھی نے مسلمانوں کی جان و مال عزت آبرو دین ایمان سب پر بنا دی تو وہ کون تھا جس نے حمایت حق کا جھنڈا اُٹھایا۔ دین الٰہی کی نصرت فرما تا میدان وغا میں آیا دین کے چوروں کو کفر شکن نعروں سے للکارا۔ ایمان کے قزاقوں سے مسلمانوں کا جان و مال دین ایمان بچایا۔ اُس کے آتے ہی فتح و ظفر کے نشان چمکے فضائے اجلال و ہوائے اقبال میں پھریرے لہرائے سوراجی راجدھانی میں زلزلے آئے۔ حریفانِ اسلام کے پاؤں لڑکھڑائے گاندھوی شغال کفر و ضلال کے روباہ خصال کحمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ کی مثال بھاگتے نظر آئے یہ شیر بیشہ اہل سنت مجدد دین و ملت امام اہلسنت کے فیوض کی فوج ظفر موج کا ایک دستہ جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا تبلیغی شعبہ تھا جس کے صف شکن رسالوں نے ھل من مبارز کا ڈنکا بجایا۔ اشتہاروں اعلانوں نے کفر کفار کو کیفر کردار چکھایا۔ اس پر آشوب زمانے میں جس سرگرمی و مستعدی سے جانبازان اہلسنت و جاں نثاران رضویت اراکین و عاملین جماعت نے کام کیا۔ رضائے خدا و رضائے مصطفےٰ کے لئے احقاق حق و ازہاق باطل کیا اس میں شبہ نہیں کہ یہ جہاد اکبر تھا۔ اس مبارک جماعت سے اہلسنت کا مونھ اُجالا کلمۃ الحق کا بول بالا ہوا ان کلمۃ اللہ ھی العلیا و اہل باطل کا مونھ کالا ہوا ان کلمۃ الکفر ھی السفلی اس مبارک جماعت نے بھولے بھٹکوں کو سیدھا راستہ بتایا۔ کفر کی گھنگھور گھٹاوں الحاد کی سخت تاریکیوں

میں انوارِ سرکارِ رسالت سے چراغ ہدایت دکھایا۔ مسلمانوں کو شاہراہ شریعت پر چلایا بیشک رضائے مصطفیٰ نے رضائے رب العلا و رضائے مصطفیٰ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کام کئے بیشک رضائے مصطفیٰ اسم بامسمّٰی رضائے مصطفیٰ ہے۔ فقیر اس پر مسرت ظاہر کرتا ہے کہ جماعت مبارکہ خالص رضوی جماعت متوسلان بارگاہ اعلیٰ حضرت کی جماعت ہے اور بحمدہ تعالیٰ نہایت تیقظ و بیداری سے سرگرم کار ہے۔ اس کے اعمال اور سنیوں کی طرح نہیں۔ نظام دفتر خوش آیند اسلوب کے ساتھ باقاعدہ ہے۔ اس کے حسابات مثل آئینہ صاف اللہ تعالیٰ جناب سید ایوب علی صاحب نائب ناظم اور جناب سید قناعت علی صاحب امین جماعت کی سعی مشکور فرمائے اور اجر موفور عطا کرے اور مولیٰ تعالیٰ صدر و نائب صدر، ناظم و نائب ناظم و امین و معین و جمیع اراکین و عاملین کو ان کی دینی خدمتوں جانکاہ کوششوں کا اجر غیر ممنون عطا فرمائے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامد المن جعل رضاءہ رضاء المصطفیٰ؛ الحبیب المجتبیٰ؛ الکریم المرتجیٰ؛ النبی الرسول المرتضیٰ؛ ومصلیا ومسلما علی سیدنا ومولانا محمد سید الانبیاء والملئکہ والانس والجان؛ احمد رضا ربہ الرحمٰن؛ وعلی الہ وصحبہ والخلفاء؛ واولیاء امتہ والعلماء؛ وسائر المومنین والمومنات؛ الاحیاء منھم والاموات بحرمت علیہ الصلوٰت؛ والتحیات الزاکیات؛ والسلام والثناء؛ الی یوم الجزاء؛ جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء حقیقۃً اسم بامسمّٰی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ وہ آج کل کی اکثر جماعتوں، انجمنوں، کمیٹیوں کی طرح نہ نصاریٰ کی طرفدار، نہ ہنود عنود کی فضلہ خوار۔ بلکہ جو ایسا ہو اس کے لئے الٰہی تلوار تیغ بے پناہ و خونخوار اور خنجر برق بار ہے۔ اسے سوائے خوشنودی خدا اور رضائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ درکار نہیں۔ اصلا اصلا کسی سے کوئی تعلق نہیں سروکار

نہیں۔ جس امر میں اللہ و رسول کی رضا ہے اس پر جان و دل سے فدا ہے۔ مبارک ہے وہ جماعتیں جو اس کی تقلید کریں اور کیوں نہ کریں اس مبارک جماعت پر دست اقدس اعلیٰحضرت رفیع المنزلۃ مجدد دین و ملت سیدنا و مولانا مرشدنا و معاذنا کنز لیومنا و ذخر لغدنا حضرت الشیخ احمد رضا ہے جو در حقیقت محو رضا ہے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضائے رب العلا ہے۔ الٰہی مجھے اور اس ساری جماعت اور تمام امت کو اپنی اور اپنے حبیب لبیب رؤف رحیم شفیع مطاع کریم علیہ الف الف صلاۃ و تسلیم کی رضا میں محو فرما دے۔ جبتک جئیں تیرے اور تیرے حبیب کے رضا جو و طلب گار رہیں اور جب اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کریں اس وقت بھی تیرے اور تیرے حبیب پر قربان ہوں اور جانیں نثار کریں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ؛ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ؛ وابنہ وحزبہ؛ الی یوم الدین؛ آمین آمین۔ بعد دعا مدعا عرض کروں جماعت مبارکہ نے فی الحقیقۃ اپنی اتنی کمسنی میں وہ وہ کارنمایاں انجام دئے جو مدت طویلہ چاہتے تھے فتنہ ہائے گاندھویت کی عالمگیر تیز و تند ہواؤں کے مقابل سینہ سپر ہو جانا کھیل نہ تھا مگر اس مبارک جماعت نے اتنی سی عمر میں اتنے قلیل عرصے میں ان کا استیصال کلی فرما دیا اور باحسن وجوہ انہیں رد کر دیا۔ فجزاھا اللہ خیر الجزاء ابھی کی بات ہے زیادہ مدت نہیں ہوئی سب کو یاد ہے اس بریلی میں گاندھویوں کی جانب سے ایک بہت بڑے عظیم الشان اجتماع کی طرح ڈالی گئی۔ مدتوں جس کے سامان ہوئے۔ منشا صرف یہ تھا کہ اس جماعت کو زک دی جائے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ اسی غرض کے لئے پانچ سو مولوی مدعو ہوئے۔ مقابلے کا دن بھی آگیا۔ اس روز دنیا نے تماشا دیکھ لیا۔ کہ ان کے سب سے بڑے لیڈر ابو الکلام آزاد کو سوائے اقرار جرم و اعتراف خطا چارہ کار نہ تھا۔ ان کے اجتماع میں طوطی اس جماعت ہی کا بولا۔ لوگ جس شوق سے اس کی مبارک زبان سے اس کی پیاری پیاری آواز و داستان سن رہے تھے دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا اتمام حجت تامہ کے حضور تو سوائے دم بخود رہ جانے کے اور کوئی چارہ کار ہی کب تھا۔ سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اس جماعت پر ہے ید اللہ

علی الجماعۃ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر رحمت ہے پھر کوئی کیا کر سکتا۔ یہ اللہ کا نور ہے یہ شمع شبستان ہے یہ کسی کے بجھائے کیا بجھے جتنا جتنا وہ بجھاتے ہیں اللہ اس کی روشنی اور زیادہ پھیلاتا ہے یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون یہ ماہ تاباں ہے۔ چاند نکلتا دیکھ کر سگان بے تمیز بھونکتے ہیں۔ اُن کی عوعو اُسے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جو اس پر خاک ڈالتا ہے اُس پر نہیں ڈالتا اپنے ہاتھوں اپنی آنکھوں میں خاک جھونکتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک ؛ غیر مالک ؛ بعد حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی حضرت صدر و ناظم صاحبان کا شکریہ ضرور ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ مشہور ہے میں ان کے حسن خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لئے ثبات و استقامت اور قبول خدمات جماعت کی دعا کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ اُنھیں ثابت قدم اور جماعت پر نظر کرم رکھے۔

ساتھ ہی حضرت سید ایوب علی صاحب رضوی نائب ناظم اور جناب سید قناعت علی صاحب رضوی امین الجماعت کی نمایاں خدمات و سرگرمیاں دیکھ کر ان کا شکر کئے بھی نہیں رہ سکتا۔ مولا تعالیٰ انھیں اور بھی زیادہ کارہائے نمایاں جماعت مبارکہ میں کوشاں اور سرگرم فرمائے آمین۔ نیز جماعت کے اور سب اراکین کا بھی کہ سب ہی اپنی اپنی متعلقہ خدمات خوبی سے انجام دیتے ہیں۔

مولانا حمد اللہ کمال الدین محمودی پشاوری خلیفہ خاص بغداد شریف

الحمد للہ تعالیٰ کہ میں آج بتاریخ ۸ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ بریلی شریف میں بتقریب تعزیت اعلیٰحضرت عالم اہلسنت وجماعت علیہ افضل الرحمۃ والبرکۃ کی حاضر ہو گیا تھا تو بعد از حصول شرافت بزیارۃ مبارک حضور مذکور کے دفتر عالی میں بھی حاضر ہوا تو دفتر کے کل حالات جو میں نے دیکھا ہے پر تاثیر و مفید و صحیح ہیں۔

سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی خلف رشید محدث سورتی

فقیر اس جماعت رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیش بہا خدمات کا معترف ہے اور نہایت قابل قدر ہے ایسی دینی مذہبی جماعت کا قیام دوام نہایت ضروری ہے، اور عمدہ بات ہے حق تعالیٰ قبول فرمائے اور برکت عطا کرے اور اسکے کارکنان کو اجر عظیم و ثبات بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عید الاسلام مولانا عبد السلام جبل پوری

جماعت رضائے مصطفےٰ کی واجب القدر کامیاب اور نمایاں خدمات نصرت و حمایت سنت و اشاعت حق و ہدایت نے اس دور پرفتن میں مقدس اسلام اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو جو قابل مبارکباد فائدہ پہنچایا وہ مہر نیم روز سے زیادہ روشن ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ لہم و احسن الیہم و انعم علیہم و جزاہم بفضلہ جزاء الجزاء۔

علامہ مولانا شاہ سید دیدار علی الوری

جن خدمات جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجھ کو علم ہے وہ بلا شبہ قابل قدر خدمتیں ہیں خداوند کریم اُس کو ترقی روز افزوں عطا فرمائے اور اپنے ارادے خیر میں کامیاب کرے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ اداما اللہ تعالیٰ بحمدہٖ سبحٰنہٗ دینی خدمات میں نہایت

سرگرم اور کارآمد جماعت ہے۔ اُس نے اہل سنت کی نمایاں مذہبی خدمتیں انجام دیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ جماعت مذکورہ نے اس تھوڑی عمر میں وہ کام کیا ہے جو بہت زمانے میں ہونا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور وہ اسی طرح سرگرم خدمات ملت رہے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی

الحمد للّٰہ العزیز الغفار، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المختار، وآلہ الاخیار، وصحبہ المہاجرین و الانصار، وعلی من تبعہم باحسان الی یوم القرار۔ اس زمانۂ پر فتن میں کہ ہر طرف سے بد مذہبی و بے دینی کا شیوع اور جادۂ حق وصراط مستقیم سے علٰحدگی ظاہر ہے۔ دین کو بازیچۂ طفلاں بنایا جاتا اتباع ہوا کو اتباع شریعت ٹھہرایا جاتا ہے۔ دینی مسائل میں قطع برید اور اختراع ایک معمولی بات ہے۔ آزادی وحریت نے دین سے آزاد کر دیا ہے۔ کفار کی موالات نے شیطان کا بندہ بنا دیا مشرک کو ہادی اور رہنما بنا کر فرمان الٰہی لا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین کو بھلا دیا۔ علمائے اہلسنت سے قطع تعلق کر کے مشرکوں سے ناتا جوڑا اور قرآن مجید کا ارشاد والذین کفروا اولیٰئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت کی طرف اصلا خیال نہ کیا۔ جبیں کر بار بار بریدی و بار پوستی، آج ان فرزندان اسلام کی تمام تر یہی کوشش ہے کہ دین الٰہی کو برباد کر دیں۔ ہندو مسلم اتحاد سے اسلامی امتیاز اٹھا دیں۔ شعائر اسلام کو بند کر دیں۔ ہندوؤں کی خوشی کے لئے اسلام سے دست برداری دے دیں۔ غرض ان نام کے مسلمانوں نے اسلام کے مٹانے میں اپنی چلتی کوئی کسر باقی نہ رکھی مگر بمصداق ارشاد صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یأتی امر اللہ وھم علی ذالک اب بھی ایک جماعت ہے جو دین حق کی نصرت اور اہل باطل کے حملوں کی مدافعت میں مشغول ہے انھیں اہل حق نے اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے لئے اپنی مجموعی قوت سے کام لینے کے لئے ایک جماعت قائم کی جس کا نام جماعت رضائے مصطفےٰ ہے اور

اس کا کام اس کے نام سے ظاہر ہے اس جماعت کو قائم ہوئے ابھی بہت تھوڑا زمانہ ہوا ہے مگر جو کچھ اس تھوڑے وقت میں دینی خدمات کیں انھیں میں کیا بیان کروں خود اسی سے پوچھئے یہ اپنی خدمات خود پیش کرے گی ان سے اس کی اعانت کی حاجت آپ خود محسوس کریں گے مولیٰ عزوجل اس میں روز افزوں ترقی کام کرنے والوں کے ارادوں میں افزونی عطا فرمائے۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی افضل خیر خلقہ والہ وصحبہ وابنہ اجمعین و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

حامد الولی الحمد والرضا؛ ومصلیا ومسلما علی نبیہ المصطفیٰ و علیٰ الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اولی الصدق والصفاھم عند ربھم جماعۃ مبارکۃ وقوم لحبتی۔ لا سیما الحسنین؛ الکریمین المکرمین وابیھم علی المرتضیٰ؛

میں اپنے ذاتی علم سے کہتا ہوں کہ اس کے حسابات نہایت پاک وصاف ہیں اسکے تمام کارکن نہایت نیک نیت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس مقصد خاص کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی تھی اُس میں امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ چونکہ غریب مسلمانوں کی حلال کمائی سے اس کی آبیاری کی گئی ہے اس نے غیر معمولی نشو ونما پایا۔ چند روز ہوئے کہ بریلی میں یہ درخت لگایا گیا اور بڑی سرعت سے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گیا اور تمام برادران ملت اس کے بے بہا ثمرات سے مستفیض ہوئے۔ سید ایوب علی صاحب اور سید قناعت علی صاحب کا کار جماعت کے لئے منتخب کرنا یہ مجلس انتظامیہ کی انتہا درجہ دانش مندی اور اعلیٰ قابلیت کی دلیل ہے میں اس انتخاب کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان سیدین کی خالص ہمدردی اور ذاتی چستی اور فطری ذہانت سے جو فائدے جماعت مبارکہ کو ہوئے ہیں وہ عالم آشکار ہیں جماعت مبارکہ بفضلہٖ تعالیٰ باطل قوتوں کو ایک حد تک زیر کر چکی ہے اب اُسے حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل وفتاوی کی طرف توجہ کرنا چاہئے کہ ہمارے برادران ملت اُنکے

فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ جماعت مبارکہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ ع یرحم اللہ عبداً قال آمینا ؛

مفتی معوان حسین مجددی ناظم مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

آج بتاریخ ۲۹ شعبان المکرم ۱۳۴۲ھ کو مجھے دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ کثرہم اللہ میں حاضری کا فخر حاصل ہوا۔ الحمد للہ عجب کام کیا جارہا ہے۔ کار تبلیغ میں بزرگان سلف کو یاد دلادیا ہے اور ساتھ ہی اس کے حسابات کا ایسا اچھا انتظام ہے کہ باید و شاید کام نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیا جارہا ہے۔ خدائے کریم برکت مرحمت فرمائے آمین

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری

فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے۔ اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک و غبطہ کرتا ہے اور ان کے لئے تثبت و استقامت کرتا ہے۔

شاہزادہ خاندان اشرفیہ مولانا احمد اشرف کچھوچھوی

اس پر آشوب زمانے میں جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ کا قائم ہونا رحمت الٰہی ہے بیشک یہ وہ احکم کام ہے کہ موجب رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ وسلم ہے۔ فقیر اس کے ارکین کی استقامت اور مستعدی کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر اجر عظیم عطا فرمائے۔

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی

حامد اللہ الذی جعل رضاء المصطفےٰ احمد رضاہ ؛ وقدر الحشمۃ والعلی لمن احب حبیبہ ووالاہ ؛ انزل اشد المقت علی

من عاداہ وناواہ ؛ ومصلیا علی افضل رسلہ وھادی سبلہ وقاسم رزقہ وسراج افقہ المبعوث بتیسیرہ ورفقہ سیدنا محمد المصطفیٰ شفیع الحوب ؛ مقیل العثرات والذنوب ؛ المطلع من ربہ علی سرائر الضمائر والغیوب ؛ والہ وصحبہ ؛ واھل بیتہ وحزبہ ؛ وابنہ الکریم غوث الاولیاء ؛ سید الاتقیاء ؛ وعلی مجدد ملتہ الطاھرۃ امام العلماء ؛ محی السنۃ الزاھرۃ سید الفقہاء ضیاء الدین ونور السنۃ البیضاء ؛ المدمدم باذن ربہ علی الکفرۃ وابتدعۃ الشنیعۃ الظلماء ؛ سیدنا ومرشدنا عبد المصطفےٰ احمد رضا ؛ وعلینا وعلی سائر اھل سنۃ الی یوم الجزاء ؛ آمین

جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا حمایت دین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک سرگرم جماعت ہے یہ ایک مبارک گلشن ایمان افروز کفر سوز ہے جس کی ایمان افروز شمیموں سے دماغ اہل ایمان معطر جس کے نائرہ جلال سے قلوب اہل کفر خاکستر جس نے دین حق کی سچی حمایت اور اعدائے دین کی نکایت کی۔ گاندھویہ مخذولہ کہ یرید ون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم کی زہریلی آندھیوں سے نور اسلام کو بجھانا چاہتے تھے۔ فیدمغہ کے گرزوں سے انکے سر توڑ کر فاذا ھو زاھق کا تماشا دکھایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ کفار کے سر ٹوٹ گئے۔ دم چھوٹ گئے، دل الٹ گئے جگرے پھٹ گئے۔ ہونٹ سل گئے کافروں کو قیامت سے پہلے ہی الیوم نختم علی افواھھم کے تمغے مل گئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا وقیل بعدا للقوم الظٰلمین والحمد للہ رب العٰلمین اور کیوں نہ ہو کہ یہ مبارک جماعت حضور پُر نور امام اہل سنت سیدنا مرشدنا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک مقدس دعاؤں سے بہرہ مند ہے جسے آیۂ کریمہ لیظھرہ علی الدین کلہ کی تفسیر آنکھوں دیکھنی ہو وہ اس جماعت کے کارنامے دیکھے جو اس کے مقابلے پر اٹھا اوندھا گرا۔ خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں بدگویوں کا یہ حشر کردیا کہ لوٹ رہے ہیں خون و خاک میں تر ہے مغاک میں سر ہیں سماک میں ان پر لعنت الٰہی افلاک میں۔ نار جہنم ہر دم ان کی تاک میں الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ

علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ آمین

برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری

جماعت رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا) اپنے نورانی فرائض سنیہ اور خدمات مرضیہ کو جس حسن وخوبی اور کمال عظمت شان حمایت واتباع واشاعت سنت مطہرہ کے ساتھ انجام دے رہی ہے وہ بحمدہ تعالیٰ ہر حیثیت سے قابل تحسین وستائش ہیں ایدھا اللہ تعالیٰ ونصرھا وحماھا بفضلہ و بحرمتہ نبیہ الکریم علیہ و علی آلہ وصحبہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیم۔

محدث اعظم ہند مولانا محمد اشرف کچھوچھوی

جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اسم باسمیٰ اور مسلمانوں کا مرکزی اجتماعی منبع ومقتدی ہے ہم پر اس کی اطاعت لازم ہے حق سبحانہ وتعالیٰ اس مقدس جماعت کو ہمارے دین کا آفتاب ہدایت زیادہ سے زیادہ فرمائے۔ وماذٰلک علی اللہ بعزیز انہ علی کل شئی قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ المصطفےٰ البشیر النذیر واٰلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

استاذ العلماء علامہ محمد رحم الٰہی منگلوری

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین بعد حمد وصلوٰۃ وسلام کے متمسک بذیل عفو الٰہی دعاگار ہے کہ غالب جال الجنوں کا یہ کہ یقولون مالا یفعلون اور یہ مغضوب رب عرش کریم ہے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون لیکن جماعت رضائے مصطفےٰ جو کرتی ہے وہی کہتی ہے۔ ماشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور یہ تمام برکتیں امام اہلسنت و جماعت اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی دعاؤں اور اس اسم

حسن کی" ہیں ماشاء اللہ جس طرح جماعت رضائے مصطفےٰ کا فعل رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا ہے اسی طرح تسمیہ بھی فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاحسنوا اسماءکم صلی اللہ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

مولانا محمود جان رضوی کاٹھیاواڑی

الحق کہ جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس قلیل عرصہ میں وہ حمایت دین حق واہل حق فرمائی کہ جو وہم گمان میں بھی نہ تھی اور کمال عظمت وشوکت سے آفتاب حقانیت کو چمکایا۔ بے شک یہ جماعت بفضل ربی تبارک وتعالیٰ اسم باسمیٰ ہے۔ ید اللہ علی الجماعۃ ان کے لئے بشارت عظیمہ ہے کیونکہ نہ ہو کہ خود اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ فخیم المنزلۃ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ الشریف جن کے ثنا خوان و دعا فرما تھے۔ وہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جماعت رضائے مصطفےٰ رضائے مصطفےٰ ہے اور رضائے مصطفےٰ رضائے رب الارض والسماء ہے اور بعد اس کے فرماتے ہیں کہ اس جماعت پر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست کرم ورحمت ہے۔ اور ان کا ہاتھ نائب دست قدرت ہے۔ لہذا حضور جان نور کی تصدیق وتقریظ شریف کو مدنظر رکھ کر لب کشائی کو سوئے ادب جان کر فقط دعا پر اختصار ہے اور درگاہ شاہنشاہ مطلق میں دست تضرع دراز کہ اللھم بارك فیھا وبارك لی عمرھا وزد قوتھا واحسن الی من دعاھا ونصرھا واحفظھا آمین یا مجیب الدعین بجاہ حبیبك وخلیلك وصفیك سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ الی یوم الدین والحمد للہ رب العلمین والحمد للہ رب العلمین۔

مولانا ضیاء الدین تلہری ایڈیٹر ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ

مخدومی ومکرمی حضرت سید ایوب علی صاحب نائب ناظم جماعت اہل سنت المسماۃ برضاء المصطفےٰ زید مجدھم السامی۔ خاکسار پریشان روزگار آپ کا اور جماعت کا تہ دل سے شکرگزار

اور اس کی ترقی مدارج کا لیل و نہار خواستگار ہے۔ اس جماعت کی شرعی کارروائیاں دینی خدمت گزاریاں احقر کی نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً جو اشتہارات شائع ہوئے چھپے روداد سال اول بھی آئی جن کے مطالعے سے صاف واضح ہوا کہ یہ جماعت بلاریب اس زمانۂ پرفتن میں کہ ہر چہار طرف جہل و ضلالت کفر و بدعت، غوایت و بطالت کی گہری گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ مشعل رشد و ہدایت، شمع حق و صداقت ہے۔ ملت حقہ کی نگہبان، سنت مطہرہ کی پاسبان ہے۔ راہزن دین کی راہزنی پر خبردار، مغویان و شیاطین کے اغوا و شر سے ہوشیار کرنے والی، نشیب و فراز دین و دنیا کا سبق دینے والی، دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتی باطل کوشش و ضلال گو گھر تک پہنچا دیتی ہے۔ اعانت شریعت۔ حمایت ملت، وقایت سنت اماتت بدعت، ازالت جہالت، اضاعت ضلالت میں لاثانی، حق گوئی، حق پسندی، حق نوازی میں سلف صالحین کی روشن نشانی۔ باللہ العلی العظیم صراط مستقیم کی راہ نما، مذہب حق کی حامی و معین بے چون و چرا، قتل باطل کے لئے شمشیر برہنہ، اہل اسلام کے واسطے پروانۂ نجات روز محشر، عذاب دوزخ کے لئے سپر بے شک و شبہ ہے۔ جب یہ جماعت اس قدر اوصاف جلیلۂ شرعیہ سے موصوف پھر کیوں نہ یہ باعث خوشنودی حق جل و علیٰ و سبب رضائے مصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ افضل التحیۃ والثنا ٹھہرے۔ قادر توانا اس کو سپہر عروج پر پہنچائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے کہ اس کے دم سے بہار گلشن شریعت و سرسبزی نخل ملت وابستہ۔ اعلاء کلمۃ اللہ و احیاء سنت سنیہ میں بے مثل و یکتا ہے۔ اس کے بار احسان سے ہر اہل حق کی گردن خمیدہ، ہر اہل سنت کی نور دیدہ ہے۔ اس کی نصرت یقینی اعانت شرعی ہر مسلمان پر بقدر قوت و استطاعت واجب و ضروری ہے۔ افسوس کہ میں ایسا دام دام و حوادث روزگار میں گرفتار ہوں کہ اس وقت تک اس کے ساتھ کسی طرح کی ہمدردی کا موقع حاصل نہ ہوا۔ الطاف ربانی و عنایات رحمانی و توفیق سبحانی کا امیدوار اور نہایت نادم و شرمسار ہوں۔ ان مع العسر یسرا کا خیال ہر دم والشکر للہ الکریم المتعال فی کل الامور والاحوال ومنہ التوفیق وھو خیر رفیق والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل الکرام وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ العظام

مولانا قاضی غلام گیلانی نقشبندی شمس آبادی

جماعت رضائے مصطفےٰ حضرت حبیب خدا عزوعلا جناب محمد سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہندوستان شہر بانس بریلی محلہ سوداگران میں منعقد ہوئی ہے دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی بوجہ اس کے کہ اُس کے اغراض و مقاصد و مضامین ایسے ہیں کہ جن کے باعث گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ہدایت اور واقفین علیٰ شفا جرف ہار کو نجات ہوگی۔ فقیر نے بفرمائش حضرت سیادت پناہ نجابت و نقابت پائگاہ سیدی محمد ایوب علی صاحب مدظلہ العالی کے دفتر کو دیکھا اور اُس کی خدمات کے طرق و وجوہ کے لحاظ سے محظوظ ہوا اور بلاتامل تہ قلب سے دعا نکلی۔ باری تعالیٰ اس جماعت کو بساطت داستہ اور روز افزوں عطا فرمائے اور اس کے بانیوں اور منتظموں و معاونوں و خدام و راضی رہنے والوں کو عموماً اور بالخصوص اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ امام اہلسنت و جماعت مرحوم مغفور کو اُس کے ثواب اور صواب سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک الامین الامین الیٰ یوم الدین۔

مولانا حاجی عبد الکریم چتوڑی

فی الواقع جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس تھوڑی مدت میں امید سے زائد کام کیا مولیٰ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے اور یہ اپنے مقاصد میں بہت جلد کامیاب ہو۔ آمین ثم آمین۔

مولانا سید محمد آصف رضوی کانپوری

الحمد للہ کہ جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کی کل تجاویز و خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں اس جماعت کے ذریعے سے دشمنان اسلام و مسلمان کی بیخ کنی فرمائے۔ آمین

مولانا حکیم محمد احمد علوی قلندری کاکوروی

فقیر حقیر سراپا تقصیر بغرض شرکت عرس چہلم حضور پر نور اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ قبلۂ قدس سرہ العزیز یہاں بریلی حاضر ہوا بعد زیارت مزار پاک و آستانۂ عالیہ دفتر جماعت رضائے مصطفٰے کا معائنہ کیا بلاشک یہ جماعت رضائے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس کا حسن انتظام اور کارنامے ملاحظہ کر کے بے اختیار دل سے یہ دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس سے زیادہ ترقی فرمائے اور اس کے کارکن اور عہدہ داران کو مقبول فرمائے اور ان کے مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔

مولانا محمد یعقوب علی خاں رضوی بلاسپوری

جہاں تک میرے بجسر علم میں خدمات جماعت مبارکہ رضائے مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بے شک وشبہ نہایت قابل قدر ہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن میں روز افزوں ترقی مرحمت فرمائے آمین

مولانا فقیر محمد پشاوری ثم لاہوری

بندہ ۵ تاریخ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ کو بغرض تعزیت بر وصال حضرت شاہ عالم اجل اہلسنت وجماعت پیشوائے سلسلہ عالیہ قادریہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم حاضر ہوا۔ سب سے اول روضہ اطہر پر حاضر ہوا وہاں سے دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر دفتر جماعت رضائے مصطفٰے میں گیا اور دفتر کے اہل کار نہایت خلق محمدی سے پیش آئے اور اشاعت دین محمدی میں اہل کاروں کو سرگرم پایا اور عقیدہ نہایت صحیح حنفی کی اشاعت میں مصروف دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت مبارکہ کو روز افزوں ترقی عطا کرے اور تنزل سے محفوظ رکھے۔

مولانا ابویوسف محمد شریف سیالکوٹی

بعد الحمد والصلوٰۃ فقیر محمد شریف عفا اللہ عنہ کوٹلوی عرض کرتا ہے۔ کہ آج مورخہ ۵ شعبان ۱۳۴۰ھ کو یہ خاکسار دفتر جماعت رضائے مصطفٰے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہوا۔ کارکنان جماعت کو اپنے کام میں مستعد و سرگرم پایا۔ جماعت ہذا نے ایک ایسا اہم کام اپنے ذمے لیا ہے اور اس کو نہایت عمدگی سے نبھا رہے ہیں۔ جس کی اس پُر آشوب زمانے میں نہایت ضرورت تھی۔ متعدد رسالجات شائع کئے۔ متعدد اشتہارات وقتاً فوقتاً مخالفین اہل سنت کی تردید میں چھپوا کر مشتہر کئے۔ اس قلیل عرصے میں جماعت نے نمایاں ترقی حاصل کی اور بہت سی خدمات اسلام ادا کیں۔ اللہ جل شانہٗ اس جماعت کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین

مولانا عبد العزیز خاں رضوی گنگوری

الحمد للہ العزیز المنعام الذی جعل امۃ وسطاً قائمۃ بامر اللہ ظاہرۃ علی اعداء الحق والسنۃ دافعۃً لاھواء المردۃ واھل البدعۃ والسلام والسلام علی سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم القیام الذی رفع ذکرہ ودینہ وشریعتہ علی الادیان کافۃ اما بعد جماعت رضائے مصطفٰے درحقیقت اسم بامسمّٰی ہے جو آستانۂ علیہ اعلیحضرت مجدد دین وملت جناب مولانا وسیدنا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ قائم ہے۔ ایسے پُر آشوب و پُر فتن زمانے میں (اللہ تعالیٰ اس میں ترقی کرامت فرمائے) سخت ضرورت ایسی جماعت کی تھی۔ بحمد اللہ جماعت مبارکہ موصوفہ دینی خدمات کے انجام میں نہایت سرگرم ہے اصلاح عقائد اہلسنت در دو بد مذہبان و ترویج و اشاعت سنت اس کا موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے اور ترقی عنایت فرمائے اور برادران اسلام کو اس کی اعانت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

مولانا غلام رسول حنفی بھاولپوری

فقیر آج ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ کو سیدی اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعزیت کی غرض سے آستانۂ عالیہ رضویہ پر حاضر ہوا حضور کے مرقد اطہر کی زیارت سے فارغ ہوکر دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں حاضر ہوا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق مبارک کو کافی خیال کرتے ہوئے اتنا گزارش کرتا ہوں کہ اس جماعت مبارکہ نے اہلسنت پر وہ احسان کیا ہے جس کا شکریہ پوری طرح ادا کرسکنا دشوار ہے۔ خداوند کریم اسے دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی مفتی درگاہ سید سالار مسعود غازی بہرائچ

آج فقیر آستانۂ رضویہ پر حاضر ہونے کے بعد دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں حاضر ہوا۔ مجھے یہ دیکھ کر کمال مسرت ہوئی۔ کہ اہلکاران دفتر نہایت مستعدی سے اپنے کام میں مصروف ہیں میرے نزدیک یہ جماعت ایسے پرآشوب زمانہ میں جو کام اور خدمات انجام دے رہی ہے وہ نہایت قابل قدر ہیں۔

مولانا خلیل الرحمٰن قادری بہاری مقیم مدراس میتال مٹھ

آج بتاریخ ۱۴ ذلیقعد کو بحمد اللہ جماعت رضائے مصطفےٰ میں حاضری کا فخر حاصل ہوا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر طرح سے بہتر پایا۔ خداوند کریم اس جماعت کو ہمیشہ ترقی و برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا احمد حسین خاں اجمیری و مولانا نیاز علی لاہوری

آپ نے کرم فرماکر روئداد جماعت رضائے مصطفےٰ ارسال فرمائی تھی۔ تمام کام بغور تمام مطالعہ کیا۔ آپ کے اس دینی کام کے سرانجام دینے پر بندہ کے بال بال نے نہایت تحسین کی اور دعا دی کہ تبارک و تعالیٰ ایسی جماعت کو اس روز تک دوبالا ترقی میں رکھے۔ جبتک دین اسلام قائم ہے۔ بیشک اس جماعت مبارکہ میں نام لکھانا ممبر ہونا نیک بختی کی نشانی ہے ایسی جماعت غور سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہیں۔ خدا اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔

مولانا سید فتح علی شاہ حسین سیالکوٹی

جماعت رضائے مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمات دینی دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اس قلیل عرصے میں اس مبارک جماعت نے بہت سی خدمات اسلام انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے اور اس کو دن دونی ترقی افزوں عنایت فرمائے ہمارے شیخنا المعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیدنا محمد و آلہ الطیبین الطاہرین علیہ و صحبہ اجمعین۔

سید شاہ امیر حسین اشرفی جیلانی چاندپوری

خاکسار کچھوچھہ شریف کے عرس شریف حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ سے واپس آرہا تھا کہ جوشوق ہوا کر بریلی حاضر ہوکر جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی کارگزاری دیکھی۔ لہٰذا دفتر میں آکر تمام رجسٹر وغیرہ و دیگر جملہ معاملات دیکھے۔ خدا کا شکر ہے کہ جماعت ہٰذا کا کام نہایت صحیح ہے۔ اور یہ جماعت اس زمانہ پرآشوب میں نہایت ضروری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل حضرت احمد مختار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جماعت مبارکہ کو خاص ترقی عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس جماعت شریفہ کی ترقی کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

سید اشتیاق علی ہیڈ اکاؤنٹنٹ محکمۂ نمک آگرہ

میں آج اتفاق سے دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں آیا۔ مجھ کو عرصہ سے شوق تھا کہ دفتر کی تمام کارروائی کو دیکھوں۔ میں نے آج تمام رجسٹر دیکھے اور ان کی تفصیل پر غور کیا مجھکو تعجب ہے کہ اتنے رجسٹروں کی تکمیل کس طرح سے سید ایوب علی صاحب اور سید قناعت علی صاحب کرتے ہیں۔ مجھ کو اپنی چوبیس سال کی ملازمت گورنمنٹی کا تجربہ بتاتا ہے کہ اتنا زیادہ کام اور ایسی عمدگی سے جیسا کہ اس دفتر میں ہورہا ہے کم سے کم ۵ یا چھ آدمی بخوبی اور دفتر کے معمولی اوقات میں کرسکتے ہیں۔ چونکہ یہ کام مذہبی جوشش و محبت سے یہ دونوں صاحب انجام دے رہے ہیں اس لئے ان کو اس محنت کا اثر معلوم نہیں ہوتا ہے ورنہ دو آدمیوں کی طاقت سے بالکل باہر ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کو مقاصد دلی میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

منشی فیض الحسن کانپوری

جماعت رضائے مصطفےٰ واقعی رضائے مصطفےٰ ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ رضائے مصطفےٰ کی حقیقی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اس کے حسابات مثل آئینہ کے صاف۔ اس کے کارکنوں کے دل کدورت سے پاک۔ دفتر میں صرف دو خواندہ اہلکار۔ اس پر صفائی کام کی یہ حالت کہ روزانہ ہر مد کی میزان شام سے پہلے تیار۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ دو آدمی اتنے بڑے کام کو جہاں کام کے انبار نظر آتے ہیں کس طرح پورا کرلیتے ہیں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ان لوگوں کی نیک نیتی اور خلوص، اور ہمارے مولیٰ ہمارے آقا تاجدار مدینہ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان پر سایہ۔ خدا اس جماعت مبارکہ کو تا قیامت قائم رکھے۔ اس کے ارادوں میں ترقی کرے اور اس کے کارکنوں کو ہر بلا سے محفوظ رکھے آمین۔

منشی عطاء اللہ خاں سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات وہیلکھنڈ

آج مجھے قبلہ حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری[1] کے ہمراہ دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی میں آنے کا فخر حاصل ہوا۔ میں نے چند ایک رجسٹر جماعت ممدوحہ کے دیکھے نہایت صاف اور آج کی تاریخ تک لکھے ہوئے پائے۔ اسٹاک بک اور رجسٹرات متعلقہ وی۔ پی کی میں نے کچھ ترمیمات پیش کیں جن کے ہوجانے پر عملہ دفتر کے کام میں سہولت پیدا ہوجائے گی۔ جماعت اشاعت و تبلیغ اسلام کے متعلق نہایت اچھا کام کر رہی ہے۔ اور مسلمانان کا فرض ہے کہ اس مقدس کام میں جماعت کی مالی امداد سے دریغ نہ فرمائیں۔ جہاں تک رجسٹروں کے دیکھنے سے مجھے معلوم ہوا ہے روپے کا مصرف نہایت صحیح ہورہا ہے۔

سید حامد حسین جیلانی سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس سلطانپور

میں آج اتفاقیہ طور سے دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں آیا۔ دیگر انجمنوں کی طرح اس جماعت کے رجسٹر اور حسابات کے بارے میں بھی میرے خیالات کچھ دل خوش نہیں تھے لیکن ناظم اعلیٰ کے اصرار پر جب میں نے دفتر کے جملہ رجسٹروں کو دیکھا تو حقیقۃً مجھے حیرت ہوئی کہ دو کلرکوں کا عملہ دفتر کے بیس بائیس رجسٹروں کو کس صحت و صفائی سے رکھتا ہے۔ جماعت کے دفتر میں وہ جملہ رجسٹر موجود ہیں جن کی کسی باقاعدہ دفتر میں ضرورت ہوسکتی ہے رجسٹر آمدنی اور خرچ و مراسلات کو میں نے جانچا۔ بحمد اللہ صحیح صاف اور تا تاریخ پایا۔ حسابات کی صحت ہر طرح سے قابل اطمینان ہے۔ تحویل درست پائی گئی۔ جن رجسٹروں کو میں نے بالتفصیل دیکھا ہے ان پر اپنی رائے و تجویز بھی لکھ دی ہے۔ تاکہ اراکین کی توجہ اس پر مبذول کرائی جاسکے فقط

---

(۱) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کے ساتھ بہترین دینی و تبلیغی خدمات انجام دی ہیں۔ رضوی غفرلہٗ

حکیم محمد اسمٰعیل طبیب خصوصی ریاست سہاور

میں نے آج ۸ رجب المرجب ۱۳۴۰ھ کو دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کل کاغذات و رجسٹرہائے متعلقہ دیکھے اور آمدنی و مصارف و اشاعت کی جانچ کی۔ عمال متعلقہ سے تبادلہ خیالات کیا میں بہت آسانی کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچا کہ مستقبل جماعت کا انشاء اللہ تعالیٰ نہایت کامیاب رہے گا۔ ہر طرح پر موجودہ نظام نہایت بہتر اور عمدہ حالت میں ہے۔ عمال نہایت خلیق اور مستعد و ہوشیار اور دل سے کام کرنے والے ہیں اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ آمدنی و مصارف کے کاغذات اس قدر صاف ہیں کہ جس سے ہر نقطے پر دیانت و راستی ٹپکتی ہے اور دینی خدمت کی انجام دہی کار متعلقہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی جذبے کی صورت میں ادا کر رہے ہیں۔ میں اس سرگرمی کو دیکھتے ہوئے متوسلین بارگاہ رضویہ سے خصوصاً اور عامۂ اہلسنت سے عموماً درخواست کروں گا کہ وہ جلد تر جماعت کی بقا و دوام میں بعون اللہ تعالیٰ کوشش و سعی فرمائیں۔ اور جماعت کو یہ مشورہ دوں گا کہ ایک ایسے رسالہ کی جماعت کی طرف سے خاص طور پر ضرورت ہے جو ماہانہ جماعت کی خدمات سے عامہ اہلسنت کو آگاہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین

مولوی حکیم عبدالرحیم مذاقؔ جبل پوری

یہ جماعت ہے رضائے مصطفےٰ ، کام اس کا ہے رضائے مصطفےٰ
دی دعا جس کو رضائے مصطفےٰ ، اس کی ساتھی ہے دعائے مصطفےٰ

ہے رضائے حق بھی اس میں اے مذاقؔ
اس پہ شاہد ہے خدائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولانا غلام احمد شوقؔ فریدی مرادآبادی

مبارک وہ جماعت جو رضائے مصطفائی ہے ، تعالیٰ اللہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے حضرت نے فرمایا ! ، مقدس یہ دینی جماعت بنکے آئی ہے
خدا اس کا معاون فضل سے ہو روزِ محشر تک ، نبی ہوں اسکے حامی اس میں حق کی رونمائی ہے
مدد فرمائے اس کی روحِ اقدس اعلیٰحضرت کی ، کہ اس نے جان اپنی دینی خدمت میں کھپائی ہے
عرب سے تا عجم بجتا ہے ڈنکا اعلیٰحضرت کا ، شرف کس کو ملا ایسا یہ شانِ کبریائی ہے
تبحر اُس محیطِ بحرِ عرفاں کا قیامت تھا ، کہ منکر بھی مقر ہیں جس سے کیا معراج پائی ہے
چراغ اتنے وہ روشن کر گئے ہیں دفعِ ظلمت کو ، کہ جن کی روشنی میں حق کی کامل رہنمائی ہے
جزاک اللہ جزاک اللہ الیٰ یوم الجزا ہادی ، تری امدادِ روحانی سے بگڑوں کی بن آئی ہے
توجہ سے نہ ہم کو بھولنا اے قبلۂ عالم ، حیاتِ جاودانی فضلِ حق سے تم نے پائی ہے
حیاتِ دنیوی سے آپ کی جتنا سہارا تھا ، بھرو اُس سے بڑھ کر اب ہے یہ شانِ بقائی ہے
قلم سے دم قدم سے دین کے یہ ڈوبتی کشتی ، کھپا کر جاں لگا کر زور ساحل سے لگائی ہے
مسلمانوں بڑے احساں ہیں تم پر اعلیٰحضرت کے ، جنھوں نے بدعت و شر شرک کی ہستی مٹائی ہے
جماعت یہ رضائے مصطفےٰ کس کی ہے اُن کی ہے ، جنھوں نے دین پہ مٹ کر دین کی بگڑی بنائی ہے
مدد واجب ہے تم پر اس جماعت کی دل و جاں سے ، فدا ہو اس کے اوپر جو کوئی حق کا فدائی ہے
سنو ڈنکے کی چوٹ اب صاف میں تم سب سے کہتا ہوں ، کہ امداد اس جماعت کی رضائے مصطفائی ہے
رضا حق کے نبی کی تم کو گر مطلوب ہے دل سے ، رضائے مصطفےٰ کے ہو معاون تو بھلائی ہے
بگڑنا اس جماعت کا بگڑنا مومنوں کا ہے ، بنایا جس نے اس کو اس کی ہر بگڑی بن آئی ہے
شریعت کی محافظ ہے تو یہ قابل جماعت ہے ، طریقت میں بھی حاصل اسکو شانِ دلربائی ہے
مبلغ دین اور اسلام کی گر ہے تو بس یہ ہے ، مخرب شرک و بدعت کی ہے اور حق کی فدائی ہے

خدا فیضان اس کا ہند میں قائم رکھے دائم
کہ شوقؔ اب یہ جماعت دین میں کچھ رنگ لائی ہے

نوٹ:۔ مذکورہ بالا علماء و مشائخ کے تاثرات روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے سال دوم (۱۹۲۱ء) اور سال چہارم (۱۹۲۳ء) سے حاصل کئے گئے ہیں۔ راقم السطور حاجی رمضان علی صاحب رضوی برہانی خادم خاص برہان ملت جبل پور کا ممنون ہے۔ رضوی غفرلہ



قواعد رسالہ

(۱) یادگار رضا کا آغاز سال ماہ ربیع الاول شریف سے ہوا کریگا (۲) ہر قمری ماہ کی پندرہ تاریخ تک رسالہ وجاہت رضائے مصطفےٰ سے شائع ہو جایا کریگا (۳) جو اصحاب بیچ سال میں خریدار ہونگے اگر انکی خریداری نصف سال سے قبل ہوگی تو انکو شروع سال سے خریدار سمجھا جائیگا اور پہلے ماہ کے رسالے انکو روانہ کر دیے جائینگے اور اگر نصف سال کے بعد خریدار ہونگے تو انہیں اختیار ہوگا کہ وہ شروع سال سے خریدار بنیں یا سال کی پچھلی ششماہی سے (۴) ماہ بماہ چندہ سالانہ دو روپیہ ششماہی ایک روپیہ چار آنہ لیا جائیگا (۵) قیمت فی پرچہ تین آنہ علاوہ محصول ہوگی

(۶) ہر نمبر کا پرچہ اسکے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہو سکیگا (۷) ہندوستان اور برما کے اصحاب نیز سرحدی ممالک سے

(۸) چندہ اور ٹکٹ زر پیشگی پر منحصر ہے (۹) قیمت سالانہ یا ششماہی پیشگی لیجائیگی غیر ممالک سے صرف اسقدر زائد لیا جائیگا جتنا وہاں کا محصول ہندوستان سے زائد ہے۔

(۱۰) ہر دو اصحاب کہ جو پیشگی قیمت ادا کریں ان حضرات کو بطور نمونہ ایک پرچہ بھیجا جائیگا اور فیس منی آرڈر رجسٹری کا اضافہ کرکے دو روپیہ چار آنہ کا وی پی روانہ ہوگا (۱۱) رسالہ کسی صاحب کو مدت میں بلا طلب وی پی روانہ نہیں کیا جا سکیگا (۱۲) چندہ کی میعاد ختم ہو جانے پر اگر خریدار کیطرف سے کوئی انکاری اطلاع موصول نہ ہوئی تو ان کو رسالہ وی پی کیا جائیگا جسکا وصول کرنا انکا اخلاقی فرض ہوگا۔

(۱۳) ہر مضمون بعد انتخاب درج رسالہ ہو سکیگا (۱۴) ہر مضمون میں مدیر کو ترمیم و تنسیخ کا اختیار رہیگا۔

(۱۵) اگر کسی صاحب کے پاس ماہ وار رسالہ نہ پہنچے تو انکو چاہیے کہ ماہ رواں کے اختتام تک اسکی اطلاع دفتر کو کر دیں رسالہ حاضر کر دیا جائیگا اور اگر اس کے بعد اطلاع دیگی تو رسالہ بلا قیمت روانہ نہیں کیا جائیگا۔

(۱۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔

منیجر یادگار رضا بریلی

مستعملہ الہ قدیم عمارت صاحبزادہ مصطفےٰ رضا صاحب محلہ سوداگران

بریلی میں علماء سنت کا اہم اجتماع

قانون تحدید عمر ازدواج کی پرزور شدید ترین مخالفت

جماعت رضائے مصطفےٰ کا دوسرا عظیم الشان جلسہ عام

قانون تحدید عمر ازدواج سے مسلمانوں میں ایک عام اضطراب اور سخت بے چینی کی لہر پیدا ہو گئی ہے ملک کے عرض و طول میں ہر جا اس قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہو رہی ہے اور حکومت کو متنبہ [illegible] اس قانون کی منسوخی [illegible] مداخلت ہے جماعت مبارکہ کی [illegible] ۱۵ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ایک عظیم الشان جلسہ [illegible] سے [illegible] جس میں مقامی حضرات علماء کرام کے علاوہ بیرونجات سے [illegible] جلسہ عام سے پہلے [illegible] شریک تھے۔ اس [illegible] قانون سے بچنے کے لئے [illegible] کو مسلمانان بریلی کا عام جلسہ زیر صدارت حضرت [illegible] مولوی حامد رضا خاں صاحب مدظلہم [illegible] نہایت [illegible] حضرت [illegible] مولانا نعیم الدین صاحب [illegible] خاں صاحب [illegible] نہایت [illegible]

[illegible] متعلق بہت کامیاب ہوا۔ تقریروں میں حسب ذیل تجاویز پیش ہوئیں اور باتفاق پاس ہوئیں

تجاویز

۱۔ مسلمانان بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ ساردا ایکٹ کو شریعت مطہرہ اسلامیہ میں صریح مداخلت اور حقوق مذہبیہ کا ابطال اور مسلمانوں کی معاشرتی و اقتصادی زندگی کے لئے سخت مضر اور ناقابل برداشت [illegible] سمجھتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ گورنمنٹ کو یاد دلاتا ہے کہ [illegible] کا اعلان عدم مداخلت فی الدین جس کی توثیق و تائید متعدد بار ہو چکی ہے [illegible] ہے اور وائسرائے ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ اس اعلان کی پابندی کرتے ہوئے اس ایکٹ کو منسوخ کریں یا کم از کم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیں۔

۳۔ بعض چند ناعاقبت اندیش اور [illegible] سے ناواقف مسلمانوں نے اس کی تائید کی ہے یہ جلسہ ان کے اس عمل پر اپنا اظہار نفرت و ملامت کرتا ہے۔

۴۔ یہ جلسہ مسلمانان ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر جگہ عظیم الشان جلسے منعقد کر کے اس ایکٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور گورنمنٹ کو بتا دیں کہ [illegible] مداخلت کر کے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو پامال کر رہی ہے۔

۵۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ وائسرائے ہند کو ایک تار ان تجاویز کے متعلق روانہ کیا جائے۔

۶۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ انگریزی و اردو اخبارات کو تحریکات بالا کی ایک ایک نقل روانہ کی جائے۔

اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی

رجسٹرڈ ایل نمبر ١١٠٩

ہندوستان بھر میں اہل سنت والجماعۃ کا واحد ہفتہ وار آرگن

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

ہر انگریزی ماہ کی ٦، ١٣، ٢٠، ٢٧ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔

الفقیہ امرتسر

اغراض و مقاصد

[illegible]

شرح چندہ

[illegible]

ایڈیٹر۔ حکیم ابو الریاض محمد [illegible] الدین احمد

مطبوعہ ١٠ رمضان المبارک ١٣٥٤ھ مطابق ٧ دسمبر ١٩٣٥ء یوم شنبہ — نمبر ٤٥

خریداران الفقیہ سے صاف صاف باتیں

الفقیہ کیلئے جس طرح بھی ہو سکے ہر ایک خریدار ایک ایک دو دو جدید خریدار دسمبر ١٩٣٥ء یا شروع جنوری ١٩٣٦ء تک مہیا کر دیں تو ہندوستان بھر کے سنی حنفیوں کا واحد آرگن آپ کی بدستور خدمت کرتا رہے گا۔ ورنہ شروع ١٩٣٦ء وقت بالکل نزدیک ہوگا کہ یہ ١٠ سالہ خادم بعض آپ حضرات کی ناقدردانی کی وجہ سے ایک کثیر [illegible] زیر بار ہو کر ہفتہ وار سے پندرہ روزہ ہو جاوے یا یکدم بیٹھ جاوے کیونکہ اس کا [illegible] قرضہ قرض لے کر پورا کیا جاتا ہے [illegible] آپ عرصہ سے [illegible] ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اب ہر نقصان [illegible] لہذا درخواست ہے کہ آپ صرف ایک ایک دو دو نئے خریدار مہیا کر دیں اور دیگر حضرات [illegible] عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

(ریاض الدین احمد منیجر)

[illegible]

[illegible]

فتاوے

سوال: [illegible]

الجواب: [illegible]

سوال: [illegible]

[illegible]

[illegible]

محکمہ دیوانی نے فیصلہ صلاۃ کو جاری رکھا

صلاۃ کے معاملہ میں [illegible] بریلی کے غلط پروپیگنڈے کا دندان شکن جواب

[illegible]

INDIA
REPLY
CARD
ADDRESS ON

مراسلات

(اس کالم میں ... کی رائے ...)

احکام شریعت میں ناقابل برداشت رد و بدل
مسلمانوں پر شاردا ایکٹ کی مخالفت فرض ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حکومت برطانیہ سے مختصر گزارش

[illegible]

[illegible]

آفتاب اسلام کی پرتو فگنی

[illegible]

سلسلۂ تبلیغ اسلام

[illegible]

مرسلات

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے وفد اسلام کی دوسری اطلاع

راجپوتوں میں اسلام کی تبلیغ

وفد اسلام فرستادہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی

اطلاع

علاقہ ارتداد میں مبلغین کی ضرورت

(از جناب ناظم صاحب جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ)

ہندو پرستی

تین ہندوؤں کا قبول اسلام

(از جناب ناظم صاحب جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ)

موضع اونڈی میں برات واپس

(از جناب ناظم صاحب جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ)

نومسلم راجپوتوں میں اسلامی تبلیغ

وفد اسلام مرتبہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی چوتھی اطلاع

راجپوتانہ میں اسلامی تبلیغ

وفد اسلام مرتبہ حضرت جناب مبارک جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی پانچویں اطلاع

نمبر ۹ ... جلد ۹ ... ۱۲

وفد سلام فرستادہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی تیرھویں اطلاع

آریوں کی مساعی

بندرابن کا نظارہ

اشدھی ہونے والوں کے گھروں میں ماتم

مخزن تحقیق

یعنی

تحفۂ حنفیہ

محمد مشتاق علی

بحمدہ تعالیٰ

[illegible]

روداد اجلاس اول

جماعت مبارکہ انصار الاسلام بریلی جو زیر صدارت عالیجناب [illegible]

مولانا سید محمد میاں صاحب مارہروی

بتاریخ ۲۲-۲۳-۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ منعقد ہوا

جسکو

مولانا حسنین رضا خاں صاحب ناظم جماعت ممدوح نے

اپنے اہتمام سے حسنی پریس بریلی میں چھپایا اور شائع کیا

(بریلی)

تفصیل خرچ [illegible] جماعت رضائے مصطفیٰ من ابتدائے ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ لغایت ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ ہجری

مد	روپیہ — آنہ — پائی
ڈاک	۸۹ — ۸ — ۰
مفید کتب و اخبارات	۹۶ — ۱ — ۹
[illegible] مبلغین	۴۷ — ۱۰ — ۹
[illegible] مبلغین	۹ — ۲ — ۰
تنخواہ محرر	۱۰۰۹ — ۳ — ۰
امداد مبلغین	۳۰۹ — ۸ — ۰
[illegible]	۶۱۰ — ۳ — ۲
[illegible]	۹۳۲ — ۱۰ — ۳
دفتر	۷۶ — ۷ — ۶
[illegible]	۲۸ — ۱۲ — ۹
کرایہ مکان	۲۲۳ — ۱ — ۶
[illegible]	۲۱ — ۴ — ۹
امداد [illegible]	۳۲ — ۴ — ۶
[illegible]	۱۸۰ — ۰ — ۱
میزان کل	۴۴۴۳ — ۴ — ۰

شکریہ [illegible]

[illegible]

عرض ضروری [illegible]



ماخذ و مراجع

کتب

القرآن الحکیم

احمد رضا بریلوی، انفس الفکر فی قربان البقر، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی

" " تدبیر فلاح ونجات واصلاح، مکتبہ چشمۂ رحمت بلرام پور

" " فتاویٰ رضویہ ج ۵، رضا اکیڈمی بمبئی

" " الاستمداد، قادری بک ڈپو بریلی

جلال الدین قادری، ابوالکلام آزادی کی شکست، مکتبہ رضویہ لاہور

" " محدث اعظم پاکستان، مکتبہ قادریہ لاہور

جمال الدین اسلم، برطانوی راج میں مذہب وسیاست، دہلی

جدانند سنیاسی، شدھی سماچار بھارت اشدھی سبھا بریلی

حافظ بخش آنولوی، تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، کانپور

سید مراد علی، تاریخ تناولیاں، مکتبہ قادریہ لاہور

محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، ج ۱، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء

" " تذکرہ برہان ملت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۴ء

شاہ حسین گردیزی، حقائق تحریک بالاکوٹ، ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور ۱۹۹۲ء

شیر بہادر خاں، افادات مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

عبدالقیوم ہزاروی، تاریخ نجد وحجاز، رضوی کتاب گھر بھیونڈی

محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیشے کے گھر، رضا اکیڈمی لاہور

" " اندھیرے سے اجالے تک، محبوب سبحانی بمبئی

محمد عبدالرؤف مناوی، فیض القدیر ج ۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۳۱۱ھ

غوث اعظم، غنیۃ الطالبین، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

راجہ غلام محمد، امتیاز حق، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۷۹ء
قطب الدین برہمچاری، دیوبند کی شوخی دیانند کی شیخی، نادری پریس بریلی
〃 〃 〃 دربار سید الابرار، رفاہ عام گورکھپور
〃 〃 〃 ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار، آگرہ ۱۳۳۱ھ
〃 〃 〃 وید کا بھید، آگرہ اخبار نبی بستی آگرہ
مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، سوراخ در سوراج، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی
محمد مسعود احمد، گناہ بے گناہی، المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۹۳ء
مرزا عبدالوحید بیگ رضوی، حیات مفتی اعظم، صندل خاں بازار بریلی
نوشاد عالم چشتی، اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی، رضا اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء

روداد جماعت مبارکہ اور اشتہارات

سید ایوب علی رضوی، روداد جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سال اول ۱۳۳۹ھ حسنی پریس بریلی
〃 〃 〃 〃 سال دوم ۱۳۴۰ھ 〃 〃 〃
〃 〃 〃 〃 سال چہارم ۱۳۴۲ھ 〃 〃 〃
اراکین جماعت، دستور العمل جماعت رضائے مصطفےٰ، ۳۰ شعبان ۱۳۷۲ھ
〃 〃 فہرست کتب مطبوعہ جماعت، قادری پریس بریلی
حسنین رضا بریلوی، روداد جلسہ اول جماعت انصار الاسلام بریلی حسنی پریس بریلی
اراکین، ایک آزمائش، چشتی پریس بریلی
نعیم الدین مرادآبادی، اشتہار مناظرہ، مرادآباد و بریلی
ناظم جماعت، روداد جلسہ منعقدہ ۲۲، ۲۳ جولائی ۱۹۲۱ء
اراکین: ذبیحہ گاؤ کے بارے میں جماعت مبارکہ کے اجلاس کی روداد

نوٹ، بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹ قد آدم اشتہارات اور کچھ قلمی یادداشتیں بھی شامل ہیں۔

اخبارات

اخبار	تاریخ
روزنامہ اخبار بریلی	۱۳ جون ۱۹۲۲ء
روزنامہ انڈین ایکسپریس دہلی	۶ جولائی ۱۹۶۱ء
روزنامہ روزانہ ہندو اخبار لاہور	۹ تا ۱۱ اپریل ۱۹۲۳ء
روزنامہ سیاست لاہور	۲۴ ستمبر ۱۹۳۰ء
〃 〃 〃	۲۳ اکتوبر ۱۸۲۱ء
روزنامہ زمیندار لاہور	۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۲۹ء
〃 〃 〃	۱۰ جون ۱۹۲۹ء
〃 〃 〃	۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء
روزنامہ اہل حدیث امرتسر	۱۵ اپریل ۱۹۲۱ء
روزنامہ پیسہ اخبار لاہور	۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء
〃 〃 〃 〃	۳۱ تا ۲۲ اپریل ۱۹۲۱ء
〃 〃 〃 〃	۳۱ مئی تا ۱۰ جون ۱۹۲۹ء
ہفت روزہ سنی الجمعیۃ دہلی	۶ جولائی ۱۹۶۱ء
〃 〃 〃 〃	۴ اگست ۱۹۶۱ء
ہفت روزہ اخبار ہمدم لکھنؤ	۱۰ نومبر ۱۹۲۱ء
〃 〃 〃 〃	۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء
ہفت روزہ مسلم ٹائمز بمبئی	۱۸ اگست ۱۹۹۳ء
ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور	(مختلف سالوں کی جلدیں)

نوٹ، دبدبۂ سکندری رام پور کے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۳۰ء تک کی مختلف جلدوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ طوالت کی وجہ سے تمام شماروں کی فہرست کتابیات میں شامل نہیں کی جا رہی ہے۔ کتاب کے حاشیے میں مکمل حوالہ جات درج کر دئے گئے ہیں۔ وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ دبدبۂ سکندری کی ۰ جلدیں رضا لائبریری رام پور، ایک جلد صولت لائبریری رامپور،

۵ جلدیں پبلک لائبریری دہلی، چند جلدیں خدا بخش لائبریری پٹنہ اور تقریباً ایک درجن فائلیں درس خاندان کراچی میں آج بھی محفوظ ہے۔ راقم السطور نے ہندستان میں موجود تمام جلدوں کا براہ راست مطالعہ کیا ہے۔

رسائل و مجلات:

ماہنامہ الرضا بریلی	صفر المظفر ۱۳۳۸ھ
" " "	ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
" " "	رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد	جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ
ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ	مئی ۱۹۲۵ء
" " "	جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ
ماہنامہ یادگار رضا بریلی	صفر المظفر ۱۳۴۸ھ
ماہنامہ یادگار رضا (عید سعید نمبر)	ربیع الاول ۱۳۴۸ھ
" " "	رجب المرجب ۱۳۴۸ھ
" " "	شعبان ۱۳۴۸ھ
" " "	ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ
" " "	ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ
" " "	محرم ۱۳۴۹ھ
" " "	صفر ۱۳۴۹ھ
" " "	ربیع الاول ۱۳۴۹ھ
" " "	جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ
ماہنامہ یادگار رضا (مومن نمبر)	مارچ ۱۹۲۹ء
ماہنامہ نوری کرن بریلی	جون ۱۹۶۰ء
" " "	دسمبر ۱۹۶۱ء

ماہنامہ نوری کرن بریلی	جنوری ۱۹۶۲ء
" " "	نومبر ۱۹۶۳ء
ماہنامہ حجاز جدید دہلی	فروری ۱۹۹۰ء
ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	فروری ۱۹۷۰ء
ماہنامہ سنی دنیا بریلی	نومبر ۱۹۹۲ء
" " "	اپریل ۱۹۹۵ء
ماہنامہ جہان رضا لاہور	فروری ۱۹۹۵ء
سالنامہ معارف رضا کراچی	۱۹۸۲ء/ ۱۴۰۲ھ
مجلہ امام احمد رضا خاں کانفرنس کراچی	۱۹۹۲ء

مکتوبات:

مکتوب مفتی اعظم شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی بنام شاہ فضل حسن صابری، محررہ ۲۵ شعبان ۱۳۴۱ھ

" " " " " ناظم جماعت محررہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

مکتوب مولانا حسنین رضا خاں بنام شاہ فاروق حسن صابری چیف ایڈیٹر دبدبۂ سکندری رام پور

مکتوب مولانا نعیم الدین مرادآبادی بنام اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

روایات:

مولانا مفتی حبیب رضا خاں نوری بن مولانا حسنین رضا خاں محلہ کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی

الحاج شوکت حسن خاں داماد مفسر اعظم ہند مقیم کراچی

مولوی سید زاہد حسین زیبا خلیفۂ مجاز امیر ملت ساکن محلہ ذخیرہ بریلی

مولانا زبیر احمد رضوی تلہر ضلع شاہجہانپور فاضل الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

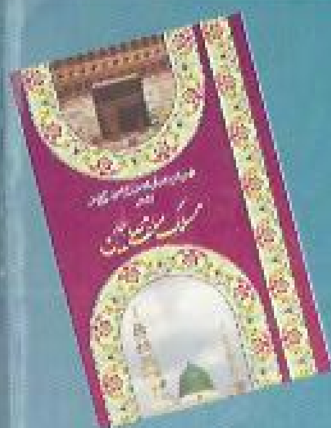
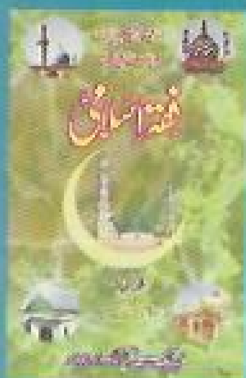
علماء، اہلِ دانش اور قائدینِ ملت کی خدمت میں

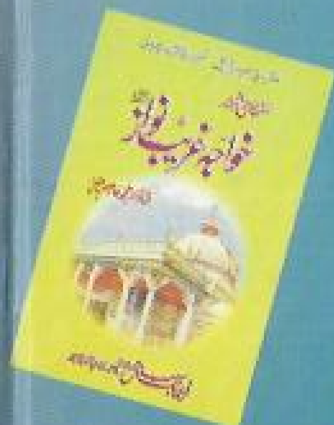
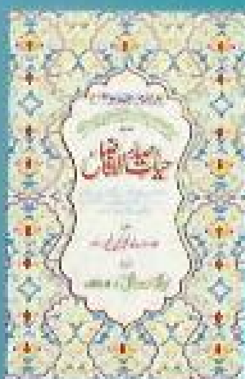
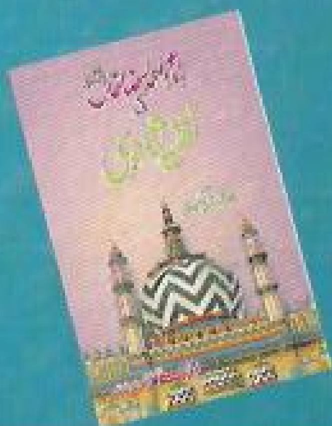
آپ زیرِ نظر کتاب جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے نظریات اور مقاصد کو بخوبی سمجھ چکے ہوں گے۔ اس کے ملک پر مذہبی اور سیاسی اثرات کیا تھے مزید برآں وضاحت کی ضرورت نہیں۔ جماعت مبارکہ کی قیادت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، ان کے صاحبزادگان اور دیگر اکابر علماء اہلِ سنّت نے فرمائی تھی۔

جماعت کا تصور انقلابی تھا، سپہ سالار جماعت ہندستانی مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی رُوح سے روشناس کرا کر، ان کے دلوں میں عشقِ رسول کی شمع کو فروزاں کرنا چاہتے تھے، اور ساتھ ہی ملک کے سیاسی منظر نامہ پر مسلمانوں کی مشکلات اور مسائل کے حل کے لیے شدت سے کوشاں تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ جماعت مسلمانوں کا متحدہ پلیٹ فارم تھا جس کے زیرِ اہتمام شرعی، سماجی اور سیاسی معاملات حل کیے جاتے تھے، ملک بھر میں مختلف شاخیں تھیں۔

افسوس صد افسوس اکابرینِ دین وملت کی یہ یادگار صرف قصۂ ماضی بن کر رہ گئی ہے عصرِ حاضر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت کے جسم میں رُوح پھونکی جائے اور ملک بھر میں برانچیں پھیلا دی جائیں۔ نہایت درجہ حیرت کی بات ہے کہ ہندستان میں ۸۰ فی صد اہلِ سنّت وجماعت کی تعداد ہے مگر قیادت وہابیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی ذمہ دار فرد انکار نہیں کر سکتا۔ آپ حضرات آگے آئیں اور ملک وملت کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے جماعت کی دوبارہ تشکیل کریں۔

محمد شہاب الدین رضوی

فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۸۔ اردو بازار لاہور



Email: faridbooks@hotmail.com

JN Graphics 12/2K